ادارۂ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن

نمبر (۵)

سالنامۂ نظامیہ

تقریب یوم تاسیس جامعہ نظامیہ میں پڑھے ہوئے علمی مذہبی اور تحقیقاتی مقالے

مرتبۂ

ابوالخیر کنج نشین فاضل (نظامیہ)

وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْماً

سالنامۂ نظامیہ



ابوالخیر کنج نشین مولوی فاضل (نظامیہ)

مجریہ
ادارۂ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن
(سنہ ۱۳۶۰ھ)
شمس الاسلام پریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست سالنامہ نظامیہ

فہرست مضامین تاریخ جامعہ نظامیہ

از ۱۹۹۱ تا ۱۸٦

فارغین نظامیہ کے سیاسی خدمات

یادرفتگان

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا تیسرا اجلاس

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جامعہ نظامیہ کو قائم ہوکر (٦٨) سال کا عرصہ ہوتا ہے اس عرصے میں جامعہ نظامیہ نے تعلیم علوم اسلامیہ کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اس جامعہ کا فیض دکن اور ہندوستان تک محدود نہیں رہا بلکہ اس سرچشمۂ فیض سے عالم اسلام کا اکثر حصہ عرب افغانستان، بخارا، مصر، ترکی، شام، فلسطین، اسپین اور مراکش تک فیضیاب رہا اور یہ سب دولت اسلامیہ آصفیہ کی شاہانہ سرپرستی کا محمود نتیجہ ہے کہ آج دنیائے علم دولت علم سے مالا مال ہورہی ہے۔

مرور زمانہ کے ساتھ اس عالیشان جامعہ کی ترقی اور شہرت میں کمی پیدا ہونا شروع ہوئی اور یہ کمی آج اس حد تک پہونچ گئی کہ وہ قوم جس کے اسلاف علم کی سرپرستی اور تحصیل علم میں کامل انہماک رکھتے تھے وہ خود جامعہ سے غفلت برتنے لگے اس کے اسباب خواہ کچھ ہوں اہم سبب قوم کا تعلیم مذہبی سے نفرت، مغربی تہذیب و تمدن سے میلان اس جامعہ کے انحطاط کا نتیجہ ہے۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ جو اس جامعہ کے فارغ التحصیل اصحاب کی جماعت ہے وہ نہایت فکر و تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی کہ اگر جامعہ نظامیہ کی مناسب اصلاح ہو جائے اور اس کے مظاہر حیات میں تازگی اور زندگی کے آثار پیدا ہو جائیں تو یقین ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت سی خدمتیں اور ان کی ضروریات کی تکمیل ہو سکے گی چنانچہ اس مقصد کے تحت اس نے اپنے تعمیری کام کو نہایت عزم کے ساتھ جاری رکھا اور ایک حد تک اس کو مقاصد میں کامیابی بھی ہوتی جارہی ہے اگر پوری قوم اپنی تمام توانائیوں کو جامعہ نظامیہ کی اصلاح و ترقی میں صرف کردے تو نہایت آسانی سے اس جامعہ کی کامل اصلاح ہوسکتی ہے اور جو مقصد اس جامعہ کے قیام کا ہے

وہ پورا ہو سکتا ہے۔

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ جس کی تقریب ہر سال انجمن کی جانب سے منائی جاتی ہے اس کا اہم مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں میں نہ صرف تعلیمی شعور بلکہ مذہبی شعور پیدا کرایا جائے اور اپنے کاوش علمی کے نتائج کو ہر سال قوم کے سامنے پیش کرتی رہے تاکہ قوم ان سے باخبر رہے اور اپنی آپ اصلاح پر آمادہ ہو جائے۔

اس تقریب کی ابتدا سنہ ۱۳۵۷ھ م سنہ ۱۳۴۷ف سے ہوئی پہلے سال کی رُوداد متفرق طور سے شائع ہو گئی دوسرے اور تیسرے سال کی رُوداد ایک مستقل کتاب کی شکل میں شایع کیجا رہی ہے جس کے سبب فکر و تحقیق کا ایک نیا باب اہل ملک کے سامنے پیش ہو رہا ہے کچھ شک نہیں اگر کارکنان ادارہ تن دہی کے ساتھ اپنی کوششوں میں مصروف رہیں اور اہل ملک کی توجہ اس کی ضرورت کی طرف منعطف کرانے میں کامیاب ہو سکیں تو یقین ہے کہ دکن اور ہندوستان میں اسلامی تہذیب و علوم کو زندہ رکھنے میں یہ ادارہ بہت بڑی خدمت کر سکتا ہے دلی آرزو ہے کہ ہمارا یہ مجموعہ تحقیقات توسیع و اشاعت علم کا ذریعہ ثابت ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

ازحسینی علم۔
۲۲۔ صفر المظفر سنہ ۱۳۶۰ھ
۱۷۔ اردی بہشت سنہ ۱۳۵۰ف

خادِمُ العِلم
ابُوالخیر کنج نشین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اس مجموعۂ مساعی علمیہ کو صاحب السعادۃ والفضیلۃ

نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم دولت اسلامیہ

آصفیہ نے جن کی خدمات حیدرآباد کے موجودہ علمی، تعلیمی اور سیاسی دور میں ایک عظیم الشان درجہ رکھتی ہیں اپنے اسم گرامی سے انتساب کی اجازت مرحمت فرما کر علم پروری کا تازہ ثبوت دیا ہے خدا موصوف کے ہاتھوں ملک و ملت کے روز افزوں بڑے سے بڑے کارہائے نمایاں انجام دلائے۔ آمین

خادم العلم

ابوالخیر کنج نشین

۱۲ - ربیع الانوار ۱۳۶۱ھ

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ

دکن کی ایک قدیم مذہبی اور علمی درسگاہ کا نام جامعہ نظامیہ ہے جس کو قائم ہوکر (۶۰) سال سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے اس کے خدمات سے ہند اور بلاد اسلامی کا ایک کثیر حصہ فیضیاب ہوا ہے چند روز سے اس فیض پرس اور فیض رساں جامعہ کے قدیم طلبہ کی جانب سے جامعہ نظامیہ کا یوم تاسیس منایا جارہا ہے سال حال یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا اجلاس ۱۸-۱۹-۲۰ - ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۷-۸-۹ - فروری و ۱۱-۱۲-۱۳ - فبروری ۱۹۳۹ء کو جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد دکن میں نواب مرزا یار جنگ بہادر صدر الصدور و صدر المہام عدالت و امور مذہبی و مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب (نظامیہ) رکن عدالت العالیہ اور نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات و فینانس و نائب امیر جامعہ عثمانیہ کی صدارت میں منعقد ہوا عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر نے ادارہ کی علمی نمائش کا افتتاح کیا۔ علمی نمائش میں قلمی کتابوں کے علاوہ خطاطی کے مختلف نمونوں، وصلیوں، کتبوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ تھا۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر کے صدارتی اجلاس میں وہ خطاط اصحاب جو مستحق اسناد قرار دئے گئے ان کے اسماء کا اعلان کیا گیا۔ باہر سے آنیوالے نظامیین کی تعداد بھی اچھی تھی ان میں مولوی حکیم اسعد الدین صاحب طبیب جگتیال مولوی عثمان علی صاحب وکیل ہائیکورٹ اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب مولوی کامل استاذ ہائی اسکول بیدر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ شہر کے اہل علم عہدہ داران عظام اور مشائخین کرام بھی شریک جلسہ تھے۔

اجلاس اوّل | ۱۸ ذی الحجہ - نواب مرزا یار جنگ بہادر نے اپنے خطبہ صدارت میں تعلیم کا نصب العین کیا ہونا چاہئیے اس پر ایک بسیط تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں فرمایا "تعلیم خواہ وہ دنیاوی یا دینی اس کا مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ کسی خاص پیشہ کیلئے طلبہ تیار کئے جائیں بلکہ تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ تعلیم ایسی دلائی جائے جس سے ایک طالبعلم زندگی کے ہر شعبہ میں کام کے قابل قرار پائے مثلاً اگر وہ تجارت کے شعبہ میں داخل ہو تو تجارت کے ساتھ مذہبی خصوصیات کو بحال رکھے اسی طرح اگر وہ وکیل، پروفیسر، اعلیٰ عہدہ دار، یا کسی مذہبی خدمت پر فائز ہو تو اس سے تعلیم کا اصلی نصب العین متروک نہ ہو۔ جامعہ نظامیہ اور جامعہ عثمانیہ کے تعلیمی نصب العین میں ایسی کونسی شئی مابہ الامتیاز ہے جس کی وجہ ان دونوں اداروں میں تعلیم دلائی جارہی ہے۔ میری رائے ہے کہ جامعہ نظامیہ کی تعلیم کا نصب العین ایسا ہونا چاہئیے جو کسی ادارے کا نہو یہاں کے طلبہ اسلامی تمدن و تہذیب کے علمبردار ہوں اور اسلامی رنگ و روپ میں رنگے ہوئے ہوں تاکہ ضرورت کے وقت ملک میں ہر قسم کا کام کرسکیں اور جب یہ زندگی کے کسی شعبہ میں جائیں تو اپنے طریقہ عمل سے اسلامی تہذیب کی شعاعوں کو پھیلائیں۔ آخر میں جناب صدر نے اساتذہ سے مخاطب ہوکر فرمایا "یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے نصب العین کو حاصل کرنے میں اساتذہ کی مساعی کا حصہ ضرور رہتا ہے اس لئے اساتذہ کو چاہئیے کہ تعلیم کے دوران میں اختلافی مسائل کو اس پیرایہ میں بتلائیں جس سے طلبہ کو دوسرے فرقوں یا جماعتوں سے نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں بلکہ طلبہ میں ایسے اوصاف پیدا کرائے جائیں کہ آئندہ ان کی محمود کوششوں سے اختلافات کی روک تھام ہوکر مسلمانوں کے تمام

مختلف فیہ مسائل ایک مرکز پہ جمع ہو جائیں اس طریقہ عمل سے مستقبل میں ایک کثیر فائدہ کی صحیح توقع قائم ہو سکیگی۔

جامعۂ نظامیہ کیا ہے؟ صدر اجلاس کے خطبۂ صدارت کے بعد مولوی ابوالخیر کنج نشین صاحب معتمد انجمن نے کہا ۔۔

خدا کا شکر ہے آج ہم نے مجلس ترقی تعلیم اسلامی کا دوسرا سالانہ اجلاس یوم نظامیہ منا رہے ہیں۔ گذشتہ سال ہم نے اس امر کو ظاہر کیا تھا یوم نظامیہ منانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مقاصد جامعۂ نظامیہ کی روشنی میں مسلمانوں کی آئندہ تعلیم و تربیت کا مناسب نظام قائم کریں چنانچہ اس مبارک مقصد کے حاصل کرنے کیلئے آج ہم اور آپ اس محفل میں جمع ہیں آپ سب اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اب تک ہمارے ملک میں تعلیم سے مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ایسے لوگوں کو پیدا کریں جو سرکاری دفاتر میں کام کرنے کے لائق ہوں مگر کبھی بھی ایسی کوشش نہیں کیگئی کہ ایسے اشخاص پیدا کئے جائیں جن کے ذریعہ شرعی خدمات کی تکمیل کیساتھ وہ دنیاوی خدمات کو بھی انجام دیسکیں علوم دینیہ میں کمال پیدا کریں اور اپنے علم کی بناء پر ہدایت و تلقین کی بھی خدمت انجام دیسکیں۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے آج سے ساٹھ سال پہلے جامعۂ نظامیہ کی بنیاد قائم کیگئی تاکہ اس جامعہ کے ذریعہ دین میں تفقہ پیدا کرنے والے اشخاص زیادہ نہیں تو کم از کم تھوڑے ہی پیدا ہوا کریں[1]۔ اس مقصد میں جامعۂ نظامیہ کس حد تک کامیاب رہا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ظاہر ہوگا کہ اس جامعۂ دینیہ سے دکن، ہند اور مختلف بلاد اسلامی کے کم از کم (۲۵) ہزار سے زائد افراد فیضیاب ہوئے ہیں جو آج اپنے مقامات میں علم و مذہب کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور یہ کامیابی جو اس جامعہ کو حاصل ہوئی اگر اس کے مصارف پر بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی ابتدائی اور موجودہ آمدنی کا اوسط ماہانہ ایک ہزار سے زائد قرار نہیں پاتا جو آج کسی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی تنخواہ سے بھی کم ہے جس میں (۴۰۰) سے (۱۰۰) طلباء کے طعام، لباس وغیرہ کا بھی نظم شامل ہے اس قدر ارزاں تعلیم سے علماء نے جو خدمت انجام دی ہو وہ کسی طرح قابل فراموش نہیں ہو سکتی یہ ترقی جو کچھ اس جامعہ کو حاصل ہوئی اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ جامعہ سرکاری جکڑ بندیوں سے بالکل آزاد تھا اور اپنا تعلیمی نظام اپنے ہاتھوں رکھا تھا اب بھی اس جامعہ کا انتظامی و تعلیمی نظام اسی کے ہاتھ ہے مگر اب وہ ایسی تبدیلی چاہتا ہے جس سے اس کے مقاصد پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ پڑے کیونکہ اس جامعہ کا پہلا مقصد یہ ہے کہ علماء باعمل کی ایسی جماعت تیار کرنا جو علم دین کی اشاعت احکام اسلام کی تبلیغ اور تعلیم علوم دینیہ کے قابل ہو اور عامہ مسلمین کیلئے ان کی تمام مذہبی ضروریات کی سرانجامی و رہبری کر سکے[2]۔

اس مقصد کے حصول کیلئے جامعۂ نظامیہ کو سب سے پہلے اپنا سلسلہ انتظام دکن میں وسیع کرنا تھا۔ دکن کے بڑے بڑے مقامات میں ایک ایک مدرسہ ہونا چاہیئے اور جہاں جیسی ضرورت ہو وہاں پر اقامت خانے قائم ہونے کی ضرورت تھی تاکہ اس قسم کے مدارس کے ذریعہ دیہات کے مسلمانوں کی اصلاح ہو سکے اس کام کیلئے بھی مولٰنا علیہ الرحمہ کی کوششیں اپنی زندگی میں رہی ہیں۔ بلدہ کے اکثر مساجد میں مکاتب کھولے گئے اور اضلاع کے بعض مقامات پر مدارس قائم کئے گئے اور اس کام کو زیادہ وسیع کرنے کی غرض سے

[1] ملاحظہ ہو رپورٹ کلیہ نظامیہ بابتہ سنہ ۱۳۲۷ف صفحہ ۶ ، [2] ضابطہ مدرسہ نظامیہ صفحہ ۳

انجمن اسلامیہ کی بنیاد قائم فرمائی جو آج صدر انجمن اسلامیہ کے نام سے اپنی ایک علیحدہ شکل وصورت میں موجود ہے در اصل یہ جامعہ نظامیہ کی ترقی کے اسباب تھے اگر اور چند روز مولانا علیہ الرحمہ کی زندگی رہتی تو ان منتشر اجزا کا اجتماع ایک ہی مرکز پر ہو جاتا، یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم اپنے مرکز سے ہٹ جائے اور انتشار کی حالت میں کوئی کام کرنا چاہے تو وہ کبھی بھی سربلند اور ترقی یافتہ نہیں ہو سکتی یہی حالت ہماری بھی ہے۔ آج ہمارے ملک میں مختلف ادارے ہیں جن کے مقاصد میں قوم کی ترقی و اصلاح ہے، لیکن ان کا کسی مرکز پر اجتماع نہیں، سچ پوچھئے ہمارا یہ انتشار ہمارے مستقبل کے لئے کسی طرح کارآمد و مفید نہیں ہو سکتا۔ ہماری تمدنی و اصلاح اسی میں مضمر ہے کہ مسلمان اپنی ترقی کا واحد مرکز جامعہ نظامیہ کو سمجھیں اور اس کے ذریعہ اپنی حیات کے اسباب تلاش کریں مدارس دینی کی اہمیت پر حاضرین اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے معتمد انجمن نے اس خصوص میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی رائے کو اسطرح بیان کیا

"ہم کو یہ صاف کہنا ہے کہ ان مدرسوں کی جتنی ضرورت آج ہے کل جب ہندوستان کی شکل ہوگی اس سے بڑھکر ان کی ضرورت ہوگی وہ ہندوستان میں اسلام کی بنیاد اور مرکز ہونگے۔ لوگ آج کی طرح کل بھی عہدوں اور ملازمتوں کے پھیر اور ارباب اقتدار کی چاپلوسی میں لگے ہوں گے اور یہی دیوانے ملا آج کی طرح کل بھی ہشیار ہوں گے اور رہیں گے، ایسے مدرسے جہاں بھی ہوں جیسے بھی ہوں ان کو سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض ہے"[1]

حضرات! آپ پر یہ واضح ہو گیا کہ مدارس دینیہ سے ملک و قوم کو کس قدر فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ہم کس طرح اپنی قوم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اگر ہم اس فرض سے غفلت کریں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا اس کے متعلق بھی مولانا ندوی صاحب کی رائے ہے:-

آج زمانہ بدل گیا ہے اصطلاحیں بدل گئی ہیں لیکن حقیقت اپنی جگہ پر ہے آج پھر اسلام کو اس فرض کو ادا کرنا ہے اگر آج کے کلمہ گو مسلمانوں میں اس کے اس ادائی فرض کے سپاہی بننے کا ولولہ نہیں تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو زندگی کے میدان میں لائے اور اس سے اسلام کا یہ فرض پورا کرے، خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے فرض سے غافل نہ کرے۔ اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے ہمیں چاہئیے کہ فرض کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔

معتمد انجمن کی تقریر کے بعد حضرۃ العلامہ مولانا سید شاہ محمد صاحب شطاری صدر کلیہ نے قرآن کی تعلیم، ضرورت علماء اور ضرورت علماء اور اصلاح جامعہ نظامیہ پر ایک بسیط تقریر فرمائی مولوی محمد علی صاحب مولوی کامل (نظامیہ) استاذ حدیث و تفسیر جامعہ عثمانیہ نے آزادیٔ نسواں و مسئلہ حجاب و حدود ستر و نظر پر ایک محققانہ مقالہ پڑھکر سنایا اور بتلایا کہ اسلام نے خواتین کو جو آزادی دی ہے وہ مغربی آزادی کے مانند نہیں۔ اسلام نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی عورتوں کو مردوں کے ساتھ بلا حجاب کے دوش بدوش کام کرنے کی اجازت نہیں دی ہے وہ کبھی بھی احکام شرع کے خلاف کام کرنے کے مجاز نہیں ہیں[2]۔ مولوی مفتی سید اشرف علی صاحب کامل (نظامیہ) مفتی صدارت العالیہ اور مولوی شیخ احمد صاحب نحوی متعلم فاضل کلیہ نظامیہ نے علم و عمل اور جامعہ نظامیہ کے خدمات سے متعلق اپنی طبعزاد نظمیں سنائیں

---

[1] معارف جلد ۳۱ صفحہ ۲۴۳۔ [2] مولوی صاحب کا یہ مقالہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۹ تا ۲۱ فروری ۱۳۵۳ف میں شائع ہو چکا ہے۔

اور عربی میں منائیں۔

معتمد مجلس علما کی تحریک مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علمائے دکن و رکن مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ نے تحریک کی کہ جامعہ نظامیہ میں اپنے وسیع تر پیمانے پر تحقیقات مشرقی اور مذہبی علوم کے جدید مستقل شعبے قائم کئے جائیں جس طرح کہ مصر میں جامعہ مصریہ کی موجودگی میں جامعہ ازہر میں مختلف شعبے قائم کئے گئے ہیں اس تحریک کی تائید میں مولوی حکیم ہبۃ اللہ صاحب (نظامیہ) نے مختصر تقریر کی۔ مولوی سید محمد صاحب نظامیہ کے اختلاف اور حاضرین کے اتفاق سے معتمد مجلس علمائے دکن کی تحریک منظور ہوئی۔

منظورہ تحریک کے لحاظ سے تشکیل کمیٹی کی تجویز پیش کی مولوی محمد ہبۃ اللہ صاحب کی تحریک پر مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی صدر اور مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب رکن عدالت عالیہ معتمد اور اراکین میں مولانا سید شاہ محمد صاحب منتظاری صدر کلیہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب، مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب، مولوی سید احمد محی الدین صاحب مدیر رہبر دکن، مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشین منتخب کئے گئے اور یہ توقع قائم کی گئی کہ اس کمیٹی کے ذریعہ جامعہ نظامیہ کی اصلاح اور اس میں جدید اسلامی شعبوں کی تعلیم کا مناسب نظم قائم کیا جائے گا۔

اجلاس دوم ۹ ذی الحجہ یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا دوسرا اجلاس مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا، جناب صدر نے ایک دلچسپ اور پر از معلومات خطبہ صدارت سناتے ہوئے فرمایا "یوم تاسیس منانے کے مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ اور ہم اس مدرسہ کے ابتدائی اور موجودہ حالات کا مطالعہ کریں اور اس کی گرتی ہوئی حالت پر افسوس و رنج کا اظہار کر کے خاموش نہ بیٹھے رہیں، بلکہ اس کی اصلاح کی فکر کریں۔ مدرسہ نظامیہ جس تدریجی ترقی کے ذریعہ اعلیٰ معیار پر پہنچا، وہ نظر انداز نہیں ہو سکتا، اب بھی اسی طریقِ عمل کو اختیار کیا جائے تو مدرسہ کی ترقی ناممکن نہیں میرے خیال میں مدرسہ کی ترقی میں مدرسہ کے موجودہ قوانین زیادہ حائل ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے فیض رسانی علم کا حلقہ روز بروز محدود ہو رہا ہے اور تشنگان علم فیضیابی سے محروم ہو رہے ہیں ایسے ضابطہ کو توڑ سکتے ہیں اور ہر ایسا ضابطہ جو ترقی علم میں مانع ہو وہ شکست ہو سکتا ہے میں اپنے زمانہ طالبعلمی کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ اساتذہ کو طلباء کی کثرت کے باعث ہم کو درس دینے کا موقع نہیں ملتا تھا تو وہ مقدس ہستیاں بھی رات کے دو تین بجے نماز تہجد کے بجائے درس دیتے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سناتے تھے کہ علم عبادت سے افضل ہے مولانا محمد عبدالکریم صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہم یہ وہ مبارک ہستیاں تھیں جن کے وجود سے بہت سے متبحر علما پیدا ہوئے اور جن کے وجود سے مدرسہ میں علمی و مذہبی اصلاحی مباحثے مناظرے اور تقاریر ہوا کرتے تھے افسوس اب وہ کیفیت نہیں اور نہ وہ فضا ہے البتہ اس وقت جسم کا وجود ہے مگر اس میں روح نہیں ہے آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ وہ ضابطے جو ترقی مدرسہ میں مانع ہو رہے ہیں ان کو پارہ پارہ کر دیں۔ اگر کوئی دیوبند یا کسی اور ادارے سے طلبہ علم کے لئے آئیں تو ان کو شریک کرنا چاہئیے۔ آخر میں جناب صدر نے مدرسہ نظامیہ کی ترقی سے متعلق

مختلف خیالات تجربات اور اپنی ذاتی تمناؤں کو ظاہر کرتے ہوئے یہ توقع قائم کی کہ نظامیہ ہی کے ذریعہ سے ملک و ملت کی حقیقی اصلاح ہو سکتی ہے اسلامی طریقہ تعلیم اور اس کے ارتقاء پر ایک بسیط اور محققانہ مقالہ مولوی محمد انور زماں صاحب بی اے جامعی نے پڑھا، مولوی حاجی منیر الدین صاحب کامل نظامیہ استاذ کلیہ نظامیہ نے عربی میں اللسان العربی و اہمیتہ پر فاضلہ مقالہ پڑھا محدثین کرام کے اعجاز حافظہ کے عنوان پر مولانا سید احمد اللہ صاحب ندوی مصحح دائرۃ المعارف نے محققانہ مقالہ پڑھا، مولوی دلدار علی صاحب علوی اور مولوی شیخ احمد صاحب نحوی نے ایک پرجوش نظم کے ذریعہ عربی تعلیم اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے حاضرین اجلاس کو بیحد محظوظ فرمایا۔

تحریک آخر میں مولوی حکیم سعد الدین صاحب نے تحریک پیش کی کہ اس سال مادر علمیہ جامعہ نظامیہ کے چار سپوت دنیائے فانی سے رحلت کر گئے ہیں جن میں ایک مولانا حکیم الحاج محمود صمدانی صاحب افسر الاطباء دوسرے مولوی حکیم محمد عبد الجبار صاحب، تیسرے ڈاکٹر محمد قاسم صاحب ناظم سمیات اور چوتھے مولوی حکیم ابو الفداء محمود احمد صاحب ہیں، مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب اور حکیم ابو الفداء صاحب بدرشتہ برابر مدرسہ کی قابل قدر و لائق شکر خدمت انجام دیتے رہے تا آنکہ معمولی خدمتیں انجام دیتے ہوئے مدرسہ کی جائداد نظارت و مہتمی پر علی الترتیب فائز ہوئے اور اپنے زمانہ اہتمام میں ہر دو نے مدرسہ کو زوال و پستی سے بچاتے ہوئے اوج ترقی پر لانے کے لئے جو سعی پیہم کیا کرتے تھے ناقابل فراموش ہیں لہذا مجلس ترقی تعلیم اسلامی کا یہ اجلاس ہر چار حضرات کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ خداوند عالم مرحومین کو علی علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اس تحریک کو تمام حاضرین نے باتفاق منظور کیا۔ آخر میں مولوی عزیز الدین احمد صاحب فاضل نظامیہ نے حاضرین اور صدر جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی ناظم کلیہ کا بھی شکریہ ادا کیا کہ موصوف کی کوششوں اور خاص توجہات کی بناء پر انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے مجلس ترقی تعلیم اسلامی کا دوسرا سالانہ اجلاس "یوم نظامیہ" منانے کا موقع ملا جلسہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد

اظہار مسرت طلباء جدید نے ناظم صاحب نظامیہ سے خواہش کی کہ مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب کو رکنیت عدالت عالیہ پر ممتاز ہونے کی تقریب میں پھول پہنائے جائیں۔ چنانچہ ناظم صاحب نے طلباء کے اس ہدیہ کو خواجہ صاحب کے سامنے پیش کیا اور خواجہ صاحب نے نہایت شکریہ کیساتھ قبول کرتے ہوئے کہا کہ اس مقدس امانت کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے آپ سب میرے حق میں دعا فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ نماز عصر اور نمائش کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

اجلاس سوم ۱۰ ذی الحجہ یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا تیسرا اجلاس نواب مہدی یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولوی ابو الخیر صاحب معتمد انجمن نے نواب صدر یار جنگ بہادر اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور مولوی شاہ محمد علاؤ الدین صاحب قادری جنیدی سجادہ درگاہ روضہ شیخ گلبرگہ کے پیامات پڑھکر سنائے

پیامات (۱) نواب صدر یار جنگ بہادر سابق صدر الصدور سرکار عالی لکھتے ہیں کہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم کی مخلصانہ کوشش اور عزم کی یادگار ہے امت مرحومہ کی فلاح اطاعت احکام الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے مختلف تاریخی زمانوں پر نظر ڈالو جب جس قدر اطاعت ہوئی اسی قدر فلاح و ترقی حاصل ہوئی اطاعت احکام کی بجا آوری یعنی عمل کا نام ہے۔ عمل موقوف ہے صحیح اور دلنشین علم پر یہ علم زبان عربی میں ہے جس کے حامل وخادم ان علوم عربیہ کے مدرسے ہیں وہ بھی ہیں مدرسہ نظامیہ ہے، استادوں کا فرض ہے کہ صحیح علوم دینی طلبہ کو پہنچائیں جہاں کہ سے ان کو بچائیں طلبا کی سعادت اس میں ہے کہ ان علوم کو اخلاص وادب کے ساتھ حاصل کریں تا کہ ادب و اخلاص کے اثرات ان کے دلوں میں نفوذ کریں جب دل میں نفاذ ہوگا تو عمل صالح جلوہ فرما ہوگا جو ذریعہ نجات و فلاح ہے،

مولٰنا شبیر احمد صاحب دیوبندی صدر جامعہ اسلامیہ لکھتے ہیں کہ جامعہ نظامیہ کی ترقیات کیلئے دعا کرتا ہوں، امید ہے اس لامذہبیت کے دور میں یہ جامعہ اعلحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی زیر سرپرستی بندگان خدا کیلئے مذہبی حیات کا بیش از بیش سامان مہیا کرے گا۔

مولوی محمد علاؤ الدین صاحب قادری سجادہ درگاہ حضرت جنید گلبرگہ شریف نے بھی یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کی کامیابی کی توقع بتلاتے ہوئے اس امر کو ظاہر فرمایا ہے کہ اس درسگاہ کے ذریعہ مسلمانوں کی بہت کچھ اصلاح ہوسکتی ہے۔

خطبہ صدارت نواب مہدی یار جنگ بہادر نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے فرمایا ”آج مجھ کو جامعہ نظامیہ میں آنے سے بے حد مسرت ہوئی یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول کا نام لیا اور ذکر کیا جاتا ہے اسلئے یہ مقام دیگر اور مقامات سے زیادہ بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے علم کو سب سے بڑی چیز قرار دی ہے علم وہ چیز ہے جس کے ذریعہ حیوانوں اور انسانوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ صحیح علم ہی سب سے بڑی دولت ہے اور یہ خالص خدا کا فضل ہے یہ فضل صرف پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ توفیق الٰہی ہے۔ میں یہ بات جامعہ نظامیہ کے لئے ایک رحمت سمجھتا ہوں کہ مولٰنا محمد عبدالقدیر صاحب کی طرح صحیح علم رکھنے والے آپ میں موجود ہیں، خدا کے پاس اکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور یہ خوبی مولٰنائے موصوف میں موجود ہے جامعہ نظامیہ کو مولٰنا انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ مرحوم نے قایم کیا جس کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گذرا، وہ حیدرآباد کے مخلص متقی اور علم دوست بزرگ تھے، اس ادارے کی بنیاد انھوں نے ڈالی یہ ان کے اخلاص کی نشانی ہے کہ وہ اس میں دفن ہیں جو شخص علم پاتا ہے وہ اپنے وقت میں اس فیض کو دوسروں تک پہنچا سکتا ہے یہ ایک فیض جاریہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا جو علوم یہاں پڑھائے جاتے ہیں وہ (۶۰) سال کے نہیں ہیں بلکہ وہ تیرہ سو برس پہلے کے ہیں اس کو زندہ رکھنا سب سے بڑا فرض ہے۔ اس کو کھونے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص مرتے وقت میراث میں ایک وسیع جائداد چھوڑتا ہے مگر اس کی اولاد نے اس کو کھودیا، مسلمانوں کی بقاء وفنا دینی و دنیوی حیثیت سے اسی میں ہے کہ وہ عربی تعلیم حاصل کریں اور دینی تعلیم کو

مضبوطی سے تھامے رہیں قدیم علوم کا سیکھنا صرف تعلیمی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قوم کی بقاء کا مسئلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس روز سے ہم ان کو چھوڑ دیں گے اسی روز سے فنا ہونے لگیں گے، کیونکہ اس سے بہتر کوئی علم نہیں ہے اللہ نے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ آپ ان علوم کو زندہ رکھ سکتے ہیں اور اس فیض کو دُور تک پہنچا سکتے ہیں، جامعہ نظامیہ کا نصاب تعلیم (۱۷) سال میں ختم ہوتا ہے زمانہ کے لحاظ سے قدیم علوم کو قائم رکھتے ہوئے طریقہ تعلیم میں تبدیلی پیدا کیجا سکتی ہے طریقہ تعلیم ہمیشہ بدلتا رہا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس جامعہ میں طلباء کی تعداد لامحالہ کم ہوگی اگر یہ صحیح ہے تو قابل افسوس ہے ہماری تعلیم کا یہ دائرہ کم نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہم سب کو بھی اس کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر مسلمان بچہ پہلے خدا کو سمجھے اور اس کے دل میں پہلے ہی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو، اور قرآن سیکھے۔ میں آجکل سررشتۂ تعلیمات میں اس کی کوشش کر رہا ہوں کہ عربی اور سیرۃ نبیؐ کے خاص ریڈر تیار کرا رہا ہوں جن کی اجرائی کے بعد مسلمان بچوں کی بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی، مدرسہ نظامیہ کو باضابطہ جامعہ تسلیم کرانے کی جو کوشش کیجا رہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ عملاً یہ ایک جامعہ کیطرح کام کر رہا ہے لیکن باضابطہ تسلیم کرنے میں بعض دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں اگر یہ دُور ہو جائیں تو جامعہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا اس کا تعلق جامعہ عثمانیہ سے اس معنی میں کیا جائے کہ یہ دینیات کی تعلیم کا ایک کالج کہلایا جائے یہ اس وقت ہوگا جب کہ آپ سب برضا و رغبت اس پر رضامند ہوں، خواہ مخواہ کوئی نئی چیز ٹھونسی نہیں جائیگی۔

۳۔ جناب صدر کے خطبہ صدارت کے بعد مولوی محمد ہبتہ اللہ صاحب (نظامیہ) استاذ سٹی کالج نے عربی شاعری پر اور مولوی حافظ محمد عبدالرحمن صاحب کامل استاذ قرات و تجوید کلیہ نظامیہ نے تاریخ قرات اور اس کی ضرورت پر محققانہ مقالے پڑھے مولوی قاری میر روشن علی صاحب ناظر القراء دینیات سرکار عالی نے فن قرات کی اہمیت پر تقریر فرمائی اور ہر قاری کی قرات پر اس کی مختصر تاریخ بھی بیان کی مولوی تاج الدین صاحب معتمد مؤید القراء، مولوی سید ابراہیم قادری صاحب فاضل (نظامیہ) مولوی حافظ سید حسن شاہ صاحب کامل (نظامیہ) جناب میر قاری کاظم علی صاحب و جناب قاری میر عثمان علی صاحب و مولوی شیخ احمد صاحب نحوی و مولوی سید احمد محی الدین صاحب قادری اور ایک خورد سال لڑکے (عبدالحمید متعلم حفاظ) نے باعتبار فن مختلف حیثیتوں سے قرآن کو پڑھنے کی سعادت حاصل کی یہ جلسہ باعتبار فن قرات حیدرآباد میں پہلا جلسہ ہے جس میں فن کا خاص لحاظ ملحوظ رکھا گیا۔

تحریک

۴۔ مولوی محمد عبدالواحد صاحب اویسی (نظامیہ) وکیل ہائیکورٹ نے طلباء نظامیہ کیلئے دیگر علوم و فنون کی تحصیل اور اس کے حصول کے اسباب پر تقریر فرماتے ہوئے تحریک پیش کی کہ "حال میں جامعہ نظامیہ کے مولوی کیلئے شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ میں بمعافی مضامین شرکت کی اجازت دیگئی ہے اسی طرح عالم و فاضل کے لئے جب کہ وہ جامعہ کے امتحانات میں شریک ہونا چاہیں تو بہ معافی مضامین شرکت کی اجازت دیجائے اس تحریک کی تائید میں مولوی خواجہ محمد احمد صاحب مہتمم آثار قدیمہ سرکار عالی نے مختصر تقریر کی، حاضرین اجلاس کے اتفاق پر یہ تحریک منظور ہوئی۔

نتائج نمائش خطاطی

۵۔ مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشین معتمد انجمن نے حاضرین اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

تین روز سے جامعہ نظامیہ کا یوم تاسیس منایا جارہا ہے آج اس کا آخری روز ہے جس میں حتی الامکان علمی مذہبی دلچسپیوں کے علاوہ فن خطاطی جو باعتبار فن ایک قدیم اور مشرقی تہذیب کی محمود یادگار اور جو زمانہ کی دستبرد سے اس کی قدر و منزلت ہیں کمی ہوئی ہے اس کے احیا کے لئے خطاطی کی نمائش بھی علوم اسلامیہ کے کمیاب کتابوں کے ساتھ قایم کیگئی خدا کا شکر ہے انجمن طلبہ قدیم کی آواز پر دوسو سے زائد قطعات جمع ہوئے اس فن کو جانچنے کے لئے مجلس یوم تاسیس جامعہ نظامیہ نے

ارکان کمیٹی | نواب اختر یار جنگ بہادر سابق معتمد امور مذہبی مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی ناظم نظامیہ، مولنا مفتی محمد رحیم الدین صاحب، مولوی قاری میر روشن علی صاحب، مولوی سید قدرت اللہ صاحب انتخاب رقم، مولوی سید ابوالحسن صاحب قیصر مددگار صدارت العالیہ سرکار عالی، مولوی میر حشمت علی صاحب قادر رقم، اور مولوی خواجہ محمد احمد صاحب مہتمم آثار قدیمہ سرکار عالی کی ایک کمیٹی قایم کی تھی بالآخر اس کمیٹی نے باتفاق آراء تصفیہ کیا کہ

استاذ الخطاطین | مولوی سید قدرت اللہ صاحب انتخاب رقم اور مولوی حشمت علی صاحب قادر رقم کو جو فن خطاطی میں کمال درجہ مہارت رکھتے ہیں اور جن کے خدمات سے ملک کا ایک کثیر طبقہ مستفیض ہوا ہے ان ہر دو کو استاذ الخطاطین کی ڈگری نسخ اور نستعلیق کے اعتبار سے دی جائے۔ اور

اسماء نتائج | حسب ذیل (۲۷) اصحاب خاص اول اور دوم کے اسناد کے مستحق قرار دئے گئے۔

نمبر سلسلہ	اسماء	خصوصیت فن	درجہ
۱	۲	۳	۴
۱	مولوی سید ثناء اللہ صاحب زرین رقم	نستعلیق	خاص
۲	مولوی میر احمد علی صاحب اعجاز رقم ملازم دارالطبع سرکار عالی	"	"
۳	مولوی حکیم محمد اعظم اللہ صاحب صدیقی عالم (نظامیہ) نادر رقم	"	اول
۴	مولوی حاجی محمد عبداللہ جابر بن سلام صاحب ملازم دارالطبع سرکار عالی	نسخ	"
۵	مولوی یعقوب علی صاحب مبارک رقم	نستعلیق	"
۶	مولوی قاضی میر انور علی صاحب شریعت پناہ بلدہ (نظامیہ)	"	"
۷	مولوی شاہ سید غلام محمود صاحب اورنگ آبادی مستجاب رقم	نسخ	"
۸	مولوی شیخ عبدالقادر صاحب نمودی	"	"

۹	مولوی حبیب یوسف صاحب	نستعلیق	اول
۱۰	مولوی ابوالمجد مظہرالدین صاحب خوش رقم	صناعی میں	〃
۱۱	مولوی بشیرالدین خاں صاحب	نستعلیق	〃
۱۲	مولوی شبیر علی خاں صاحب منور رقم ملازم دارالطبع جامعہ عثمانیہ	〃	دوم
۱۳	مولوی حکیم سید عزیزالدین صاحب نبیرہ نواب فتح الدولہ مرحوم	〃	〃
۱۴	مولوی محمد شرف الدین صاحب انصاری متعلم کلیہ نظامیہ	〃	〃
۱۵	مولوی شبیر علی خاں صاحب	〃	〃
۱۶	مولوی سید حیدر بادشاہ صاحب قادری زرین کلاہ	〃	〃
۱۷	مولوی حافظ محمد عبدالشکور صاحب	〃	〃
۱۸	مولوی سید محمد احمد صاحب	〃	〃
۱۹	مولوی سید قطبی حسینی صاحب	〃	〃
۲۰	مولوی میر محمد علی صاحب	〃	〃
۲۱	مولوی سعید محمد خاں صاحب	〃	〃
۲۲	عزیزالنساء بیگم صاحبہ	〃	〃
۲۳	مولوی مرزا غلام محبوب بیگ صاحب امیدوار دائرۃ المعارف	〃	〃
۲۴	مولوی محمد عزیزالدین صاحب وکیل ہائیکورٹ	〃	〃
۲۵	مولوی محمد محی الدین صاحب	نسخ	〃
۲۶	مولوی حافظ محمد حسین صاحب	نستعلیق	〃
۲۷	مولوی حامد علی صاحب	〃	〃

آخر میں کمیٹی نے اپنے اس یقین کو بھی ظاہر کیا کہ فن کو زندہ رکھنے اور اس کے توسیع کی طرف خطاط اصحاب بیش از بیش توجہ کریں گے تاکہ آئندہ سال اس سے بڑھکر مظاہرہ ہوسکے، مولوی سید عثمان قادری صاحب متعلم فاضل اور مولوی شیخ احمد صاحب نحوی نے اردو عربی میں جامعہ نظامیہ سے خطاب کے عنوان پر طبعزاد نظمیں سنائیں۔ آخر میں جناب صدر نے مولوی محمد ہبۃ اللہ صاحب (نظامیہ) مولوی محمد عبدالرحمن صاحب کامل (نظامیہ) اور دیگر قرا صاحبان کی قراءت پر مختصر تبصرہ فرماتے

ہوئے اظہار خوشنودی فرمایا اور مولوی محمد عبدالواحد صاحب اویسی کی پیشکردہ تحریک پر اظہار ہمدردی فرماتے ہوئے اپنی کامل تائید کا حاضرین کو یقین دلایا۔

معتمد مجلس علماء کی تقریر مولوی سید بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) معتمد مجلس علماء دکن نے منجانب جامعہ نظامیہ محترم صدر اور معزز حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا دمجھے اس کا یقین ہے کہ آپ حضرات کی یہاں تشریف آوری اور بڑی رات تک جامعہ کے اس علمی جلسہ میں شرکت فرمائی رسمی شکریہ سے بہت بالا تر ہے حق تعالیٰ ہی آپ کو اس کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائیگا۔ حاضرین اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ نظامیہ کا فیض شرق و غرب میں چھیلا اور علمائے ربانین کی جماعتیں یہاں سے تیار ہو ہو کر اقطاع عالم میں فیض بخش اور فیض رساں ہوئیں اور شیخ الشیوخ حضرت علامہ شاہ محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی مدظلہ العالی کے فیض سے بھی آج بہت سے طلباء مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور اب اس جامعہ کے شیخ الشیوخ ہیں۔ الہٰی یہ سلسلہ فیض دراز ہو، حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ برکات عثمانی کا فیض اتم ہے جو مختلف طریق سے جاری و ساری ہے۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں بانئ جامعہ نظامیہ حضرت فضیلت جنگ بہادر پر جن کی خلوص نیتی کی یہ عظیم الشان برکت ہے کہ آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا، اس بحر علم سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ آخر پر سلطان العلوم شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حضور کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر دیرگاہ سلامت رکھے۔ حضرات شہزادگان بلند اقبال اور خانوادہ آصفی زیر سایہ حضرت آصف سابع پھلے پھولے شاد و آباد رہے اور سلطنت آصفیہ کا فیض تا ابد جاری و ساری رہے۔ طلبہ دار الصنائع کے ختم ترانہ پر جلسہ برخاست ہوا۔

فہرست کتب قلمیہ متعلقہ کتب خانہ امداد المعارف جامعہ نظامیہ

نمبر سلسلہ	نمبر کتاب	نام کتاب	زبان	فن	نام مصنف	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۲۳۶	ریاض القدس	فارسی	تفسیر	شیخ نظام الدین بن عبدالشکور العمری التانیسری	
۲	۲۴۳	تفسیر سورۂ تبارک	"	"	حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ	
۳	۲۴۴	تفسیر آیۂ نور	"	"	عبدالحق بن سیف الدین	

۴	۲۴۵	مصباح العاشقین	فارسی	تفسیر	شیخ بہاؤ الدین محمود بن ابراہیم بن قاضی حمید الدین ناگوری
۵	۲۰۵	قواعد القرآن	"	تجوید	محمد بن خدا داد سمرقندی
۶	۲۵۵	اعمال عربی	عربی	وظائف و ادعیہ	
۷	۱۶۷	جمع الفوائد من جامع الاصول مجمع الزوائد جلد اول	"	حدیث	مولٰنا الشیخ محمد بن سلیمان المغربی المالکی
۸	۱۶۸	" " جلد ثانی	"	"	"
۹	۱۶۹	تسہیل السبیل فی کشف الالتباس عما دار من الاحادیث بین الناس	"	"	علامہ غرس الدین الخلیلی
۱۰	۱۷۲	مجموعہ رسائل	اردو	"	الحافظ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی رح
۱۱	۲۳۶	نور العین فی بیان المذہب لوسط بین المذہبین	فارسی	"	عبد الباسط بن رستم علی اصغر القنوجی
۱۲	۲۸۷	چہل حدیث قدسیہ و ترجمہ چہل سور توریت	"	"	نور الدین محمد ابن ابی القاسم حبیب اللہ الواعظ الاصفہانی
۱۳	۳۰۱	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول	عربی	"	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری
۱۴	۳۰۲	" " ثانی	"	"	"
۱۵	۱۲۷	رسالہ در بیان صید	فارسی	فقہ	حسین الحسنی الطیبی المخاطب بلسان
۱۶	۱۴۴	فتاوی ابراہیم شاہی	عربی	"	احمد بن محمد ملقب بہ نظام کیکانی
۱۷	۱۴۵	خزانۃ الرودریہ	"	"	قاضی جگن ہندی
۱۸	۱۵۴	خلاصۃ الفتاوٰی	"	"	شیخ طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری
۱۹	۱۹۲	فتاوی سراجی	"	"	سراج الدین الاوشی
۲۰	۱۹۸	کنز العباد	عربی	فقہ	علی بن احمد الغوری
۲۱	۲۲۴	شرح الوہبانیہ	"	"	کمال باشازادہ
۲۲	۲۲۸	شرح زاد الفقیر المسمی باعانۃ الحقیر	"	"	شیخ محمد الغزی التمرتاشی
۲۳	۳۰۶	محیط سرخسی جلد اول	"	"	محمد بن محمد الملقب برضی الدین سرخسی
۲۴	۳۰۷	" جلد ثانی	"	"	
۲۵	۳۹۲	رسالہ صیدیہ	فارسی	"	شیخ محمد علی بغدادی
۲۶	۵۰۰	روضۃ الاسلام منظوم	اردو	"	

۲۷	۵۰۶	ریاض النسوان	اردو	فقہ	مفتی بدر الدولہ مرحوم مدراسی	
۲۸	۵۱۰	رسالہ در شرائط اداب نماز	"	"	محمد باقر بن محمد تقی	
۲۹	۳۶۶	مظہر العجائب	"	تصوف	.	
۳۰	۳۶۸	شرح ادلۃ التوحید	عربی	"	علی المہاسمی	
۳۱	۳۸۸	شمائل اتقیا	فارسی	"	رکن الدین عماد مرید خواجہ برہان الدین غریب	
۳۲	۳۹۳	یکصد مکتوبات حضرت یحیی منیری	"	"	شرف الدین یحیی منیری رح	
۳۳	۳۹۴	تجلیات رحمانی	"	"	سید علی محمد ابن سید عبد الرحمن بن سید محمد الحسینی	
۳۴	۳۹۹	کشف المحجوب	"	"	شیخ علی بن عثمان الجلالی الہجویری	
۳۵	۴۰۰	زبدۃ الحقائق	"	"	عین القضاۃ ہمدانی	
۳۶	۴۰۱	مشکات الاسرار	"	"	شیخ آدم بنوری قدس سرہ	
۳۷	۴۴۴	شرح لمعات	"	"	شیخ نظام الدین تانیسری رح	بر لمعات شیخ فخر الدین ابراہیم الہمدانی المشہور بالعراقی
۳۸	۴۶۵	مرج البحرین	"	"	عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی	
۳۹	۵۲۶	روائح فی حل کمالات اللوائح	"	"	محمد شریف ابن نظام الدین العلوی الہروی رح	
۴۰	۵۳۶	حدیقۃ الحدائق	"	"	ابو المجد مجدود الدین بن آدم	خوشخط مطلا
۴۱	۵۳۷	حاشیہ بر دقائق لوائح	"	"	عبد الملک بن عبد الغفور انصاری	
۴۲	۵۵۱	محیط اعظم	"	"	مرزا عبد القادر بیدل	
۴۳	۶۲۲	کنز الرموز	"	"	مولانا میر حسین سادات قدس سرہ	
۴۴	۶۵۲	شرح اخلاق جلالی	"	اخلاق	محمد یوسف علی	سنہ وفات مصنف [illegible]
۴۵	۶۵۳	لمعات نجم الہدی	"	"	سید محمد واله	
۴۶	۶۵۹	تذکرۃ الفوائد	"	"	.	
۴۷	۶۸۴	آداب المتعلمین	فارسی	اخلاق	.	
۴۸	۹۷	دیوان قاسم	"	دواوین	قاسم	
۴۹	۱۱۸	دیوان حافظ مصور	"	"	خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی	

۵۰	۱۶۰	دیوان طالب کلیم	فارسی	دواوین	ابوطالب کلیم ہمدانی
۵۱	۱۶۵	دیوان چندا	اردو	"	ماہ لقا بائی چندا
۵۲	۲۶۴	چہار عنصر بیدل	فارسی	ادب	مرزا عبد القادر بیدل
۵۳	۳۶۰	دیوان قتیل	"	دواوین	مرزا محمد حسین قتیل
۵۴	۵۹۶	دیوان اعظم	"	"	•
۵۵	۶۶۰	مثنوی رنج	"	"	•
۵۶	۶۶۴	دیوان سرخوش	"	"	•
۵۷	۵۸۳	دیوان خواجو	"	"	•
۵۸	۶۴۸	دیوان ایجاد	"	"	نقد علی قاچار
۵۹	۶۴۹	دیوان امانت	اردو	"	سید آغا حسن لکھنوی
۶۰	۶۵۰	شرح مشکلات مکاتیب ابو الفضل	فارسی	ادب	محمد اعظم لکھنوی
۶۱	۶۵۱	شیرین فرہاد	"	دواوین	مولانا وحشی
۶۲	۶۵۴	دیوان غنی کشمیری	"	"	ملا محمد کاشمیری
۶۳	۶۷۳	دیوان حیا	اردو	"	مرزا محمد رحیم الدین حیا
۶۴	۶۷۴	محیط اعظم ساقی نامہ	فارسی	"	مرزا عبد القادر بیدل
۶۵	۶۸۱	مجموعہ قصائد	"	ادب	عین القضاۃ ہمدانی، مولوی باقر آگاہ مرزا طوفان، لچھمی نرائن وغیرہ
۶۶	۶۸۲	دیوان آصفی قہستانی	"	دواوین	خواجہ آصفی تلمیذ عبد الرحمن جامی
۶۷	۶۸۴	کلیات ثنائی	"	"	
۶۸	۲۰	مکاتیب آصفجاہی	"	انشاء	موسوی خاں جرارت
۶۹	۶۱	کرامات الاولیاء	"	سیر	نظام الدین احمد بن محمد صالح الصدیقی الحسینی
۷۰	۲۲۱	تاریخ قطب شاہی	"	تاریخ	محمد قادر خاں منشی ساکن بیدر
۷۱	۲۰۸	تاریخ قطب شاہی دکن علی عادل شاہ	"	"	نور اللہ ابن قاضی سید علی محمد الحسینی
۷۲	۵۳۶	تذکرہ خزاں و بہار	"	"	غلام مصطفیٰ المتخلص بہ سخن

۷۳	۳۹۷	وقائع ایام محاصرہ دارالجہاد حیدرآباد	فارسی	تاریخ	نعمت خاں عالی مرزا محمد حکیم فتح الدین	
۷۴	۳۹۲	روزنامچہ عالمگیری۔ عالمگیر نامہ	″	″	محمد کاظم	
۷۵	۵۰۴	مرآۃ الخیال	″	″	شیر خاں لودھی	سنہ تالیف ۱۱۰۲ھ
۷۶	۱۸۹	تنقیح الاخبار	″	″	•	
۷۷	۱۴۶	محاضرات الاوائل ومسامرۃ الاواخر	عربی	″	علاؤ الدین ددہ السکتواری البسنوسی	
۷۸	۱۴۷	ربع مسکون	فارسی	″	افلاطون حکیم	
۷۹	۴۳۶	تحفۃ الاخبار تاریخ کرناٹک	″	″	غلام حسین میر منشی دارالانشاء	
۸۰	۷۱	تذکرہ سالار جنگ	″	تذکرہ	موتمن الدولہ	
۸۱	۵۱۲	تذکرہ طاہر	″	″	مرزا طاہر	
۸۲	۱۸۱	خزائن الامثال	اردو	لغت	حافظ میر شمس الدین محمد المتخلص بہ فیض	
۸۳	۱۵۳	خزینۃ الاحکام	فارسی	قیافہ	•	
۸۴	۱۹۰	الوان نعمت	″	طباخی	کاتب محمد قاسم ویلوری در سنہ ۱۳۰۲ھ	
۸۵	۴۱	رسائل مختلفہ قلمیہ	فارسی عربی	متفرق	•	

یوم تاسیس کے متعلق ملک کے اہل الرائے حضرات کی رائیں

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ سے متعلق ملک اور بیرون ملک کے اہل الرائے حضرات اور مدیران اخبارات نے مختلف حیثیتوں سے اظہار خیال فرماتے ہوئے انجمن کے اس اقدام کو مستحسن نظروں سے دیکھا اور یہ توقع قائم کی کہ جامعہ نظامیہ کی اصلاح سے مسلمانان دکن کی اصلاح اور ترقی ایک منتظم طریقے سے ہو سکیگی۔ اس خصوص میں جناب مولوی سید احمد محی الدین صاحب مدیر رہبر دکن کی رائے خاص اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے۔

اس مرتبہ دوسری بار مدرسۂ نظامیہ کے طلبہ قدیم نے یوم تاسیس نظامیہ بڑے جوش اور بڑی سرگرمی سے منایا اس کے تین اجلاس تین روز تک علی الترتیب نواب مرزا یار جنگ بہادر صدر المہام عدالت و مذہبی، مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب منتخب رکن ہائیکورٹ اور نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام سیاسیات و تعلیمات کی صدارت میں مدرسۂ نظامیہ ہی میں منعقد ہوئے ان اجلاسوں کے حسن انتظام اور باقاعدگی نے یہ ثابت کر دیا کہ ہماری پرانی اور دینی تعلیم بھی انسانوں کو اس جدید سلیقہ سے محروم نہیں کرتی جو ایسے اجلاسوں کے انعقاد میں جدید تعلیم یافتہ برتا کرتے ہیں۔ البتہ یہاں کرسیوں کے بجائے

فرش کا انتظام تھا اور اس سے ہماری مشرقی تہذیب زیادہ نمایاں ہو رہی تھی خطبہ ہائے صدارت بہت دلچسپ اور رہنمایانہ تھے اور ان میں اسلامی اور مشرقی علوم کی قدر و قیمت کا اعتراف کیا گیا اور ان کے احیاء و نشر کی حمایت کیگئی اور بعض نہایت قیمتی اور محققانہ مقالے بھی ان اجلاسوں کے موقع پر پڑھے گئے جن سے قدیم علوم مشرقیہ کی افادت اور خاص کر انسان سازی پر ان کے اثر کا پتہ چل رہا ہے۔

مدرسۂ نظامیہ۔ مولنا انوار اللہ نواب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور کی یادگار ہے اور آپ کی زندگی میں ہمارا علوم دینیہ اسلامیہ کا ایسا مرکز رہا ہے کہ دُور دُور سے بیرون ہند سے بھی طلبہ یہاں آتے اور اپنے ذہن و روح کی پیاس بجھا کر چلے جاتے تھے۔ معتمد انجمن مولوی ابوالخیر کنج نشین صاحب نے یوم تاسیس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس دینی درس گاہ سے ساٹھ سال کے عرصہ میں

"دکن، ہند اور مختلف بلاد اسلامی سے ۵ ہزار سے زائد افراد فیضیاب ہوئے ہیں۔"

اور ایسے شاندار نتائج صرف علی الاوسط ایک ایک ہزار روپیہ ماہوار خرچ سے حاصل کئے گئے ہیں جس میں

"چار سو سے ایک سو طلبہ کے طعام، لباس وغیرہ کے اخراجات بھی شامل ہیں"

مگر نواب صاحبؒ کی وفات کے بعد سے اس فیض رسانی میں بڑی کمی ہو گئی ہے اور بانیان جلسہ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو پھر اپنے اصلی مقام پر پہنچا دیں اگرچہ اب بھی یہ علوم اسلامیہ اور اسلامی ثقافت کا اتنا بڑا محافظ ہے کہ علامہ محمد علی الحوانی نے جو سارے اسلامی ممالک کا دورہ کر چکے اور علوم جدیدہ و قدیمہ کے ایک مسلمہ استاذ ہیں ہماری درسگاہ نظامیہ کو حیدرآباد کا جامعہ ازہر کہا اور حیدرآباد کی مسلمانوں کی پابندیٔ مذہب کی جو اسی مدرسہ کے طفیل میں ہے بڑی ستائش کی ہے آپ کو جتنا اسلام یہاں ملتا ہے ممالک عربیہ میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔

علوم دینیہ اسلامیہ کا انسان سازی میں اتنا بڑا دخل ہے کہ کوئی مسلمان ہو یا نہ ہو مگر آدمیت سے جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ وہ ان علوم کے فیض کے زیر اثر دکھائی دیتا ہے۔ خواہ اس کو اس کا اعتراف ہو کہ نہ ہو، اور یہ کوشش کہ اس مدرسہ کی کارکردگی کو پھر اس کے اصلی معیار پر قایم کر دیا جائے۔ بڑی محمود کوشش ہے اور بغیر ایسے جلسوں کے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

مولوی سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علماء دکن نے اس کے اجلاس میں ایک قرارداد اس مضمون کی پیش کی کہ اس مدرسہ کو جامعہ کا درجہ دیا جائے اور سارے علوم مشرقیہ بھی علوم دینیہ کے ساتھ پڑھائے جائیں چنانچہ آپ کی تحریک یہ ہے :-

"جامعہ نظامیہ میں اپنے وسیع مقاصد کے تحت مشرقی اور مذہبی علوم کے جدید مستقل شعبے قایم کئے جائیں"

"جس طرح کہ مصر میں جامعہ مصریہ کی موجودگی میں جامعۂ ازہر میں مختلف کالج اور شعبے قایم کئے گئے ہیں۔"

شکر ہے کہ یہ تحریک بہت ہی خفیف سی مخالفت کے بعد تقریباً باتفاق آراء منظور ہوگئی اور نواب مرزا یار جنگ بہادر کی تحریک پر جو اس تخیل کو پسند فرماتے تھے ایک مجلس اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مقرر ہوگئی۔

امید ہے کہ یہ مجلس پورے جوش و خروش سے کام کرکے ایک مناسب رپورٹ تیار کرے گی جس کو ملک اور حکومت کے آگے پیش کرکے درسگاہ نظامیہ کو ایک جامعۂ نظامیہ کی صورت میں لانے کی اپیل کیجا سکیگی جیسا کہ نواب مرزا یار جنگ بہادر نے تشکیل مجلس کی تحریک پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا بلاشبہ ہمارے پاس ایک جامعہ عثمانیہ بڑے بھاری اخراجات کے ساتھ قائم ہے اور وہاں کچھ علوم دینیہ کا بھی انتظام ہے مگر وہاں سب کچھ جدیدہ ہی پڑھائے جاتے ہیں اور ہم کو بندگانِ اقدس کے دَورِ معارف پروری میں ایک ایسی جامعہ کی بھی ضرورت ہے جو خالص علوم مشرقیہ کے ذریعہ جن میں عجیب و غریب نوادر معارف کے خزائن ہیں ہماری دینی اور مشرقی سیرت کی کما حقہ حفاظت کرسکے۔

منتخب رُباعیات

از حضرت امجد

دل رات کا مشغلہ ہے رونا دھونا
عشاق کا کام کیا ہے رونا دھونا
اشکوں سے گنہ کے داغ دھلجاتے ہیں
کیا خوب محاورہ ہے رونا دھونا

تا جاں دارم بجانِ جاناں نزدیکم
تا دل دارم بدلستاں نزدیکم
نقشِ قدمم خود نگرو یادم کن
ہر جا باشم ہایں نشاں نزدیکم

۲۔ از جناب حکیم سید ابوالنظر صاحب رضوی

دل نوازی اک خیال خام ہے
فطرت ساغر صلائے عام ہے
اب نہ ساقی ہے نہ کوئی جام ہے
اٹھ گئی محفل خدا کا نام ہے
بربطِ احساس نازک چیز ہے
بانگ گل تو تلخی دشنام ہے
اعتبار رنگ و بو سے کیا غرض
ہستی گل سیلِ مے کا نام ہے
ہر نگہ میں ہے نمود سیمیا!
ہر نفس میں راز صبح و شام ہے
خفتۂ روز ازل ہے بخت کیا!
جو صبح سے شام تک بھی شام ہے
آ مُٹھ رہی ہے موج مے لیکن ہنوز
ذرہ ذرہ تشنۂ یک جام ہے
انقلاب زندگی ہے زندگی
موت دل کی خستگی کا نام ہے
ہو گیا وقفِ جنوں ہر ہر نفس
کیا شعور زیست اس کا نام ہے
معنیٔ صد زندگی حسن عمل
جس کا ہر آغاز خود انجام ہے
صبح اختر کائنات انقلاب
شام اختر خلد ہر ہر گام ہے

(برہان)

جامعۂ نظامیہ سے خطاب

از مولوی سید اشرف علی صاحب مولوی کامل (نظامیہ) اشرف مفتی صدارت العالیہ سرکار عالی

کروں کیونکر نہ ادس کا شکر جس کا فضل شامل ہے | ہمارے مدرسہ کو امتیاز خاص حاصل ہے
دکن بھر میں اسی جا درس فاضل اور کامل ہے | یہ جا خالص علوم ملتِ بیضا کی حامل ہے

بہت سے مدرسے ہیں اور اون کی خاص عظمت ہے
مگر کچھ اور ہی اس چار دیواری کی شہرت ہے

تمہیں کچھ یاد ہے اے طالبعلمو کہاں تم تھے؟ | زمیں تک آسماں بن جاتی تھی جائے جہاں تم تھے
ریاست کے خزانے کیلئے بارِ گراں تم تھے! | کبھی وہ دن بھی تھے بتیس دانتوں میں زباں تم تھے

کوئی کہتا یہاں کی قدر کچھ جانی نہیں جاتی
کوئی کہتا دفاتر میں سند مانی نہیں جاتی

کسی دل کی تمنا تھی یہ ضم ہو جائے تو اچھا | کم از کم خرچ اس کا کم سے کم ہو جائے تو اچھا
پرانی شاخ ہے سر اس کا خم ہو جائے تو اچھا | کہیں ارمان تو یہ تھا قلم ہو جائے تو اچھا

یہاں پڑھ کر بہت کی کوششیں امیدواروں نے
عوام الناس نے سمجھا نہ مانا عہدہ داروں نے

مگر تم کو سنبھالا آصف سابع کی طاقت نے | کرم فرما رہا راعی نہ کی پروا رعیت نے
دکھایا آخرش اپنا اثر شاہی عنایت نے | توجہ رفتہ رفتہ بعد کی ارکان دولت نے

علی الاعلان کہتے ہیں سنو ایمان کی ہم سے
بقاء اپنی اگر تم پوچھتے ہو ہے اسی دم سے

وہ دن کچھ اور تھے لیکن سنواب اور نقشہ ہے | قدوم باغباں کو باغ کے کانٹوں نے تاکا ہے
حفاظت کا صلہ ہے پرورش کا یہ نتیجہ ہے | رواداری کا ہے انجام نگرانی کا بدلہ ہے

یقیناً فرق ہوتا ہے بہت اپنے پرائے میں
پھر آخر خار ہیں گو لاکھ ہیں پھولوں کے سائے میں

ارادہ گر دکا یہ ہے کہ بھر دے چاہِ کنعاں کو | ہوائیں چاہتی ہیں سلے اڑیں مہر درخشاں کو

تخیل بادلوں کا ہے دبائیں ماہ تاباں کو | نگاہیں تک رہی ہیں اپنی ملت کے نگہباں کو
نظامیہ کے بچو وقت پر سر تک فدا کرنا
نظام الملک کے حق نمک کو یوں ادا کرنا

نہ جانو یہ کہ ہم کیا ہیں ہماری جاں نثاری کیا | ہماری ہمتیں کیا ہیں حقیقت ہی ہماری کیا
ہمارا زور ہی کتنا ہماری بیقراری کیا | ہماری عقل ہی کتنی ہماری ہوشیاری کیا
نہیں یہ انکساری بلکہ پستی کی علامت ہے
اگر قادر کے بندے ہو تو کچھ تم میں بھی قدرت ہے

سر پر آرار جو ہو جائے خداوند مجازی ہے | چلے مسجد میں اور سر خاک پر رکھدے نمازی ہے
ضرورت پر جو میداں میں نکل آئے تو غازی ہے | یہی تو خاص شان امت شاہ حجازی ہے
مسلماں چاہئے نازاں جس قدر بھی ہو بجا ہی ہے
خدائے پاک کا بندہ محمد کا سپاہی ہے

وہ کیا پوشاک بدلے جس سے دامن سِل نہیں سکتا | جو پیل مست ہے غازی کہ جیسا پل نہیں سکتا
مصیبت میں مزا عیش و طرب کا مل نہیں سکتا | ہے پسے پتھر تو اوڑ سکتا ہے ورنہ ہل نہیں سکتا
جو اپنے دین پر مٹ جائے دنیا اوسکی باندی ہے
سمجھ لو آگ پر پارہ جو قائم ہو تو چاندی ہے

جسے دنیا سے دُوری ہو اوسی دل میں صفائی ہے | سیاہی غور سے دیکھو تو خاصی روشنائی ہے
ہمیشہ بے دلوں نے اپنی قسمت آزمائی ہے | امیروں کو فقیروں ہی نے راہِ حق دکھائی ہے
پھٹے کپڑوں میں اکثر جذبۂ اسلام بستا ہے
غریبوں ہی کی سانسوں میں خدا کا نام بستا ہے

یہ کس کے طعن سے جذبات کا عالم بھڑک اُٹھا | یہ کن لوگوں نے حرکت دی کہ جوہر تھا چھلک اُٹھا
دلِ مومن میں لو ایماں کا شعلہ بھڑک اُٹھا | اندھیرا حد سے جب بڑھنے لگا تارا چمک اُٹھا
وفاداری کی پچھلی داستانیں یاد آتی ہیں
جو وہ رہ کر ہمارے خون کو گردش میں لاتی ہیں

بہت اخلاص سے پڑھتے تھے اخلاص و تملق بھولے | شریعت اور طریقت کے کتابوں کے ورق بھولے

نہیں امن و اماں جس روز سے قانون حق بھولے | بخار آنے لگا جب سے بخاری کا سبق بھولے
ہماری غیر حالت اور غیروں کی بن آئی ہے
ہمیں نے اپنے ہاتھوں سے یہ گت اپنی بنائی ہے

رہے قائم صدوسی سال جو سرکار ہے اپنا | معاون ہے مدد ہے مونس و غمخوار ہے اپنا
اگر احساس رکھتے ہو تو بیڑا پار ہے اپنا | دکن کا شاہ اسلامی سپہ سالار ہے اپنا
ہمیں تیڑھی نظر سے دیکھ لے یہ کس کی قدرت ہے
خدا رکھے سروں پر آصفی سایہ سلامت ہے

الٰہی گرنے والوں کو سنبھلنے کا سلیقہ دے | پرستارانِ ملت میں وفاداری کا جذبہ دے
حقیقت بیں انہیں اشرف بنا اور اپنا سودا دے | جو صدیوں پیشتر تھی پھر وہی تقدیر چمکا دے
شریک بزم ہو کر مذہبی جلسوں میں رہتے ہیں
فرشتے بھی دعاؤں پر مری آمین کہتے ہیں

فغان مسلم

از جناب ہادی مچھلی شہری

نہ وہ ذوقِ کلیمانہ نہ وہ اندازِ رندانہ | تری ہستی اب اک ہنگام بے کیف پیمانہ
دلِ حیراں سے ترے مٹ گیا احساس حریت | کہاں ہے اب وہ شمع طور تو جس کا تھا پروانہ
حقیقت آشنا آنکھیں تری وہ نور کھو بیٹھیں | کہ جس کے دم سے روشن تھا ترے دل کا سیہ خانہ
کبھی پیر مغاں میخانۂ عالم کا تھا تو تھا | مگر اب یاد تک تجھ کو نہیں اندازِ رندانہ
ترا نشہ خمار آلود ہو کر رہ گیا آخر | تجھے حاصل نہیں اب ایک ٹوٹا سا بھی پیمانہ
تجھے اہل وفا نے بھی بھلا یا کیا قیامت ہے | تری ہر شئی نظر آنے لگی ان کو حریفانہ
ترا دل ہو گیا نا آشنا اللہ اکبر ہے | نہ وہ شب زندہ داری ہے نہ وہ کیف صبا حانہ
غضب کی کشمکش میں پڑ گیا تو کم نگاہی سے | کبھی عزم کلیسا ہے کبھی ہے قصد بتخانہ
شراب شوق معنی رائیگاں ثابت ہوئی تجھ پر | نہ آنکھوں میں سرور دل نہ دل میں کیف پیمانہ
جسے توحید کی دل میں امانت تو سمجھتا تھا | تری غفلت سے ٹکڑے ہو گیا وہ دُر یکدانہ
مسلماں ہے مگر اسلام سے مطلب نہیں تجھ کو | تجھے اب کیا کہیں ہم تو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ
تجھے اس قید آب و گل میں ڈالا ایک دانے نے | کبھی سدرہ ترا اے طائر بے پر تھا کاشانہ
تو سب کچھ ہو کے پھر کچھ بھی نہیں رنگ طبیعت سے | بتا ہم تجھ کو کیا سمجھیں نہ دیوانہ نہ فرزانہ
ترے مسلک کا کچھ اندازہ ہی ہوتا نہیں ہادی
نہ صورت تیری رندانہ نہ دل تیرا فقیرانہ

جامعہ نظامیہ کا ماضی و حال

جناب مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب فاضل (نظامیہ) رکن عدالت العالیہ وصدر یوم تاسیس جامعہ نظامیہ نے اجلاس دوم منعقدہ ۱۹ - ذی الحجہ م ۱۰ ر خوردادی ۱۳۵۰ف کی صدارت فرماتے ہوئے ایک بصیرت افروز خطبہ صدارت پڑھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔ (مدیر)

محترم علماء دین ! اور قابل عظمت طالبان علم !! و معزز حضرات !!! اللہ تعالی کے فضل سے مجھے آج یہ عزت ملی ہے کہ آپ سے مخاطبت کا شرف حاصل کرسکوں ۔ اس مخاطبت کو ادبی نقطہ نظر سے دلچسپ بنانے کے خیال کو میں نے عمداً نظر انداز کردیا ہے ۔ میرے پاس اس کی وجہ یہ ہے کہ الفاظ کی ظاہری دلچسپیاں اپنی جانب زیادہ توجہ مائل کرتی ہیں، اور اصلی منشاء مفقود ہوجاتا ہے ۔ مجھے اس وقت حجاب لاحق ہو رہا ہے کہ میں آپ کے روبرو علماء کے لباس کی کم از کم نقالی تک کرنے کی اپنے میں جرات نہیں پاتا ۔ اس وقت آپ اس کو نہ دیکھئے کہ کون کہہ رہا ہے، اس پر خاص توجہ مبذول فرمائیے کہ کیا کہہ رہا ہے آپ کے اس اجتماع کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ اس جامعہ نظامیہ کی ابتدائی حالت دیکھیں، اور اس کے بہار کے حالات کا مطالعہ کریں اور اس کے تنزل اور گری ہوئی حالت پر افسوس، غم و رنج کا اظہار کرکے خاموش نہ بیٹھے رہیں، بلکہ اس تصور کو سامنے رکھکر کہ اگر یہی حالت چندروز اور رہی تو خاکم بدہن وہ مقام جہاں سے طالبان علم دین حصول علم کے بعد رحمت کے فرشتوں کے پروں کو روندتے ہوئے گزرا کرتے تھے ۔ اپنے ابتدائی اوراق کو نہ الٹ دیئے ۔

اس مدرسہ کی ابتداء ۱۲۹۲ھ میں اس طرح ہوئی کہ کچھ اللہ کے بندوں نے جن کے دل میں مسلمانوں کا درد تھا محض دینی تعلیم کیلئے قایم کیا ، اور اہل خیر کی امداد سے ۱۳۰۸ھ تک طلبہ کو دینی تعلیم دیجاتی رہی ۔ مدرسہ نہایت ہی معمولی حالت میں تھا اور یہ ابتدائی زمانہ ایسا تھا جس کے متعلق بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ محض اہل کرم کی عنایات کا مورد تھا اور طالبان علم دین کو ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا ۔

۱۳۰۹ھ میں حضرت مولوی محمد انوار اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خاص توجہ مبذول ہوئی اور حضرت مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ۱۳۰۹ھ میں مدرسہ کے نام (صہ) امداد منظور ہوئی ۔ اس کے بعد ۱۳۱۰ھ سے (ما) ملتے رہے ۔ ۱۳۱۴ھ میں (ماء) کا اضافہ ہوا ۔ ۱۳۱۵ھ میں حضرت ممدوح کی خاص توجہ و تحریک کے باعث حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ نے (صماء) کا اضافہ فرمایا ۔ اس طرح (للعہ) ماہانہ جاری رہے ۔

۱۳۳۰ھ میں مولانا ممدوح نے پیشگاہ اقدس و اعلی اعلحضرت سلطان العلوم کی توجہ عالی کو مبذول کرایا اور شاہانہ فیاضی اور مراحم خسروانہ سے (الـ ۱۰۰۰) کا اضافہ فرمایا ۔ اس طرح دو ہزار ماہوار جاری ہوئے اور نواب صدر یار جنگ بہادر کے عہد میں مزید پانسو کا اضافہ ہوا ، اس طرح اس دینی مدرسہ کی موجودہ ماہوار ڈھائی ہزار قرار پائی ۔

حضرت ظل سبحانی کی ان علمی فیاضیوں سے جو بلا امتیاز قوم و ملت جاری ہیں خصوصاً اہل اسلام نہ صرف شکر گزار ہیں بلکہ دست بدعا ہیں کہ ہمارے آقائے ولی نعمت اور ان صاحبزادگان بلند اقبال کے عمر و اقبال میں حق تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے، ان کو دیگر جلوہ افروز سریر سلطنت رکھے ان کی ذات والاصفات سے دین متین کو تقویت پہنچے اور مسلمانوں کو عزت حاصل ہوتی رہے۔ آمین۔

۱۳۲۳ھ ف میں (۳۱۲) طلبہ کے طعام و لباس کا مدرسہ کفیل تھا اور (۳۰۹) طلبہ ایسے تھے جو صرف تعلیم پاکر اپنے گھر جایا کرتے اس طرح جملہ طلبہ کی تعداد (۶۲۱) تھی، اوسط حاضری روزآنہ (۵۲۵) کی تھی اور یہ عروج کا زمانہ تھا۔

طلباء افغانستان، جاوا، بنگال، بخارا، ترک، چین، عرب سے آتے اور اس مدرسے سے بعد تحصیل علم دستار فضیلت باندھے علم دین کی خدمت کیلئے دنیا میں پھیل جاتے تھے۔

حضرت مرحوم کی رحلت کے بعد اس کے بہار کی کیفیت کچھ عرصہ تک باقی رہی، مگر وہ روح جو کام کر رہی تھی مفقود تھی، اور قریب تھا کہ ہم مسلمانوں کے جمود کی کیفیت اس مدرسہ کو متاثر کرے کہ حضرت سلطان العلوم کی مبارک توجہ کا سبب تھا کہ حضرت مرحوم کے بعد مدرسہ کی میر مجلسی پر نواب صدر یار جنگ بہادر سابق صدر الصدور مسرکار عالی کو مامور فرمایا جنکی صدارت چند سال تک رہی اور بعد از اں مولوی حافظ محمد احمد صاحب مفتی عدالت العالیہ میر مجلس مدرسہ قرار پائے اور ۱۳۲۳ھ م ۱۳۳۳ف میں ایک ضابطہ مدرسہ نظامیہ نافذ کیا گیا جس میں مدرسۂ نظامیہ کے اغراض و مقاصد اور انتظام مدرسہ سے متعلق قواعد منضبط کئے گئے۔ حضرت ممدوح کی سرپرستی میں یہ مدرسہ روایات قدیمہ کو قدرے تنزل کے ساتھ باقی رکھا مگر مفتی صاحب مرحوم کے بعد یہ مدرسہ نہایت ہی سرعت کیساتھ تنزل پذیر صورت اختیار کی۔ اور آج آپ یہ نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ اس مدرسہ میں ۱۳۲۳ھ ف میں (۶۲۱) طلبہ تھے۔ اب بہت ہی کم طلبہ مشکل سے نظر آتے ہیں، اور منتہی طلبہ دو تین یا چار پانچ سے زیادہ نہیں ہیں۔

حالانکہ اس مدرسہ میں بھی مدرسہ کو امداد دیجاتی تھی جواب دیجاتی ہے، اس وقت بھی اسی قدر اساتذہ تھے جو اب ہیں، وہی اسباق ہیں، وہی زمین ہے، وہی مکان ہے، وہی مقام ہے۔ مگر یہ تغیر کیوں؟ یہ پستی یہ تنزل کی کیا وجہ؟ یہ نزعی حالت کیوں پیدا ہوگئی؟ اس کے کیا اسباب ہیں؟ کیا وجوہ ہیں؟ اس پر غور کرنا اور اُن خامیوں و کمزوریوں کو دُور کرنا ہمارا اولین کام ہے۔ وہ کیا اصولی غلطی ہو رہی ہے جو تاریک صورت رونما ہے۔ اس کو دور کرنا ہمارا پہلا فرض ہے۔

طالبان علم بلخ و بخارا، چین و جاوا، عرب و ہندوستان اور دنیا کے کناروں سے علم کے شوق میں کسب علم کے لئے مدرسۂ نظامیہ میں آتے ہیں مگر صد حسرت کہ یہ جامعہ نظامیہ کے موجودہ قواعد میں خامی ہونیکے باعث ان طلباء کو اپنے دامن فیض میں نہیں لیتا، فیض کا دریا بہہ رہا ہے، مگر موجودہ قواعد کی خرابی ان پیاسوں کو پانی کا ایک قطرہ نہیں دیتی، اور تشنہ کام واپس کرتی ہے ادھر طالبان علم دین فیض علم سے محروم ہو رہے ہیں، اور اُدھر عالمان دین کو لب کشائی کی اجازت نہیں دیجاتی۔

اس وقت قابل احترام ہستی مولوی محمد رحیم الدین صاحب مفتی صدارت العالیہ جس کے ہم جماعت ہونے کی مجھے عزت حاصل ہے

ان سے پوچھتا ہوں، کیا وہ زمانہ آپ کو یاد ہے کہ اساتذہ کو طلبہ کی کثرت کے باعث ہم کو درس دینے کا موقع نہیں ملتا تھا اور ہماری پیاس کو وہ حضرات نہیں بجھا سکتے تھے، تو رات کے دو بجے و تین بجے، چار بجے وہ مقدس ہستیاں ہم کو بجائے نماز تہجد ادا کرنے کے تعلیم دیتے تھے، اور حضرت نبی صلعم کا یہ فرمان سناتے تھے کہ "علم عبادت سے افضل ہے" اور ہمارے لئے دعائیں کرتے تھے

کیا ؟ آپ میرے اس بیان کی تائید کریں گے ؟ کہ حضرت مولوی محمد یعقوب صاحب محدث جن کو ایک یا دو حدیث مسلسل کے راوی ہونے کی بھی عزت حاصل تھی اور مولوی محمد عبدالکریم صاحب صدر مدرس عربی جن کے تبحر کا یہ عالم تھا کہ ہر علمی مسئلہ جو لاینحل ہوتا تھا وہ اس کو نہایت ہی سہولت سے حل کر دیتے تھے اور ان کی سادگی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ گھانس یا غلہ کی خالی ہنڈیاں آیا جایا کرتی تھیں اس میں ایک یا دو پیسے دے کر بیٹھے ہوئے آتے یا جاتے دکھائی دیتے تھے، کیا وہ ہستیاں تھیں، ذی اثر، میرے پاس اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی دنیا کی عزت ہوتی تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس حالت میں نہیں دکھائی دیتے۔

آج وہ مولوی محمد حسین صاحب کہاں ہیں جن کے مدرسہ میں داخل ہونے سے ہم گھڑی کا وقت ملایا کرتے تھے۔

ان مقدس حضرات کی نیچی نظریں، ان کی انکساری، ان کا ایثار، ان کا تقدس، ان کا تبحر علمی، ان تبحر علماء کے اطراف طالبان علم دین کا پروانوں کی طرح ہجوم، اور ان کے فیوضات سے مستفید ہونا، وہ مباحثے، وہ مکالمے، وہ مناظرے، وہ ہر پنجشنبہ کو تقاریر میں مقابلہ ہوتا، وہ طلباء کا سالانہ جلسوں میں دستار فضیلت باندھنا، وہ علماء کا اجتماع، وہ حضرت انوار اللہ صاحب کا پُر مسرت تبسم، وہ داؤدی رکھنے والوں کا بعد نماز تہجد فتوحات مکیہ کے لاینحل مسائل کا حل۔ معدوم

اس کے بجائے آج مدرسہ نظامیہ میں جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان قواعد حالیہ کی نقص نے اس جامعہ نظامیہ کو اس بزرگ کی قابل احترام نعش کی طرح بنا دیا ہے کہ صرف متبرک جسد ہے مگر روح نہیں ہے وہ محض روایات کا حامل، مگر فی نفسہ کچھ نہیں ہے، اسے وہ عاملان دین جن کے سینوں میں تیرہ سو برس سے مقدس امانت منتقل ہوتی ہوئی چلی آئی ہے، آپ اگر اس ضابطہ کی وجہ سے طالبان دین کے سینوں میں علم دین کو منتقل نہیں کر سکتے ہیں تو خدارا ان قواعد و قاعدوں کو پارہ پارہ کر دیجئے، اور وہ طریقے و اصول اختیار کیجئے جس کی وجہ سے اگر مدرسہ دیوبند یا اس کے مماثل کسی مدرسہ کا طالب علم آئے، اور اپنے انقاص کو دور کرنا چاہے، تو آپ دور کر سکیں اور وہ دستور نافذ کیجئے جو حضرت علامہ محمد انوار اللہ صاحبؒ کے زمانہ میں تھا اور سابقہ اصول کے تحت میں اگر زمانہ کے حالات کے لحاظ سے ترمیم کی ضرورت ہے، تو ضرور ترمیم کیجئے۔

میں آپ کو ایک حسین دنیا کی سیر کرانا چاہتا ہوں، جو ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ میں سال گذشتہ کوڈے کنال گیا تھا یہ ہندوستان کے جانب جنوب سطح دریا سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک نہایت ہی دشوار گزار مقام ہے، اس کو سب سے پہلے جرمن کے سیاحوں میں سے ایک راہب نے دریافت کیا تھا۔ اس مقام کی خوبی میں آپ سے کیا کہوں۔ یہ نیچے کی جنت کا ایک ٹکڑا ہے اس بلند ترین پر سکون مقام میں، جو آپ کے کام کی چیز ہے یہ دیکھا کہ وہاں ایک نہایت ہی سہانے خوبصورت

مرغزار میں جو ایک جھیل کے کنارے پہاڑ کی بلند دشوار گذار مقام پر ہے راہبین نے ایک مدرسہ بنایا ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ اس مدرسہ کے بنانیوالے یعنی معمار، وبڑھائی، رنگساز اینٹ بنانیوالے۔ پتھر پھوڑنے والے راہبین ہی تھے۔ جس میں کسی غیر طالبعلم کا ہاتھ نہیں تھا۔ یا معلمین تھے یا متعلمین۔ اس مدرسہ میں پانچسو طلباء یعنی طالبان علم دین عیسوی کے قیام کی جگہ ہے اور پڑھتے ہیں، اس مدرسہ کے طلباء نے اس کا حلف اٹھایا ہے کہ ہم راہبانہ زندگی بسر کرینگے، اور علم دین عیسوی کی خدمت کریں گے اور تبلیغ کا کام انجام دیں گے۔ ان کی بڑی سیدھی سادھی زندگی ہے۔ فرائض کی اس طرح تقسیم کیگئی ہے کہ تعلیم میں کوئی فرق نہ آئے۔

ان دوسو طلباء کے لئے گھی، دودھ، انڈے، روٹی، لباس، خیاطی، پخت وپز غرض سیدھی سادھی ستھری محنت کے لئے جس قدر ضروریات لابدی ہیں، حتی کہ خوبصورت بکریوں کے مینڈوں کو چرانا اور ان کے بال نکالنا، اور اون کے اون سے کپڑے تیار کرنا۔ نہایت ہی تنومند گایوں کی پرورش کے لئے قوت دینے والے گھانس کی کاشت، اور دودھ دوہنے کا انتظام تک وہ کرتے ہیں، وہ میوہ دار درخت، ترکاریوں کی کاشت، مرغیوں کی پرورش، اور پھول وپھل بقدر ضرورت، اور طلباء کیلئے جس قدر اجناس کی ضرورت ہے اس کی زراعت کا انتظام تک خود یہ طلباء کرتے ہیں حتی کہ شہد کی مکھیوں کا اجتماع اور ہر قسم کے پھولوں سے معطر شہد حاصل کرنا غرض یہ تمام امور کو نہایت منظم حالت میں رکھنا محض طلباء ہی کا کام ہے۔

اسی طرح ننند یعنی راہبہ عورتوں کا بھی ایک مدرسہ ہے جن کا تمام تعلق عورات سے ہے (اسی اصول پر دوسرے مدارس بھی ہیں، مگر میں وہاں جاکر اپنی ناقابل برداشت تکلیف کو دوبالا کرنا نہیں چاہا) اس مدرسہ میں نمائش گاہ ہے، نہایت اعلی ترین کتبخانہ ہے، جس میں دنیا کے ہر ایک مذہب کی بیشتر کی کتابیں جمع کی گئی ہیں۔ یہاں محض دینی تعلیم دیجاتی ہے۔ طالبان دین مسیح جب علم دین مسیح کی تکمیل کرلیتے ہیں تو تبلیغ دین مسیح کے لئے دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور ان کو معیشت سے بیفکر رکھنے کیلئے ان کی اسی حد تک مدد دیجاتی ہے کہ وہ نہایت ہی سیدھی سادھی اطمینان کی روحانی زندگی بسر کرسکیں۔

حضرات آپ کو تعجب ہوگا کہ ان تمام مصارف کا دارومدار صرف چندوں پر اور زیادہ تر چندے ہندوستان کے اہل خیر حضرات کے منت کش ہیں، حکومت کی جانب سے کوئی مدد نہیں دیجاتی!!

جب میں اس مدرسہ میں پہنچا ہوں تو ان راہبوں کو جن میں بڑے بڑے فلسفی وطالبان منتہی تھے ان سب کو تناور درختوں کی چھاؤں میں کتب کے مطالعہ میں مصروف پایا۔ کوئی ٹہل رہا ہے۔ کوئی نہر کے کنارے کتب بینی میں مشغول ہے، بعض فلسفی پہاڑوں کے خوشنما صاف کئے ہوئے ستھرے دروں میں بیٹھے ہوئے اہم مسائل پر غور وفکر میں اس طرح منہمک تھے کہ ان کو میرے آنے وجانے کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔

جب میں اس منظر کو دیکھا تو میرے درد دل کی کوئی انتہا نہیں تھی، سب سے پہلے مجھے یہ خیال ہوا کہ کیا مدرسہ نظامیہ کے منتہی طلبہ کو جن کا مقصد اصلی علم دین کی تحصیل اور تبلیغ واصلاح مسلمین ہے اس رنگ میں دیکھ سکوں گا؟ میرا دماغ متضاد خیالات کے مجادلہ ومناظرہ

کا متوور رہا، اور میں یہ خیال لیکر آیا کہ ایسا ہوسکتا ہے، بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہاں ایسا ہوسکتا ہے، اور یقیناً ہوسکتا ہے، ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے اور ہوگا، اس کے لئے صرف ارادہ، و ہمت کی ضرورت ہے، عزم بالجزم کی ضرورت ہے، استقلال کی ضرورت ہے، دُھن و دیوانگی کی ضرورت ہے، دَھن دولت کی ضرورت نہیں۔ روپیہ تو خود بخود کھینچ کر چلا آئے گا جس طرح ایک عالم عزت کا، اور ایک جاہل ذلت کا، اور ایک قاتل قصاص کا حق طلب کرتا ہے اور اُس کو اُس کا حق ملتا ہے، اسیطرح، مدرسہ جس کا مقصد اعلیٰ ہے، (اگر وہ اپنے کو مستحق ثابت کرے) تو اُس کو ناقابل تخیل دَھن دولت مل کر رہے گی (صرف کام کرنیوالے علماء کی، اور طالبان علم کی ضرورت ہے) روح پرور علم و عمل کی اس دنیا میں پُر جوش ہستیوں کی ضرورت ہے، ہاں میں اس یقین کو لیکر کوڈے کنال سے آیا کہ ہمارے لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہمارے پیچھے جو روایات ہیں اُن روایات نے اِن تخیلات کو عملی جامہ پہنایا تھا اور یہ راہب تو نقالی کر رہے ہیں۔

انہیں الجھنوں میں تھا کہ میرے عزیز ترین دوست مولوی احمد عبداللہ صاحب المسدوسی بی، اے، ال، ال، بی (عثمانیہ) سے تبادلۂ خیالات کے سلسلہ میں مجھے اپنا ہم خیال پاکر ایک ایسا نہایت ہی پاک و پُرسکون اور موزوں ترین مقام بتلایا کہ میں اس کا یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے دین کا حافظ ہے اس مقام کو خاص اسی غرض کے لئے بنایا ہے۔

بلدہ سے (۹) میل کے فاصلہ پر سرور نگر سے آگے حیات نگر ہے۔ نلگنڈہ کو جانے کے راستہ پر سڑک کے ملحق ایک نہایت ہی شاندار مسجد اور جس کے وسیع صحن کے اطراف نہایت ہی سنگ بستہ سو کمرے ہیں جن میں دو سو طلبا نہایت ہی آرام سے رہ سکتے ہیں، ان کمروں کے سامنے ڈہالیے ہیں جو موسمی اثرات سے ساکنین کو محفوظ رکھتے ہیں اور اوس کے ملحق ایک نہایت ہی وسیع باغ ہے جس کے متصل ایک وسیع میدان ہے ہمارے حامی دین متین ظل اللہ سے ہم التجائیں کریں گے اور ہم کو یقین کامل ہے کہ اگر ہم اس کے مستحق تصور کئے جائیں تو یہ تمام نعمتیں ہم کو ملسکتی ہیں۔

ہمارے امرا جو سیر و تفریح کے لئے ایک ایک ہفتہ میں لکھو کھا روپیہ بیدریغ خرچ کر دیتے ہیں علم دین کے طلباء کی آبادی (جبکہ وہ اپنے کو مستحق ثابت کریں) اون کی مسرت طبع کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہوگا۔

اے علماء دین! آپ کے سینوں میں نور ہے آپ کے سینوں میں دین ابراہیمی کی امانت ہے، آپ اس مدرسہ کے محافظ و سرپرست ہیں، آپ کا فرض ہے کہ آپ اس امانت کو منتقل کرنے کے لئے اس نئی دنیا کی داغ بیل ڈالنے کی جانب توجہ فرمائیں تاکہ مدرسہ نظامیہ کے منتہی طلبا تبلیغ و اصلاح امت کا کام انجام دینے کے قابل ہوسکیں!!!

اے مسلمان نوجوانو! اور ہونہارو!! اور علم دین کے طلاب!!! تم دنیا کی ظاہری چمک دمک پر نہ جاؤ۔ اس میں اطمینان قلب و سکون قطعاً نہیں ہے، میں تم کو دھوکہ نہیں دے رہا ہوں بلکہ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔ میں اسی ظاہری و نمائشی طمطراق سے تیار ہوکر دین دار نہیں ہوا۔ میری مثال اُس مریض (استسقاد) کی سی ہے، جو پانی پیئے جاتا ہے مگر اس کی پیاس نہیں بجھتی یہ کرۂ ارض کے اطراف کرۂ ہوا ہے۔ کیا تم ایک سانس کیلئے جس قدر ہوا کی ضرورت ہے اُس سے زیادہ لے سکتے ہو؟ نہیں ہرگز

نہیں - اسی طرح اس دنیا سے ایک لقمہ اور ایک گھونٹ پانی سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ خام خیالی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔

یقین مانو! مجھے جو سکون و اطمینان قلب قرآن کے پڑھنے اور اللہ سے باتیں کرنے اور ماں کے گود میں اور یتیم کو پیار کرنے میں ملا ہے میری اس دنیوی دولت میں نہیں ملا جس دولت کا تصور و خیال تک میں نہیں کر سکتا تھا۔ اسلئے میرے

عزیزو! ہونہارو آج تیرہ سو سال سے امانت جو علماء کے سینوں میں منتقل ہوتی آئی ہے وہ اب ہماری جانب منتقل ہو رہی ہے - اُس کو لینے کی کوشش کرو، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین واصحابہ الاجمعین ہ

علمائے اسلام کے فرائض

علم اور علماء کی جو فضیلت بیان فرمائی گئی ہے وہ اُن پرہیزگار باعمل باخدا علماء کے حق میں ہے جنھوں نے علم محض لوجہ اللہ اور آخرت میں مرضی الٰہی حاصل کرنے کے واسطے سیکھا ہو ان علماء کے حق میں نہیں ہے جنھوں نے علم کسی بدنیتی بدطینی یا دنیاوی اغراض و جاہ و مال حاصل کرنے یا مریدوں اور شاگردوں کی کثرت کی نیت سے حاصل کیا ہو عالم کا فرض ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کو اپنے روبرو رکھے اور اپنے تمام حرکات و سکنات، اقوال و افعال میں اللہ سے ڈرے اسلئے کہ جو علم و فہم اس کے قبضہ میں ہے وہ امانت الٰہی ہے -

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ "علم وہ نہیں جو یاد ہو علم وہ ہے جو فائدہ بخشے فائدہ جب حاصل ہو کہ عالم باوقار و تمکین منکسر مزاج اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اس کے سامنے سر جھکانے والا ہو -

امام مالکؒ نے خلیفہ ہارون رشید کو لکھا کہ جب کوئی علم تم سیکھو تو لازم ہے کہ اس کا اثر تم میں وقار و تمکین اور علم کی شکل میں نمایاں ہو علم کی حفاظت اس طرح کرے جس طرح سلف صالحین نے کی ہے اور جو عزت من جانب اللہ اس کو عطا ہوئی ہے اس کی پوری حفاظت کرے اس کو نالائق اہل دنیا کے سامنے بے ضرورت و حاجت جاکر ذلیل نہ کرے۔ اہل دنیا میں سے جو اس کا شاگرد ہو خواہ کیسا ہی عالی مرتبہ ہو اس کے پاس نہ جائے۔ دنیا کی طلب کم اور بقدر ضرورت ہو جو اس کی اور اس کے متعلقین کی ضرورت کے واسطے کافی ہو، افعال اور اعمال میں ہمت کو بلند کرے، آداب شریعت کا لحاظ رکھے آدمیوں کے ساتھ حسن اخلاق کشادہ پیشانی رکھے، سلام میں سبقت کرے، کھانا کھلائے، غصہ ضبط کرے، آدمیوں کو تکلیف نہ پہنچائے، ان کی تلخیوں کو برداشت کرے خود انصاف کرے اور ان سے ایثار نہ چاہے، انصاف کرے، اپنے لئے انصاف نہ چاہے، لوگوں کی حاجتیں پوری کرے، اپنی وجاہت کو دوسروں کے سامنے عزت و افتخار کے لئے نہ پیش کرے (از مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصب العین ہے)

مطلع الانوار ۔ سیرت حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ قیمت (۶/ر) مکتبہ ابراہیمیہ ملک پیٹ

کیا جامعہ نظامیہ میں انقلاب کی ضرورت ہے؟

از علامہ مولانا سید شاہ محمد صاحب شطاری صدر الاساتذہ کلیہ نظامیہ

پہلے اس کے کہ کچھ عرض کیا جائے، میں یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ فقیر طبعاً انقلاب پسند اور انتہا پرست واقع ہوا ہے لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ میرے رجحانات عام میلانات وخیالات سے متصادم ہوں گے کیا عجب ہے کہ جناب کو بھی ناپسند معلوم ہوں مگر کاغذ ابیض کا دستور ہی یہی ہے یہاں پسند ناپسند کا جھگڑا ہی نہیں البتہ المجالس بالامانت کا اصول پیش نظر رہے تو کچھ پروا نہیں۔ وما دونک سر محجوب پر مجھ کو پورا پورا الیقین ہے۔

حضرات! مدرسہ نظامیہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی طرف تمام مسلمانان دکن کو خاص توجہ مبذول ہونی چاہیئے یہ ہے کہ وہ ہماری سابقہ عظیم الشان جامعات وکلیات اسلامیہ کا بقیۃ السلف یادگار ہے جو کبھی مستعمرات عربیہ اسلامیہ کے پایہ تختوں مثلاً سمرقند وبخارا وبغداد ومصر القاہرہ واسپین "اندلس" کے قرطبہ وغرناطہ مدینۃ الزہرا میں مختلف عربی علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ کے معادن علوم ومنابع فنون ثابت ہو چکے تھے۔ انہیں سرچشمہائے علوم وفنون سے سیراب ہو کر نکلنے والوں میں ابن رشد ابن خلدون ابو نصر وابن سینا امام فخر الدین رازی امام غزالی جیسے سینکڑوں مشاہیر ائمہ فن تھے جن کی گراں قدر تصانیف عربیہ سے ماسکو (روس) برلن (جرمنی) پیرس (فرانس) لندن "انگلستان" کے عظیم الشان کتبخانے مملو ومشحون ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہر قوم اور ہر ملک کو اپنی تعلیمی جدوجہد سے ایک خاص مقصد پیش نظر ہوتا ہے وہ یہ کہ افراد قوم کو اپنی قومیت متحدہ کے پر اسرار سانچے میں اس عمدگی سے ڈھال لیا جاوے کہ ہر ہر فرد قومی خصائص ومفادات کا پورا پورا آئینہ بنجاوے جس میں اس قومیت کے خط وخال پورے پورے نمایاں ہوں۔ آج متمدن دنیا کی ہر ایک جیتی جاگتی قوم وسلطنت کا یہی تیرہ اور یہی طرز عمل ہے۔ جاپان ہو یا جرمنی۔ انگلستان ہو یا فرانس روس ہو یا اٹلی ان سب کے چند قومی خصائص ومفادات ومقاصد ہیں ان کے مکاتیب ہوں یا مدارس کلیات ہوں یا جوامع یہ سب درحقیقت قومی وملی نقطہ نظر کے ماتحت چند چھوٹے بڑے کارخانے ہیں جن میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں جاپانیت جرمنیت، انگریزیت، فرانسیسیت، روسیت، اطالویت کے سچے نمونے کے پتلے ڈھلا کرتے ہیں، یا یوں کہئے کہ قومیت کے عظیم الشان کارخانے کے کل پرزے یا مشینیں تیار ہوتے ہیں جن سے یہ کارخانہ قومیت چالو ہوتا ہے اور عجیب وغریب حیرت انگیز کام کرنے لگتا ہے اور دنیا کی بڑی بڑی منڈیوں پہ قبضہ جماتا ہے۔

مسلم قوم بھی دنیا میں کچھ خاص مقاصد ومفادات و خصائص وشعائر لئے پیدا ہوئی تھی اپنے شباب کے زمانہ میں یہ بھی اپنی تعلیمی جدوجہد میں بالکل اوسی طرز عمل پر قائم تھی جیسے آج آپ یورپ وامریکہ کی متمدنہ اقوام کو دیکھ رہے ہیں۔

اس قوم کی گھٹی میں ابتدا ہی سے عربیت، توحید، محاسن اخلاق، اعلیٰ مذہبیت وتہذیب کے شوق وذوق کے گھونٹ

ڈالے گئے تھے۔ لہٰذا یہ انہی مقاصد وجذبات کو لئے ہوئے ربع مسکون کے ایک بڑے آباد حصے پر پھیل گئے۔ اس کی تعلیم وتربیت کے معاہد علمیہ درحقیقت کچھ اسی قسم کے کارخانے ثابت ہوئے جن میں سے ہر ایک فرد ایک سچا مسلم اور انہی مقاصد قومیت مذکورہ کا مجسم آئینہ و پتلا بنکر نکلتا تھا۔ ان پتلوں کی تصویریں ابتک بھی ان ممالک اسلامیہ میں ملتی ہیں جو ایک زمانہ میں مستعمرات عربیہ رہ چکے ہیں یعنے مغرب الاقصیٰ، مراکش وجنوب یورپ اسپین (اندلس) سے لیکر مغربی منگولیا ومغربی چین تک جسے عرب ماوراء النہر کہتے تھے۔ اگرچہ عربیت کے لہلہاتے باغ آج ویران وادبار زدہ خزاں نظر آرہے ہیں تو آج مسلم قوم کا مقصد کیا ہونا چاہیئے ان کا احیاء؟ یا ان کے رسوم واطلال کا سجا لہا ابقاء؟ بصورت ثانی تو محض مردگی کا نشان ہوسکتی۔ زندہ یا زندگی خواہ کو اس سے کیا نسبت؟ مدرسہ نظامیہ کی بنیاد انھیں کھنڈروں پر رکھی گئی تھی مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم اس کے اسی طلل موحش پہ ابقاء چاہتے ہیں یا ان لہلہاتے باغوں کی صورت میں اس کا احیاء؟

بصورت ثانی ہم کو سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اسے ایسا کارخانہ کس طرح بنایا جائے جس میں مذکورہ فوق مقاصد والی قومیت کے مجسمہ پتلے تیار ہوں جن کی آج قوم مسلم کو سب سے بڑی اور سخت ترین ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام کچھ موم کا نوالہ نہیں حلوائے بے دود نہیں اس کے لئے تو حکومت اور قوم دونوں کی سخت توجہ اور امداد کی ضرورت ہے۔ حیدرآباد ماشاء اللہ کئی امور میں رشک ممالک اسلامیہ نہیں تو کم از کم رشک ممالک ہندیہ ضرور ہے۔ حکومت آصفیہ کا دامن خیرات ومبرات کیلئے بےنظیر طور پر پھیلا ہوا ہے حتی کہ غیر اقوام وغیر مذہب کے ادارے بھی اس خوان یغما سے بخوبی شکم سیر ہو رہے ہیں، پھر یہ بھی منظر سامنے ہے کہ ارکان واعیان حکومت وصاحبان اسٹیٹ وجاگیرداران ومنصبداران و مختلف عہدہ داران ایسے بھی یہاں بفضل خدا موجود ہیں جن کو قومی کاموں میں خاصی دلچسپی بھی ہے جن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ تنہا اس مدرسہ کو چلا سکیں عام چندہ کی چنداں ضرورت ہی نہیں یہی کرو صدر اصحاب اگر اپنی اپنی یافتوں کا کچھ فیصد، حتی کہ ایک پیسہ فیصد سو بھی اس مد میں لگادیں تو انشاء اللہ اس مقصد کا بیڑا پار ہے۔

مواد سب موجود ہے ضرورت صرف حرکت کی ہے اسلام پاک نے تالیف قلب کیلئے بیت المال میں ایک مد مختص فرمادی ہے جس سے مسلمان غافل ہیں۔ دنیا کی متمدن ومہذب اقوام کی حکومتیں ایک خاص وزیر مقرر کرتی ہیں جس کا نام وزیر دعایہ ہوتا ہے اس پر یہ حکومتیں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے صرف کرتی ہیں فطرت کا اٹل قانون یہی ہے کہ فی الحرکۃ برکۃ حرکت زندگی ہے اور جمود موت! حرکت کے کیا معنی ہیں؟ یہی نا! اپنی ضروریات زندگی کیلئے جستجو وتلاش، تصرف وتقلب جد واجتہاد"

پر فتن زمانہ

سیاسات دجل ومکر کی آہنی قوتیں اپنا زبردست دعایہ کر رہی ہیں ہندی مسلمان اپنی شہنشاہتوں کی بربادی کے بعد اپنی قومی سیاستوں سے اس قدر سادہ لوح بن چکے ہیں کہ ان سیاسات خداعہ وتحیلات دجل وفریب کے سمجھنے کی قوت بھی کھو چکے۔ زمانہ غیر قار ہے ایک حالت پر رہنا اس کی فطرت کیخلاف ہے۔ آخر ہندی مسلمانوں کو بھی اب کچھ عقل آنے لگی ہے اگر علماء علوم عربیہ نہیں تو علماء علوم غربیہ تو ضرور آنکھیں کھول رہے ہیں اور ان سیاسی چالوں کو سمجھنے اور ان آہنی جال جنجال خاردار تاروں کے توڑ پھوڑ ڈالنے کی فکروں میں لگ رہے ہیں۔

مگر یہ یاد رہے کہ ہماری قومیت اسلامیہ کی عمارت جغرافی نسلی وطنی ریگ تودوں پر مبنی نہیں، اس کی بنیادیں تو کچھ ذہنیت صالحہ اور کچھ عملیت صالحہ والی ایمان وعمل صالح کی مضبوط چٹانوں پر رکھی گئی ہیں لہذا مسلمانوں کی قومی ترقی کی اصلی تصویر دوسری قوموں کی ترقی اور زندگی کے مقاصد سے سوا ہیں یہ تصویر ایمانی وعمل صالح کی رنگ بھرائی کے بغیر ممکن ہی نہیں یا بالکل ناقص و نامکمل محض بیخ رخی تصویر ہے ظاہر ہے کہ محض علوم مغربیہ کا بی، اے، ایم، اے، پی ایچ۔ ڈی وغیرہ اسناد کا محصل، ایمان و عمل صالح کا رنگ بھر نہیں سکتا، جس کے نصاب تعلیم میں اس کا بھولے سے بھی ذکر نہیں آتا وہ بھلا کیونکر یہ کام کرسکتا ہے لہذا ضرورت اور سخت ضرورت اس کی ہے کہ طبقہ علماء علوم عربیہ دینیہ اس جانب توجہ مبذول کرے یہ معزز طبقہ جس میں ایمان وعمل صالح والی قومی اسلامی کی تشکیل وتصویر کی کافی اہلیت قابلیت موجود ہے اگر اپنے عادتی جمود وقنوطی کو خیرباد کہے اور اپنی قومی زندگی کے جدوجہد میں خاص توجہ وانہماک پیدا کرے تو اسلامی قومیت کے مقصد حیات کا مرکزی تعین ذہنی ثبوت کے درجہ سے نکل کر خارجی وجود میں آسکتا ہے۔

اس کے لئے چند باتوں کے جاننے کی ضرورت ہے۔

۱۔ زمانۂ موجودہ کی نبض شناسی کہ وہ مسلمانوں کی قومی زندگی کے حق میں کیسا خطرناک ہے۔

۲۔ موجودہ زمانہ کے تعلیمی خصائص وعلمی امتیازات۔

۳۔ علوم عربی وزبان عربی کی مسلمانوں کیلئے اہمیت۔

۴۔ درس نظامی کی نصابی کتابیں کہ وہ زمانہ حال اور اس کی موجودہ ہیئت کذائی کے کہاں تک مناسب ہیں۔

۵۔ مدرسہ نظامیہ کی تنظیم وتشکیل جدید جس سے فضاء موجودہ میں وہ ایک کارآمد اور قومیت اسلامیہ کیلئے ایک مفید ومناسب جامعہ بن سکے۔

امر اول کا جاننا اس واسطے ضروری ہے کہ جب تک ہمارا طبقہ علماء علوم دینیہ زمانہ کے موجودہ رفتار سے واقف نہ ہوگا تب تک وہ کسی مزید جدوجہد کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرسکتا۔ ہمارے اس معزز طبقہ کی اکثریت میرے خیال میں اسی سخت ترین بلا میں گرفتار ہے کہ وہ زمانہ شناسی کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں اور اس کا بڑا باعث اخبار بینی کا فقدان ہے جو ان کے نزدیک تضیع اوقات ہے حالانکہ آج تمام متمدن جیتی جاگتی اقوام کا سب سے اہم مشغلہ حیات اخبار بینی ہے ہر ملک میں ہزاروں اخبار ورسالے جاری ہیں جن کی لکھوکھا کروڑ ہا کاپیاں روزانہ چھپتی اور تقسیم ہوتی ہیں، حتیٰ کہ صبح کے اخبار الگ ہیں اور شام کے الگ۔ ہر ملک کی سیاسی رفتار کی باگیں انہی جرائد ورسائل کے ہاتھوں میں ہیں نیز رفتار زمانہ اور دنیا بھر کی سیاسی رفتار معلوم کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہیں قوم میں قومیت کی روح اہل علم میں علمی اور معلومات جدیدہ کی روح پھونکنے کے بھی یہ آج کل سب سے بڑے ذرائع ہیں۔

۲۔ امر ثانی یعنی زمانہ کے تعلیمی وعلمی خصوصیات معلوم کرنیکی اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے اسلاف "امت عربیہ" کے علوم وفنون کو لیکر دنیا نے خصوصاً یورپین اقوام نے اس پر کیا کیا حاشیئے چڑھائے اور ان علوم میں کیا کیا تحقیقات واضافے کئے، خصوصاً علوم حکمت وفلسفہ میں۔ جب تک ہمارا طبقہ علماء عربیہ اس کو معلوم نہ کریگا وہ ہرگز ہرگز اسلامی

عقائد و اعمال کو ہدف اعتراضات و تنقید بننے سے بچانے کا فرض ادا نہ کر سکیگا۔ اسی سے ان کو اسبات کا علم ہوگا کہ ہماری درس نظامی کے نصاب کی حکمت و فلسفہ اور معقولات کی کتابیں کہاں تک مفید و قابل تدریس رہسکتی ہیں اور چونکہ علم کلام کی ایجاد اسی فلسفہ قدیمہ پر مبنی ہے جس کے اکثر نظریات تقویم پارینہ ہو چکی ہیں لہذا ہمارے عقائد و کلام کی درسی کتابیں کس درجہ اس کشمکش جدید میں ثابت قدم رہ سکتی ہیں کیا اس میں ردّ و بدل کی کوئی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟

۳- امر ثالث یعنی زبان عربی اور علوم عربیہ کی اہمیت،
جب تک ہمارے طبقہ علماء کو اس کا اذعان قلبی حاصل نہ ہوگا کہ عربی زبان اور علوم عربیت اسلامی قومیت متحدہ و مشترکہ کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور اسلام کو ان کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے ان کے بغیر اسلامی مشترکہ قومی اجتماعیت کا ثبات و قرار ناممکن ہے۔ . . . . وغیرہ وغیرہ تب تک اس طبقہ کو اس زبان اور اوس کے علوم کے احیاء و اشاعت اور ارتقاء کیلئے سرفروشانہ جد و جہد کے جذبات پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔

۴- درس نظامیہ کا موجودہ نصاب جس کی بہتری اور کاملیت کا ہمارے طبقہ علماء کو کامل ایقان و ایمان ہے اس پر بھی ہمارے طبقہ علماء کو خاص توجہ اور نظر غائر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ملّا نظام الدین مرحوم و الدجناب بحر العلوم مرحوم نے جس خاص ماحول اور خاص ضروریات کو پیش نظر رکھکر ان کتابوں کا انتخاب بطور نصاب درس کیا تھا وہ ماحول آج بھی موجود ہے؟ وہ طلبہ آج بھی موجود ہیں وہ غرض و غایت آج بھی غالبًا موجود ہے۔ ان سوالات پر ہمارے طبقہ علماء کو قدامت پرستی اور تقلید جامد کے نقطہ نظر سے دراہٹ کر افادیت و مناسبت وقت کے لحاظ سے نظر غائر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

۵- امر پنجم جامعہ نظامیہ کی تنظیم و تشکیل جدید۔ ہمارے طبقہ علماء اور اصحاب بست و کشاد ملک سرکار عالی اور خصوصًا ارباب انتظامی مدرسہ نظامیہ کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول ہوئی اور مبذول کرانی چاہیئے کہ مدرسہ نظامیہ کو ایک خیراتی یتیم خانہ و میراثی لنگر خانہ و سرائے کی حالت سے نکال کر ایک جامعہ علوم دینیہ یا دینیات یونیورسٹی کی شکل دیجانی چاہیئے جس کے تعلیم یافتہ و محصلین بقول سعدی علیہ الرحمہ ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند چارپایہ برو کتابے چند

کے مصداق بن کر نہ نکلیں بلکہ زمانہ شناس اور قومی اور اسلامی مسائل کی رہنمائی اور قیادت کے اہل و قابل بن کر نکلیں تاکہ وہ زمانہ کا ساتھ دیکر موجودہ ماحول میں کشمکش حیات و ممات قومی کے مسائل حادثہ میں سچے خادم ملک و ملت ثابت ہوں وہ علوم قدیمہ عربیہ کے ساتھ علوم جدیدہ کی چاشنی بھی رکھتے ہوں وہ قومی ملّی محاذ کے اس عظیم تر رخنہ کو پُر کریں جس کی آج سخت ضرورت محسوس کیجا رہی ہے۔ کیونکہ یہ علانیہ دیکھا جا رہا ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ طبقہ جو قومی ترقی کے مسائل موجودہ سے دلچسپی لیتا ہے وہ اسلامی دینی مسائل سے تقریبًا ناواقف ہوتا ہے اور جو طبقہ علماء ان مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ قومی مسائل موجودہ سے یا تو ناواقف ہوتا ہے یا ان سے دلچسپی نہیں لیتا جس کی وجہ قوم کی قیادت و رہنمائی کا اہل و مستحق نہیں ہوتا لامحالہ قومی قیادت کی باگیں اون ہاتھوں میں جاتی ہیں جو اس کے اہل نہیں ہوتے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اسلامی قوم کی قومیت

وطنی، ملکی، نسلی یا جغرافی و تاریخی حقائق پر مبنی نہیں بلکہ اس کی اصل بنیاد چند ایمانی و روحانی اعتقادات و اعمال ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ دینی و دنیوی روحانی و جسمانی سیاسی و تعلیمی پر حاوی ہیں اور یہی وہ خصوصیت و امتیاز ہے جو دین اسلام کو تمام دیگر ادیان و ملل سے ممتاز کرتا ہے۔

اس تمہید سے واضح ہے کہ فقیر کے پیشکردہ نقطۂ نظر کے رُو سے کسی صاحب کا محض یہ کہہ لینا کوئی قابل توجہ نہیں ہوسکتا کہ مدرسۂ نظامیہ مولنا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ مرحوم کی ایک یادگار امانت ہے جس کی بجنسہٖ حفاظت بہر صورت لازم ہے ایسے حضرات کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اس مدرسہ کو آثار قدیمہ کی فہرست میں جگہ دیجائے اور اس کی جمودی کیفیت کو قایم رکھا جاوے خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو جائے خواہ رفتار زمانہ اس کو ایک معمولی مکتب کی صورت میں مثل مدرسہ محبوبیہ وغیرہ ہی کے کیوں نہ کر دے۔ مجھے اس رائے والوں کی نیت پر حملہ کرنا مقصو نہیں۔ ممکن ہے۔ اور حسن ظن کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس رائے کے پس منظر نیت بخیر ہی ہوگی مگر میں اس کہنے پر مجبور ہوں کہ اس رائے کا ماحصل تحجر اور رجعت پسندی کے سوا اور کچھ نہیں، یہ رائے یہ سوال بڑے زور و شور سے پیدا کر دیگی کہ مولنا فضیلت جنگؒ کی امانتی یادگار قایم رکھنے کیلئے ڈھائی ہزار ماہانہ اور تیس ہزار سالانہ کی بھی کیا ضرورت ہے دس بارہ ہزار سالانہ کیوں اس کے لئے کافی نہیں جبکہ مولنا کے زمانہ میں اس سے کم رقم بھی کافی ہوتی رہی ہے بلکہ تعداد طلبہ موجودہ تعداد سے بڑھکر رہتے ہوئے بھی کافی ثابت ہوتی رہی ہے کیا ایسے خیالات مدرسہ کے حق میں جبکہ ہوا کا رخ مشرقی جانب نہیں بلکہ سراسر مغربی جانب ہے خواہانہ کہلا سکتے ہیں؟ کیا دیوی کی (مغربی ہوا) زبردست صرصر ایسے گمانس پوش خیالات کو دیر تک قایم رہنے دیگی۔

ان ناچیز خیالات کو پیش کرنے کے بعد میں اب وہ خاکہ پیش کرونگا جو تنظیم جدید کا لایحۂ عمل ہوسکے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اصلاح نصاب | یہ مسئلہ تمام مسائل متعلقہ مدرسہ میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابل توجہ اور قوم کی ذہنی اخلاقی علمی عملی جد و جہد کا سب سے بڑا زینۂ ارتقا ہے۔ اصولی طور پر تو میں اس قدر کہوں گا کہ حتی الامکان مدرسہ کے سنین تعلیم میں کمی کیجائے اور علی ہذا کتب کی تعداد میں بھی معتد بہ تخفیف کر دی جائے ہر علم کی ایک ایک کتاب ایسی جامع مانع اور مختصر رکھی جائے جو اس علم کے مسائل ضروریہ واجب التحصیل کا پورا پورا آئینہ ہو، اور اچھی طرح اوس علم کو ذہن نشین کر سکے۔

درس نظامیہ، جو آج تک مدرسہ میں رائج ہے وہ تقریباً دو صدی پیشتر کا مرتب کیا ہوا ہے ظاہر ہے کہ زمانہ موجودہ دو صدی پیشتر کے ماحول سے تو کجا تیس چالیس سال پیشتر کے ماحول سے بھی بالکل بدلا ہوا ہے اور روز بروز اس قدر تیزی سے بدل رہا ہے کہ غالباً ربع صدی بعد کوئی اسے یاد بھی نہ کر سکیگا کیا اسے دیکھتے ہوئے بھی کوئی تدبر کا زاویۂ نظر اسے پسند کریگا کہ یہ علوم عربیہ کا قیمتی ترکہ، زمانہ کے ہاتھوں بالکل لکد کوب و پامال ہوجائے۔

ابھی وقت ہے کہ اہل حل و عقد اکابر کی نظریں اس

بھیانک مستقبل پر پڑیں اور ایسے تدابیر سوچیں کہ زمانہ کی ہیبت ناک دستبرد سے محفوظ رہے اور مستقبل اس کا ساتھ دیسکے اور یہ مستقبل کا۔ اس کی تدبیر بجز اس کے کچھ اور نظر نہیں آتی کہ ہم اصل علوم عربیہ کو بچالیں یا قایم رہنے دیں مگر اون کے وہ قالب بدل دیں جو پہلے مفید سمجھے گئے تھے جو اب ناقابل توجہ اور گرانبار بن رہے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ پہلے زمانہ کی ہر کتاب بدل دیجائے اور دوسری مناسب کتاب ہی اس کی جگہ رکھدیجائے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کتاب بدلی جائے جو قیل وقال و شکوک و شبہات کی بھرمار کی وجہ نفس علم کی خالص معلومات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے میں مانع ہوا ہی ہو اور اُس کے عوض وہ کتاب رکھی جائے جو ہر علم کے ضروری معلومات کو طالبعلم کے بخوبی ذہن نشین کر لینے میں ممد و معاون ہو۔

نیز بعض کتب کو نفس معلومات علم کیلئے نہیں بلکہ محض تشحید ذہن کیلئے رکھا گیا ہے ایسی کتابیں آج کی فضا کے لئے بالکل اجنبی اور غیر مفید بلکہ مشوش ذہن طالبعلم ہیں جس کی وجہ وہ نفس علم کی معلومات ضروریہ کو نظر انداز کر جاتا ہے جس سے وہ بعض اوقات بالکل نابلد رہجاتا ہے یا اس کا خدشہ تو ضرور ہے۔

بعض کتب نصاب ایسی مختصر اور معلق ہیں کہ کسی زمانہ گذشتہ میں وہ زبانی یاد کر لینے کی کام تو ضرور آسکتی تھیں اور وہ اسی غرض کے لئے تصنیف ہوئی تھیں مگر آج وہ محض تشویش ذہن کے سوا کسی مصرف کی نہیں۔ ان فہرست میں کنز الدقائق کافیہ شافیہ فصول اکبری ہیں ان کتابوں کی شرحیں تو اور بھی غضب ڈھاتی ہیں ہر شارح اپنے ماقبل شراح کی تنقید و تبصرہ کرتے اور خود ماتن کی عبارتوں میں موشگافیاں پیدا کرنے میں اس قدر محو ہو جاتا ہے جس سے اوس علم کے خاص مسائل اوس کے ذہن سے رہجاتے ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ ایسے متون مغلقہ اور شروح مشوشہ کو یکلخت نصاب سے خارج کرایا جائے۔

بعض ایسے علوم کی عقلیہ کتابیں بھی ہیں جو تحقیقات جدیدہ کی رُو سے از کار رفتہ و تقویم پارینہ ہو چکے ہیں آج اون کے مسلمات غیر مسلمہ ہو چکے ہیں ایسی صورت میں اون کا درس تدریس میں جاری رکھنا بجز مغز خراشی کے محض بیسود ہے اون کی جگہ ایسی کتابیں ہونی چاہیئے جو تحقیق جدید کی رُو سے لکھی گئی ہیں مثلاً علم ہیئت کی تصریح و شرح چغمینی جس کے مزعومات تقویم پارینہ کا حکم رکھتے ہیں اون کے مسلمات نقلی دینی نہیں ہیں بلکہ محض اساطیر الاولین و مزعومات قدماء یونانیین ہیں معقولات میں منطق کو اس قدر اہمیت دیجاتی ہے کہ ابتدائی جماعتوں سے لے کر مولوی فاضل کی جماعتوں تک ہر ایک جماعت میں ضرور ایک نہ ایک کتاب اس منحوس و مبغوض فن کی ضرور رہتی ہے تقریباً ایک درجن کے قریب اس کی کتابیں داخل درس ہیں حالانکہ اس فن کی دو تین کتابیں اس فن کی اچھی سمجھ بوجھ کیلئے کافی ہیں۔ حدیث کی کتب صحاح مع مشکوٰۃ و موطا امام محمدؒ کے آٹھ عدد ضخیم ضخیم کتابیں داخل درس ہیں حالانکہ کامل مشکلات کے ساتھ کامل تیسیر الوصول جو خلاصہ صحاح ستہ از ابتداء تا انتہا تدریس کی بالکل کافی ہے جس سے پوری صحاح ستہ کی ضرورت پوری ہو جاسکتی ہے یا مذہب حنفیہ کی احادیث کے لئے عقود الجواہر المنیفیہ یا آثار السنن کافی ہے ایک مولوی فاضل کی ضرورت حدیث کو پوری کر دیتی ہیں فقہ حنفی میں اگر بجائے ان کتب درسیہ کے عبادات میں نور الایضاح اور معاملات میں معاملات درمختار یا درالاحکام یا اشباہ والنظائر جیسی کتابیں رکھی جائیں تو ایک مولوی فاضل فقہ حنفی کا اچھا

خاصا ماہر ہو سکتا ہے، اصول فقہ میں مراۃ الاصول و اصول بزدوی کافی ہیں۔ علم معانی بیان میں مطبوعات مصر جدیدہ میں سے کسی ایک کتاب مثلاً دروس البلاغۃ وغیرہ کو رکھا جا سکتا ہے علم صرف عربیت میں مراح الارواح کے ساتھ توضیح ابن ہشام جو نثر الطیہ ہے کافی ہے عروض میں محیط الدائرہ کافی ہے۔ ادب میں دیوان حماسہ و معلقات سبعہ اور مقامات حریری اور کوئی انشاء کی جدید کتاب کافی ہے، اصول حدیث میں شرح نخبہ کافی ہے۔

تفسیر میں تفسیر جلالین سے زیادہ مختصر کوئی کتاب نہیں ملتی لہٰذا اسے کامل پڑھایا جاوے اور شیخ محمد عبدہ مفتی مصر کا مقدمہ تفسیر بجائے بیضاوی کے رکھا جاوے تو مناسب ہوگا یا نفس قرآن پاک کا درس دیا جائے۔

کتب خانہ جامعہ | تنظیم جدید کتبخانہ کی تفصیلی امور کا تصفیہ تو کمیٹی کے سپرد رہیگا مگر اصولی طور پر میں اس قدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کتبخانہ میں ہر وہ نئی سے نئی کتاب جو چھپی ہو منگوائی جائے خواہ عربی زبان کی ہو یا اردو فارسی زبان کی نیز خواہ وہ مصر میں چھپی ہو یا ہندوستان میں یا ایران و عراق و بیروت و شام و ترکی وغیرہ میں خواہ قیمۃً یا بلا قیمت حاصل کیجائے جیسے عام کتبخانوں کیلئے مطابع کی عادت ہے یا بہ مجبوری قیمتاً منگوائی جائے،

کتبخانہ کے اوقات ایسے رکھے جائیں کہ ہر طالبعلم اور ہر استاذ اس سے مستفید ہو سکے مثلاً صبح ۷ یا ۸ ست ۱۲ بجے تک پھر ۲ سے ۹ بجے رات تک اس میں تمام اخبارات عربی اور فارسی و اردو کے منگوانے کا انتظام کیا جائے اور اس کے لئے ایک بالکل الگ جگہ مقرر کیجائے تاکہ کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں کو جمع خاطر و سکون سے مطالعہ کا موقع مل سکے۔

کتبخانہ کی فہرستوں کی ترتیب۔ کتابوں کی موجودہ فہرست نامکمل ہے ضرورت ہے کہ جدید دو فہرستیں مرتب کیجائیں ایک نمبرواری دوسری فن واری جس میں مصنف کے مختصر حالات و وفیات و موالید ہوں۔

نیز کتابوں کی جلدیں ان میں سے بہت ساری ایسی پرانی از کار رفتہ ہو چکی ہیں کہ وہ قابل استعمال نہیں رہیں۔ اور اس طرح کتابوں کے ضائع ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

کتبخانہ کی موجودہ عمارت ناکافی ہے اور غیر موزوں اس کی عمارت پختہ اور وسیع جدید طریق پر ہونی چاہیئے جس میں روشنی ہوا بخوبی آسکے اور کتابیں محفوظ رہ سکیں۔

ملک میں مختلف علماء کے ملکی کتبخانے ایسے مل سکتے ہیں جن میں فالتو زائد از ضرورت نسخے پائے جاتے ہیں۔ اپیل جاری کیجائے کہ مخیر حضرات اپنے زائد از ضرورت یا مکرر نسخے مدرسہ کے کتب خانہ کیلئے منتقل اور وقف کر دیں۔

کتبخانہ کی عمارت جدید کے ساتھ مدرسہ کا فرنیچر بھی مہیا کیا جائے ٹیبلوں اور بنچوں یا کرسیوں کا مطالعہ کیلئے انتظام کیا جائے۔

مصارف جامعہ | جب مدرسہ کو ایک دینیات یونیورسٹی کی شکل ہی دینا مدنظر ہے تو ظاہر ہے کہ پھر اس کے مختلف مصارف اس کے مختلف شعبوں کی مناسبت سے ضرور متنوع و گوناگوں ہونگے سب سے پہلے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑیگا ایک شعبہ مدرسہ یعنی اسکول دوسرا شعبہ کلیہ یا کالج ہر ایک کا صدر الگ الگ ہوگا جس کے تحت اوس شعبہ کا انتظام ہوگا۔ موجودہ شرح ماہوارات مدرسہ یعنی اسکول کیلئے رکھی جائے اور کلیہ کے اساتذہ

کی یافت موجودہ المضاعت ہوئی یا اگر مالی حالت اجازت دے تو سرکاری یونیورسٹی کے اساتذہ کے برابر یافت ہوسکتی ہے بہتر ہوگا کہ ذیلی فروعی انتظامات کی تعین و تشکیل کیلئے ایک کمیٹی مقرر کیجائے جو اس کے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کرے تاکہ اس کے مواقق عمل ہوا کرے ہذا میں اس کے بابت اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں اس کمیٹی کا مضمون بحث حسب ذیل امور ہوں۔ طلبہ کی خوراکی۔ پوشاک۔ رہائش کے کمرے و دیگر ضروریات زندگی نیز کتبخانہ کی نظم جدید کی تشکیل بھی اسی کمیٹی کے سپرد رہے۔

جامعہ کی عمارت مدرسہ کی موجودہ عمارت غیر موزوں اور ناکافی ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر کہنہ ہوچکی ہے کہ اوس کے انہدام کا خدشہ ہے تعمیر مناسب بہ طرز جدید کیلئے سرکار سے امداد کی اپیل کیجائے اور یکمشت رقم چندہ کا رجسٹر بھی کھولا جائے اور تمام پائیگاہوں اسٹیٹوں جاگیرداں و تاجروں اور عہدہ داروں سے اس کے لئے اپیل کیجائے۔

جلسہائے مدرسین کو ٹیبل اور کرسیوں سے پانچوں سے مزین کیا جائے موجودہ حالت اجلاسات کو جب نئی تہذیب والے دیکھتے ہیں تو جو چیز فوراً اون کے دلوں پر اثر کرتی ہے وہ یہی ہے کہ مدرسہ ایک غیر مہذب و غیر متمدن تاریک دماغ سوسائٹی کا تکیہ یا سرا ہے جہاں عصر جدید کی روشنی و ہوا تک نہیں پہنچ سکی لہذا یہ ایک ناکارہ ادارہ ہے جس کے محصلین امامت، تاذین، ذبح، ختم قرآن غسل و تکفین و تدفین، موتی و تقاریب فواتح وا عراس کیلئے ہی بالکل موزوں ہیں لہذا انھیں کوٹھیوں بلڈنگوں وغیرہا سے جہانتک دور رکھا جائے بہتر ہے غرضکہ مدرسہ کی ظاہری حالت کو بھی مدرسہ سے بدظن یا ناقابل توجہ بنانے میں بہت بڑا دخل ہے۔ واضح ہو کہ یہ امور نفسیاتی تاثرات فطریہ ہیں جو دلوں میں تو اثر کرجاتے ہیں مگر زبان پر اکثر نہیں آتے لہذا مدرسہ کی طرف سے ہمیشہ ایسے امور نظر انداز ہوتے رہے ہیں دلیل پیش کیجاتی ہے کہ ہم نظاماً علوم قدیمہ عربیہ کا مرکز ہے لہذا اسکی حیثیت کذائی ایسی ہی دقیانوسیت سے قایم رہ سکتی ہے ورنہ مولٰنا فضیلت جنگ کی امانت میں خیانت لازم آئیگی۔ اس دلیل میں کیا وزن ہے اس کو ہر ایک باخبر اچھی طرح سمجھ سکتا ہے خصوصاً زمانہ جدید والا۔ میں اس بحث پر تضیع اوقات مناسب نہیں جانتا میں خلاصتہً یہ عرض کرسکتا ہوں کہ ایسے خیالات اونہی دماغوں میں سما سکتے ہیں جو مدرسہ کی ترقی و اصلاح کے کسی طرح خواہاں و قائل نہیں، وہ مدرسہ کو آثار قدیمہ کے متلاشین کیلئے ایک زیارت گاہ یا سیرگاہ بنا رکھنا چاہتے ہیں۔

ذرائع آمدنی مدرسہ کی آمدنی کا دارومدار بالفعل محض اس سرکاری امداد پر ہے جو ڈھائی ہزار ماہانہ کی صورت میں اسے مل رہی ہے ظاہر ہے کہ ایک جامعہ دینیات کی حیثیت سے یہ بالکل ناکافی ہے جبکہ یہ مسلم ہے کہ دیگر سرکاری معمولی مدارس مڈل پر بھی اس سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے حسب ذیل جد و جہد کی ضرورت ہے۔

۱ - دیوانی سے بھی اس کے لئے مزید امداد کی درخواست کیجائے۔

۲ - صرفخاص مبارک سے اور دیگر پائیگاہوں اور جاگیرات سے بھی استمداد کیجائے خصوصاً محکمہ ہائے امور مذہبی پائیگاہ و صرفخاص کو توجہ دلائی جائے۔

جاگیرات مشروط الخدمت سے ایک معتدبہ رقم جامعہ نظامیہ کے لیئے لی جاے ۔

۳- ملک کے دیگر متمول طبقات عہدہ داران اور تجار کو امداد کیطرف توجہ دلائی جائے ۔

۴- جائدادہائے موقوفہ کی آمدنیوں سے بھی امداد مدرسہ کی خاطر پس انداز کرنے کیلئے محکمہ امور مذہبی کو توجہ دلائی جائے ۔

۵- عامۃ الناس کو بھی زکوۃ کی ادائی فرض پر توجہ دلائی جائے اور اس فنڈ کا خاص دفتر کھولا جائے جو شرعی مصارف زکوۃ پر مدرسہ کی جانب سے صرف ہوا کرے

۶- اس قسم کے اور بیسیوں وجوہ آمدنی پیدا کئے جاسکتے ہیں جو مدرسہ کو جامعہ دینیات بنانے کیلئے نہایت ضروری ہیں اور بشرط توجہ وخاص جد وجہد ان کا حصول آسان وممکن ہے۔

شاخہائے مدرسہ اس مدرسہ کی شاخیں ہر ایک ضلع وتعلقہ کے مستقر میں حسب ضرورت بڑے چھوٹے پیمانہ پر کھولی جانی چاہیئں یا جہاں پہلے سے کوئی مدرسہ موجود ہو مثلاً انجمن اصلاح المسلمین اور صدر انجمن اسلامیہ کے مدارس وغیرہ مختلف انجمنوں کے مدارس اسلامیہ سب اسی یونیورسٹی دینیات کے ماتحت کردئے جائیں جیسا کہ ہندو بنارس یونیورسٹی کے ماتحت کئی ایک پاٹھ شالے اور خیراتی مدارس ہیں اسی طرح اس جامعہ کے تحت سرکاری اور قومی جملہ مدارس دینیہ کردئے جائیں اس سے فائدہ ہوگا کہ ان مدارس دینیہ میں ایک مرکزیت پیدا ہوجائیگی اور وہ انتشار وتفرق واختلافات جو آج اسلامی اداروں میں پایا جاتا ہے اور جس کی وجہ سے قومی مقاصد کی یگانگت معرض وجود ہی میں نہیں آسکتی اور بالفرض آجائے بھی تو قائم ودائم نہیں رہ سکتی اور اسی وحدت مقاصد کے فقدان کی وجہ مسلم قوم کی مرکزی تنظیم کی کوئی صورت ہی پیدا نہیں ہوسکتی اور یہی بے مسلمانوں کی عام پستی اور تنزل کا سبب عظیم ہے ۔

مدرسہ کی اصلاح جامعہ نظامیہ یا دینیات یونیورسٹی کی صورت میں ہوجانے کا سب سے بڑا اور سب سے اہم نتیجہ بھی تعلیمی مرکزیت اور سماجی تنظیم کی صورت میں نکل سکتا ہے جو اگر وجود میں آجائے تو ایک بڑا کارنامہ متصور ہوگا اور مسلم قوم کی ذہنی انقلاب عظیم کا باعث ہوگا ۔

رباعی !

تری نگاہ کامیاب تری خرد کا ہے فریب
جلوہ رہگذر ہے اور جلوہ بام اور ہے
مذہب فکر میں ترے موت حریف زندگی
میری حدیث شوق میں موت کا نام اور ہے
سکر حیات سے بری میں بھی نہیں یہ سچ مگر
لغزش ہوش کے اسیر لغزش گام اور ہے
تری ضیائیں ظلمتیں میری سیاہیاں بھی نور
صبح کی طلعتوں سے پوچھ سرخ شام اور ہے

(از جناب مولوی مسعود الرحمٰن صاحب عثمانی (برہان)

محدثین کرام کا اعجاز نما حافظہ

از جناب مولوی سید احمد اللہ صاحب ندوی مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ سرکار عالی

یہ ایک مختصر مقالہ ہے جس میں محدثین کرام کے حافظہ سے بحث کیگئی ہے۔ محدثین کرام امت اسلامیہ کی وہ جماعت ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شریف کی خدمت کیلئے وقف رہتا ہے۔ یہ جماعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ابتک ہر عہد اور زمانہ میں اپنے اس فریضہ کو انجام دیتی چلی آتی ہے اس قابل احترام جماعت میں ایسے افراد بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا حافظہ اعجاز نما نظر آتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دوسری شریعتوں کے حاملین نے اپنی مذہبی کتابوں کی حفاظت کیلئے صرف تحریر پر اعتماد کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مرور ایام کے بعد وہ کتابیں اپنی ابتدائی اصلی حالت پر باقی نہیں رہیں لیکن امت اسلامیہ نے شریعت اسلامیہ کی کتاب الٰہی اور حدیث نبوی کو تحریف اور لفظی اختلاف سے محفوظ رکھنے کیلئے صرف ظاہری تحریر پر تکیہ نہیں کیا بلکہ اپنے حافظہ کے ذریعہ اپنے دلوں میں نقش کا لحجر بنایا جس کی وجہ سے قرآن شریف اور احادیث نبوی جو شریعت اسلامیہ کا ماخذ ہیں کسی تحریف اور تغیر کے بغیر ابتک اپنی اصلی حالت پر باقی ہیں۔

آیت "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" میں قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ الٰہی ہے وہ لاکھوں حفاظ قرآن کے ذریعہ برابر پورا ہوتا چلا جارہا ہے۔ قرآن شریف کے بعد احادیث نبوی کے حفظ کیلئے بھی محدثین کرام نے بہت زیادہ اہتمام کیا حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس وعدۂ الٰہی میں احادیث نبوی کی حفاظت کو بھی شریک فرماتے ہیں۔ قیل لابن المبارک ہذہ الاحادیث المصنوعۃ؟ قال تعیش لما الجہابذۃ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" یعنی کسی نے ابن مبارک سے پوچھا یہ حدیثیں مصنوعی ہیں آپ نے جواب دیا امام ذہبی نے حفاظ حدیث کے حالات میں ایک مبسوط کتاب تذکرۃ الحفاظ تصنیف کی ہے خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں ابن جوزی نے المنتظم میں حفاظ حدیث کے جستہ جستہ حالات قلمبند کئے ہیں اور دوسرے اکابر تراجم نگار نے بھی اس جماعت کے حالات وسوانح پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بعض صحابی ایسے تھے جو حدیث شریف کو قلمبند فرمایا کرتے تھے جیسے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کے مجموعہ احادیث کا نام صادقہ ہے مگر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث نبوی کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے اور زبانی روایت فرماتے تھے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تلقیح فہوم الاثر میں ہر ایک صحابی کی مرویات کی تعداد تفصیل سے لکھی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۵۳۷۴، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ۲۶۳۰، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۲۲۸۶، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۲۲۱۰، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ۱۶۶۰، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۵۱۴۰ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں ان کے علاوہ باقی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد ایک ایک ہزار سے کم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حافظہ مشہور ہے ایک دفعہ مروان حاکم مدینہ منورہ نے آپ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا تو پس پردہ ایک زود نویس شخص کو بٹھا دیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمائش کی کہ وہ کافی مقدار حدیثیں سنائیں چنانچہ وہ حدیثیں سنانے لگے اور پردہ کے پیچھے بیٹھنے والے شخص نے لکھنا شروع کیا جب کافی تعداد میں وہ حدیثیں سنا چکے تو مجلس برخواست کر دی گئی۔ کچھ مدت کے بعد مروان نے پھر مجلس منعقد کی اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے فرمائش کی کہ پہلی مجلس میں جو حدیثیں سنائی تھیں ان کو دوبارا دہرائیں، حضرت ابوہریرہ رضؓ حدیثیں سنانے لگے اور پردہ کی اوٹ میں بیٹھنے والے شخص نے مکتوبہ حدیثوں سے مقابلہ شروع کیا اس مقابلہ میں ایک حرف کا فرق نہ پایا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ کو ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں آپ نے اپنی صحیح بخاری کو چھ لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے تخریج کیا ہے صحیح بخاری میں جملہ (۷۲۷۵) حدیثیں ہیں اور اگر مکرر حدیثوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد (۴۰۰۰) رہ جاتی ہے اور آپ نے ۱۶ سال کی مدت میں اسے تصنیف فرمایا اور ہر حدیث کو کتاب میں لکھنے کے وقت دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کے متعلق حاشد بن اسمٰعیل اور ایک دوسرے شخص کا متفقہ بیان ہے کہ امام بخاری اپنی کمسنی کے زمانہ میں حدیث کی سماعت کے لئے ہمارے ساتھ شیخ کے پاس جایا کرتے تھے لیکن وہ بجز سننے کے کچھ لکھتے نہ تھے اس بات پر ہم ہم برابر ٹوکا کرتے تھے کچھ دن اسی طرح گذر گئے۔ ایک دن امام صاحب ہم دونوں کے ٹوکنے پر فرمانے لگے آپ دونوں مجھے بہت کچھ کہہ چکے اچھا آپ نے جو کچھ لکھا ہے مجھے دکھایئے۔ چنانچہ ہمارے پاس جس قدر حدیثیں لکھی ہوئی تھیں ان کے سامنے پیش کیں امام بخاری نے مزید پندرہ ہزار حدیثیں زبانی پڑھ کے سنائیں جو دوران سماعت میں لکھنے سے رہ گئی تھیں، پھر امام صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث کی سماعت کے لئے میں فضول جایا کرتا اور اپنے دن گنواتا ہوں۔ ان دونوں بزرگوار کا بیان ہے کہ اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی شخص سبقت نہیں لیجا سکتا ہے۔

امام بخاری کے حافظے کے متعلق ایک دوسرا اہم واقعہ صاحب الکمال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری بغداد تشریف لائے اصحاب حدیث کو اس کی خبر ہوئی ان لوگوں نے آپ کے حافظے کا امتحان لینے کے لئے سو حدیثوں کے متن اور اسناد کو الٹ پلٹ کر کے اور ایک حدیث کا متن دوسری حدیث کی اسناد کے ساتھ وصل کر کے دس آدمیوں کو دس دس حدیثیں تقسیم کر دیں اور انہیں ہدایت کی کہ جب اصحاب حدیث مجلس میں پہنچ جائیں تو وہ امام بخاری کے سامنے ان حدیثوں کو ایک ایک کر کے پیش کیا۔ اصحاب حدیث جب مجلس میں پہنچے اور مجلس میں سکون طاری ہوا تو ایک شخص ان دس آدمیوں میں سے امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ایک حدیث

پیش کی آپ نے فرمایا میں اس حدیث کو نہیں جانتا اس شخص نے دوسری پھر تیسری یہاں تک کہ دس حدیثیں جو اس کے پاس تھیں پیش کیں اور امام موصوف نے ہر حدیث کے متعلق یہی فرمایا کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا آپ کے انکار کی حقیقت کو علماء تو سمجھ گئے مگر عوام سمجھ نہ سکے بعد ازاں دوسرے شخص نے اپنی دس حدیثیں ایک ایک کر کے پیش کیں یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو حدیثیں جو اس مجلس کیلئے تیار کی گئی تھیں بیان کیں اور امام بخاری سب کے جواب میں "اس حدیث کو میں نہیں جانتا" کے سوا ایک لفظ نہ بولے جب سب کے سوالات ختم ہو چکے تو امام صاحب پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری پہلی حدیث درصل اس طرح واقع ہوئی ہے اور دوسری اس طرح پھر بقیہ دس حدیثوں کی صحت کر کے اور متن حدیث کو صحیح اسناد سے وصل کر کے واضح فرمایا بعد ازیں باقی نو آدمیوں کی حدیثوں کی صحت فرمائی۔ اہل مجلس نے یہ دیکھ کے آپ کے کمال حفظ اور فضل کا آپ کے سامنے اعتراف کیا۔

حضرت مسلم بن الحجاج متوفی ۲۶۱ھ اپنی کتاب صحیح مسلم کی بابت ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح کو تین لاکھ سنی ہوئی حدیثوں سے تصنیف کیا ہے، آپ کے اس ارشاد سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کو کتنی حدیثیں حفظ تھیں۔ قیاس غالب یہی ہے کہ یہ سب تین لاکھ حدیثیں آپ کو یاد ہوں گی کیونکہ آپ کا حافظہ بہت مشہور ہے آپ کی صحیح مسلم میں چار ہزار حدیثیں ہیں جن میں مکرر کا شمار نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن الانباری متوفی ۳۲۸ھ بہ قوت حافظہ میں یکتائے روزگار تھے، ابو علی قالی فرماتے ہیں کہ ابن الانباری کو تین لاکھ اشعار قرآن پاک کے شواہد میں برزبان یاد تھے۔ ابو علی تنوخی کہتے ہیں کہ ابن الانباری ہمیشہ زبانی املا کراتے تھے اور کبھی آپ نے کتاب دیکھ کے املا نہیں کرایا۔ محمد بن جعفر تمیمی کا قول ہے کہ میں نے ابن الانباری سے زیادہ کسی کو قوت حافظہ کا مالک نہیں دیکھا خود ابن الانباری کہا کرتے تھے کہ مجھے تیرہ صندوق کتابیں زبانی یاد ہیں نیز ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں ایکسو بیس تفسیر کی کتابیں مع اسناد زبانی یاد تھیں۔ ابن الانباری نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور اپنی تمام تصانیف کو اسناد کے ساتھ زبانی املا کرایا۔ یہ بہت بڑے نحوی بھی تھے، امام ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حفاظ حدیث کے سلسلہ میں ان کا نام شمار کیا ہے۔

ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۶۴ھ فرماتے ہیں مجھے دو لاکھ حدیثیں اس طرح زبانی یاد ہیں جس طرح کوئی شخص قل ہو اللہ احد کی سورۃ یاد رکھتا ہے، اور وقت مذاکرہ مجھے تین لاکھ حدیثیں زبانی یاد رہتی ہیں۔ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ پچاس برس میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ سب میرے گھر میں محفوظ ہے اور لکھنے کے بعد میں نے ان کا دوبارہ مطالعہ نہیں کیا ہے۔ تاہم مجھے معلوم ہے کہ وہ سب کس کتاب کس ورق، کس صفحہ اور کس سطر میں مرقوم ہیں اور جو کچھ علمی باتیں میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں میرا دل ان کو یاد کر لیتا ہے اور جب میں بغداد کے بازار میں چلتا ہوں اور جھڑکیوں سے گانے والیوں کی آواز سنتا ہوں تو فوراً کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہوں اس ڈر سے کہ میرا قلب کہیں ان گانوں کو یاد نہ کر لے۔ ابوزرعہ رازی کے حافظہ کی ستائش میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیثیں سات لاکھ ہیں جن میں اس نوجوان یعنی ابوزرعہ رازی کو چھ لاکھ برزبان یاد ہیں، محدث ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے قوت حافظہ میں ابوزرعہ سے برتر کسی کو نہیں دیکھا۔ مشہور محدث ابن راہویہ کا قول ہے کہ جس

حدیث کو ابو زرعہ نہ جانتے ہوں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

اُبو الحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۵ھ "حافظ زماں" کے وصف سے یاد کئے جاتے تھے، مشہور محدث حاکم کا بیان ہے کہ دارقطنی قوت حفظ میں یکتائے زمانہ تھے ایک دفعہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نوعمری میں اسمٰعیل صفار کی مجلس میں آئے اس وقت صفار حدیث کا املا کرارہے تھے یہ بھی بیٹھ گئے اور ایک جزو لکھنے لگے کسی نے انہیں ٹوکا اور کہا، میاں! اس کسنی میں آپ کی سماعت تو درست نہیں آپ کیسے لکھ رہے ہیں، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ املا میں میری سمجھ آپ کی سمجھ کے برعکس ہے، کیا آپ زبانی بتا سکتے ہیں کہ شیخ نے کتنی حدیثیں املا کرائی ہیں۔ معترض نے کہا میں نہیں بتا سکتا، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقت شیخ نے اٹھارہ حدیثیں املا کرائی ہیں پہلی حدیث یہ ہے اور دوسری یہ ہے، اسی طرح تمام حدیثوں کو مشرح زبانی بیان فرمایا، یہ سن کے سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے برقانی سے پوچھا کہ دارقطنی نے علل حدیث تمہیں زبانی لکھوایا ہے؟ برقانی نے کہا ہاں! میں نے ہی دارقطنی کی علل حدیث کو جمع کیا ہے اور لوگوں نے میرے نسخے سے ہی پڑھا ہے۔

ابونعیم جرجانی متوفی ۳۲۰ھ حافظ حدیث تھے انہیں موقوف اور مرسل حدیثیں اس طرح زبانی یاد تھیں جس طرح حفاظ حدیث کو مسند حدیثیں یاد ہوتی ہیں۔ ابن السقاء متوفی ۳۷۳ھ حافظ حدیث تھے، دارقطنی اور ابن مظفر فرماتے ہیں کہ ہم نے ابن السقاء کے پاس کوئی کتاب نہیں دیکھی بلکہ وہ ہم لوگوں سے زبانی حدیثیں بیان کرتے تھے

ابن عقدہ متوفی ۳۳۲ھ حافظ حدیث تھے انہیں ایک لاکھ حدیثیں اسناد کے ساتھ زبانی یاد تھیں۔

ابو حامد ابن الشرقی متوفی ۳۲۵ھ امام مسلم کے شاگرد تھے، قوت حافظہ میں اپنے زمانہ میں فرد مانے جاتے تھے ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ابو حامد ابن الشرقی سے زیادہ قوت حافظہ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، نیز ابن عدی فرماتے ہیں کہ میں نے ایوب سختیانی کی احادیث کا مجموعہ جسے ابن الشرقی نے جمع کیا تھا لے کے ان کے سامنے پڑھنا شروع کیا میں کتاب دیکھ کے پڑھتا تھا اور ابن الشرقی میرے ساتھ ساتھ اول سے آخر تک زبانی پڑھتے جاتے تھے۔

امام اُبو جعفر عقیلی متوفی ۳۲۲ھ حافظ حدیث تھے، مسلمہ بن قاسم کا بیان ہے کہ عقیلی جلیل القدر عظیم المرتبت شخص تھے، ان کی مانند میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ محدثین میں سے جو عقیلی کے پاس آتا تو وہ فرماتے کہ اپنی کتاب سے پڑھو لیکن وہ خود اپنی اصل نہیں نکالتے تھے اس بات پر ہم لوگوں میں گفتگو ہوئیں اور ہم لوگ کہنے لگے کہ عقیلی یا تو تمام لوگوں سے زیادہ حافظہ کے مالک ہیں اور یا وہ سب سے زیادہ جھوٹے ہیں ایک روز ہم سب ان کی مجلس میں شریک ہوئے اور میں کتاب سے پڑھنے لگا جس وقت میں حدیث میں کمی یا بیشی کے الفاظ پڑھتا تو وہ سمجھ جاتے اور مجھ سے کتاب اور قلم لے کے اپنے حافظہ سے اس کی اصلاح فرما دیتے، جب ہم ان کے پاس سے واپس ہوئے تو ہمارے دل مسرور تھے اور اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ حافظہ میں تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

ابوبکر عبداللہ ابن ابوداؤد سجستانی متوفی سنہ ۳۱۶ھ حافظ حدیث تھے ان کی قوت حفظ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یہ ایک دفعہ عمرو بن اللیث کے عہد میں سجستان پہنچے ان کے گرد اصحاب حدیث کا مجمع ہوا، اس مجمع نے ان سے درخواست کی کہ وہ حدیث بیان فرمائیں، ابن ابوداؤد نے انکار کیا اور فرمایا کہ میرے پاس کتاب نہیں ہے لوگوں نے ان سے ازراہ تعجب کہا، ابن ابوداؤد اور کتاب! یہ خود فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس قدر مجھے برانگیختہ کیا کہ بالآخر تیس ہزار حدیثیں زبانی انہیں لکھوا دیں۔

ابونعیم متوفی سنہ ۳۲۳ھ حافظ حدیث تھے ابوعلی فرماتے ہیں کہ ابونعیم اماموں میں سے ایک امام تھے میں نے ابن خزیمہ کے بعد خراسان میں ان کی مانند کسی کو نہیں دیکھا ان کو موقوف اور مرسل حدیثیں اس طرح ازبر تھیں جس طرح ہم مسند احادیث دل میں یاد رکھتے ہیں۔

ابوبکر ابن زیاد متوفی سنہ ۳۲۴ھ حافظ حدیث تھے۔ حاکم ان کی شان میں لکھتے ہیں کہ فقہیات اور اختلافات صحابہ تمام لوگوں سے زیادہ انہیں یاد ہیں۔ دارقطنی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر ابن زیاد سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ انہیں متون حدیث میں الفاظ کی زیادتی کا علم تھا۔ یہ جب حدیث بیان کرنے بیٹھتے تھے تو لوگ کہتے حدِث یعنی حدیث بیان فرمائیے تو یہ کہتے تم خود سوالات کرو، ان سے احادیث کے متعلق سوالات کئے جاتے یہ ان کا جواب دیتے اور املا کرا دیتے تھے۔

ابوالحسن بن القطان متوفی سنہ ۳۴۵ھ حافظ حدیث تھے، ان کا ذاتی بیان ہے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔

الختلی متوفی سنہ ۳۳۵ھ حافظ حدیث تھے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ انہیں پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں اور یہ اپنے حافظے سے حدیث کا املا کراتے تھے۔

ابن عمر الزاہد متوفی سنہ ۳۴۵ھ لغت میں انہیں زیادہ ادراک تھا اس لئے یہ لغوی کہے جاتے ہیں۔ حافظ حدیث ہی تھے ان کے حافظے کی یہ حالت تھی کہ لغت میں تیس ہزار ورق کا املا زبانی کرایا۔ حافظے کی اس وسعت کی وجہ سے لوگوں نے انہیں متہم بھی کہا۔

اسحاق بن راہویہ متوفی سنہ ۲۳۸ھ حافظ حدیث تھے ایک دفعہ انھوں نے امام بخاریؒ کے سامنے اپنے حافظہ کی تعریف میں کہا "گویا میں اپنی کتاب کی ستر ہزار حدیثیں اپنے دل میں دیکھ رہا ہوں۔ امام بخاری نے برجستہ جواب دیا کیا تمہیں اتنی سی بات پر تعجب ہے اس زمانہ میں ایک شخص ایسا موجود ہے جو اپنی کتاب کی دو لاکھ حدیثیں اپنے دل میں دیکھتا ہے، امام بخاری کی اس سے مراد اپنی ذات تھی۔

ابواحمد العسال متوفی سنہ ۳۴۹ھ حافظ حدیث تھے۔ ابن مردویہ کا بیان ہے کہ میں نے ابواحمد العسال کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھے قرارت کے متعلق پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں، ابواحمد العسال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک بہت بڑی تفسیر اپنے حفظ سے املا کرائی، ایک دفعہ انھوں نے اردستان میں چالیس ہزار حدیثیں زبانی املا کرائیں جب یہ اپنے شہر واپس ہوئے اور املا شدہ حدیثوں کا مقابلہ کیا تو اصل کے مطابق پایا۔

ابن مظاہر الاصبہانی متوفی ۳۰۷ھ حافظ حدیث تھے، قوت حافظہ میں یہ نشانی سمجھے جاتے تھے، پہلے انھوں نے تمام مسند حدیثیں یاد کیں پھر موقوف حدیثیں یاد کرنے لگے۔

شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل ہروی متوفی ۴۸۱ھ حافظ حدیث تھے۔ انہیں بارہ ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

ابوسعد ابن البغدادی متوفی ۵۴۰ھ انھیں پوری صحیح مسلم زبانی یاد تھی اور احادیث کا املا یہ اپنے حافظہ سے کرتے تھے۔

ابن النحاس مصری متوفی ۴۱۶ھ حافظ حدیث تھے، ان کی حدیث کی کتابیں ضائع ہو گئیں تو یہ برسوں اپنے حافظ کی مدد سے حدیث بیان کرتے تھے۔ ان کے حفظ، صدق اور تحدیث کی تصدیق حاکم نے کی ہے۔

ابن بکر متوفی ۳۵۴ھ حافظ حدیث تھے۔ الازہر کا بیان ہے کہ میں ابن بکر کے پاس حاضر رہا کرتا تھا ان کے پاس احادیث کے کچھ اجزاء تھے میں ان کو دیکھا کرتا تھا ایک دفعہ انھوں نے مجھ سے فرمایا دو باتوں میں سے تمھیں کون سی بات پسند ہے؟ تم ان اجزاء کے متن مجھ سے بیان کرو میں ان کی اسناد بتادوں، اور یا اسناد بیان کرو، میں متن بیان کروں، الازہر کہتے ہیں میں ان سے متن بیان کرتا اور وہ اس کی اسناد بجنسہ ازبر سنا دیتے اور اس طرح کئی بار میں نے عمل کیا۔

ابوبکر الاسفرائنی متوفی ۴۰۰ھ ان کے متعلق حاکم شہادت دیتے ہیں کہ انھیں امام مالک امام ثوری، شعبہ اور اور مسعر کی بیس ہزار سے زیادہ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے متعلق ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ انھیں دس لاکھ حدیثیں حفظ تھیں ؂

مساوات و اخوت کا پیغام

اسلام نے دولت مساوات و اخوت کو نوع انسانی کے تمام افراد کا یکساں ترکہ قرار دیا اللہ کا بندہ ہو جانا دارین کی کامیابیوں کیلئے کافی تھا اس مساوات کے سامنے ملک، رنگ، نسل، خاندان، پیشے غرض سارے امتیازوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ آنحضرتؐ نے منبر پر سے خطبہ میں کتنی دفعہ یہ الفاظ دہرائے تھے "اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ!"

حضورؐ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا "عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے" مثال دیکھو حبشی قوم اس وقت تک گویا غلامی ہی کے لئے بنی تھی۔ روم میں غلام تھی۔ ایشیا میں غلام تھی۔ اسلام نے ان کو اتنا بلند کیا کہ بڑے بڑے علما نے ان کے فضائل میں کتابیں لکھی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک موقع پر کھڑے تھے۔ ابوسفیان (جو ہنوز کافر تھے) اکڑتے ہوئے وہاں سے گذرے حضرت بلالؓ نے کہا "ابھی اسلام نے اس کی گردن نہیں جھکائی" حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں تھے یہ سن کر کہا کہ "قریش کے سردار کی نسبت یہ الفاظ!" حضرت صدیقؓ کہتے تو کہہ گئے مگر خیال آیا تو گھبرائے، بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ ارشاد ہوا، ابوبکر تم نے ان لوگوں کے دلوں کو تو نہیں دکھایا، اس کا جواب لینے حضرت بلالؓ اور ان کے رفقاء کے پاس واپس آئے (یہ یاد رکھو کہ حضرت بلالؓ کو غلامی سے نجات صدیق اکبر نے دلائی تھی) پوچھا "صاحبو! میرے الفاظ سے آپکے دل کو صدمہ تو نہیں پہنچا؟" جواب نفی میں سنا تو تسکین ہوئی ؂

جامعہ نظامیہ سے خطاب

از مولوی سید عثمان قادری صاحب متعلم فاضل کلیہ نظامیہ

اے مکتب نظامیہ اے دولت سرائے علم
تیری ہی ذات سے ہوئی نشو و نمائے علم
اکثر ملے یہیں سے دُرِ بے بہائے علم
تو ہے ہمارے واسطے ہم ہیں برائے علم
تجھ سے ہی نام ہے عربیہ علوم کا
تجھ پر اثر نہ ہو کبھی بادِ سموم کا

ہیں یوں تو اور سینکڑوں ہی مدرسے یہاں
سب کارواں ہیں اور ہے تو میرِ کارواں
انوارِ علم سے ہے فضیلت تری عیاں
قائم رکھے خدا تجھے تا دورِ آسماں
ترجیح سب پہ ہے تجھے ہر اعتبار سے
ہے فیض تجھ کو رحمتِ پروردگار سے

سب علم دوست ہیں جو ترے سرپرست ہیں
خُم علم کے لنڈھاتے ہیں ساغر بدست ہیں
عالم کے آگے حوصلے جاہل کے پست ہیں
ہشیار ہیں۔ جو علم کے نشے میں مست ہیں
پنہاں نہیں ہیں کچھ تری خدمت گزاریاں
ہیں تیرے دم سے علم کی سب پائیداریاں

آزادِ دیں جو ہیں وہ ترے پائے بند ہیں
عالم نوازیاں تری سب کو پسند ہیں
میں کیا بتاؤں جو ترے رتبے بلند ہیں
کیسے بڑے بڑے ترے احسان مند ہیں
کتنوں کو تونے عالم و فاضل بنادیا
ناقص کوئی جو آگیا کامل بنادیا

تعلیم تیری رہبرِ دیں رہ نمائے دیں
تیرا نصاب خاص سخن آشنائے دیں
مسلک ترا موافق ہر مدعائے دیں
شاداب تجھ سے ہے چمنِ دلکشائے دیں
کیا فیض بخش و فیض رساں ہے ترا وجود
ہو روز افزوں نام ترا اور تری نمود

اقبال مند ہیں جو خریدارِ علم ہیں
ذی رتبہ ہیں جو مطلعِ انوارِ علم ہیں

آگاہِ دین ہیں وہ جو خبردارِ علم ہیں
وہ خوش نصیب ہیں جو طلبگارِ علم ہیں

منزل ملی اٹھا جو قدم تیری راہ میں
وقعت بڑھی سمائے جو تیری نگاہ میں

تو کیا پسند آئے انہیں جو ہیں خود پسند
نادان آئے اور گئے بن کے ہوشمند

تو بھی بلند اور تری تعلیم بھی بلند
ہے یہ دعا کہ تیرا درِ فیض ہو نہ بند

شکر خدا ذکیؔ کو بھی مسرور کر دیا
دامانِ علم گوہرِ مقصد سے بھر دیا

خونِ جگر

از جناب جگر مراد آبادی

عشق فنا کا نام ہے عشق میں زندگی نہ دیکھ
جلوۂ آفتاب بن، ذرے میں روشنی نہ دیکھ

جلوۂ رنگ رنگ کی دیکھ ہما ہمی نہ دیکھ
ایک جگہ ٹھہر نہ جا غور سے تو کبھی نہ دیکھ

شوق کا مرثیہ نہ پڑھ عشق کی بیکسی دیکھ
اس کی خوشی خوشی سمجھ اپنی خوشی خوشی نہ دیکھ

شوق کو رہنما بنا جو ہو چکا کبھی نہ دیکھ
آگ دبی ہوئی نکال آگ بجھی ہوئی نہ دیکھ

دل کو مٹا کے عشق میں دل کی طرف کبھی نہ دیکھ
ہو کے نثارِ زندگی حاصلِ زندگی نہ دیکھ

دل کی لگی بجھائے جا تیز قدم اٹھائے جا
رخصتِ شوق کی قسم فرصتِ زندگی نہ دیکھ

پہلے جہانِ رنگ و بو تا بہ کمال دیکھ جا
رہ روِ منزلِ سلوک اپنی طرف ابھی نہ دیکھ

یہ تو نہیں کہ آنکھ کو دعوتِ ماسوا نہ دے
ہاں مگر اس قدر کہ بس ایک ہی رخ کبھی نہ دیکھ

موت و حیات میں ہے صرف ایک قدم کا فاصلہ
اپنے کو زندگی بنا جلوۂ زندگی نہ دیکھ

حسنِ مجاز سے گزر یعنی جو تجھ سے ہو سکے
دیکھ کے ایکبار پھر بارِ دگر کبھی نہ دیکھ

تو ہی کمالِ عشق ہے تو ہی کمالِ حسن ہے
اپنے سوا کسی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھ

ناصحِ کم نگاہ سے کوئی یہ کہہ کے سر کھپائے
رازِ شکستگی سمجھ رنگِ شکستگی نہ دیکھ

یہ بھی تری طرح کہیں رخ سے نقاب الٹ نہ دے
حسن پہ اپنے رحم کر عشق کی سادگی نہ دیکھ

ہو کے رہے گا ہمنوا وہ بھی ترے ہی ساتھ ساتھ
نغمۂ شوق گائے جا حسن کی برہمی نہ دیکھ

ہے یہی عینِ دوستی اپنی طرف سے اے جگرؔ
دستِ کرم بڑھائے جا غیر کی دشمنی نہ دیکھ

معارف جلد ۳۴ ص ۲۳۵

تاریخ قرارت اور تجوید

(از مولوی حافظ قاری محمد عبدالرحمن صاحب کامل (نظامیہ) استاذ تجوید و قرارت کلیۂ نظامیہ

یہ امر میرے لئے موجب مسرت ہے کہ آج میں آپ حضرات کے سامنے مادر کلیہ نظامیہ کے ایک خوشہ چین علم کی حیثیت سے اپنے خیالات و معلومات کا اظہار کر رہا ہوں جو میرے اجلہٴ اساتذہ کے آئینۂ معارف کا ایک عکس ہیں، لیکن میں اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے معلومات قلیل اور میرا علم نہایت محدود ہے، تاریخ قرارت اور اس کی ضرورت پر علما، کبار و اساتذۂ کرام کے سامنے مجھ جیسے ہیچمدان کا کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھاتا ہے۔ میں بانیان جلسہ کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اس موقع پر میری عزت افزائی کی، اور مجھے اپنے پریشان خیالات کو ٹوٹی پھوٹی زبان میں ظاہر کرنے کا موقع دیا۔

حضرات! اس سے قبل کہ میں اصل موضوع پر کچھ بیان کروں مناسب ہوگا کہ پہلے فن قرارت کے مفہوم کی توضیح ہو جائے، قرآن مجید کے الفاظ باوجود مختلف وجوہ، مختلف حرکات، مختلف وقف، مختلف ادغام امالہ، اور فصل و وصل کے ساتھ پڑھے جانے کے ان کے معانی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی وہ جوں کے توں باقی رہتے ہیں یا کسی مفید مطلب کے مقتضی ہوتے ہیں اور یہ تمام طرقِ تلاوت علی التواتر صحابہ سے مروی ہیں، ان ہی وجوہ و حرکات اور طرق مختلفہ سے بحیثیت روایت و سماعت قرآن مجید کو کسی مستند استاذ فن سے حاصل کرنا اصطلاح میں قرارت کہلاتا ہے، لیکن ایک قاری قرآن کو صرف ان قراءت مختلفہ ہی پر اکتفا کرنا نہیں پڑتا بلکہ اُس کو بر صحت و حسن تلفظ یعنی تجوید کی رعایت بھی لازم ہے اس لئے تجوید بھی قراءۃ کے حکم میں داخل ہے اور یہ معلوم ہے کہ فن رسم قرآن و معرفۃ وقف و ابتداء کے جانے بغیر تجوید قراءۃ مکمل نہیں ہوتی اور یہ علوم اگرچہ اپنی غایۃ و اہمیت کا لحاظ کرتے بجائے خود ایک مستقل فن ہیں لیکن تجوید بمنزلۂ اصل کے ہے۔

قرآن مجید سے متعلق جتنے علوم بھی آج تک معرض وجود میں آچکے ہیں وہ سب کے سب قدماء اہل اسلام کی شدید جدوجہد اور انتہائی سعی و محنت کا مفید نتیجہ ہیں جو انھیں کتاب اللہ کی نشر و اشاعت، تعلیم و تعلم، اور فہم و تفہیم کے راستہ میں اٹھانی پڑی، اسلام جب تک جزیرہ نمائے عرب میں محدود تھا اور حامل قرآن حکیم علیہ الصلاۃ والتسلیم جلوہ افروز عالم تھے قرآن مجید کی قراۃ و سماعت اور افہام و تفہیم کی راہ میں کوئی روک نہ تھی ساکنان خطہ عرب براہ راست اس وجود مطہر و منور سے اقتباس انوار کرتے تھے اور کسی اختلاف کو راہ پانے کی گنجائش نہ تھی لیکن جوں ہی فتوحات اسلامیہ کا سیلاب آگے بڑھنے لگا اور کتاب مبین کی ضیاء پاشیاں صحرائے عرب سے گزر کر ظلمت کدۂ ارضی کے گوشہ گوشہ کو منور کرنے لگیں تو اس وقت مسلمانوں کو اپنے مفتوح اقوام و تازہ ایمان ملل کو کتاب الٰہی سے روشناس کرانے اور اس کی تعلیم و تفہیم کرنے کا موقع آیا تو حسب ضرورت و احتیاج انھوں نے قرآن مجید سے متعلق بے شمار فنون مدون کردئے تاکہ عرب و عجم کا بڑھتا ہوا اختلاط

والتباس لسانی حیثیت سے کتاب عزیز کی قرارت وسماعت اور فہم معانی پر کسی طرح اثرانداز نہ ہوا اور اپنے پرائے سب کو اس سرچشمۂ فیض سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ قرآن مجید کے نزول کا وہی زمانہ ہے جبکہ زبان عربی منتہائے عروج پر تھی اور عرب اپنے زعم صحیح میں اپنے سوا سارے باشندگان ارض کو عجمی کہتے تھے لیکن اس وقت تک اصول وقواعد زبان مرتب نہ ہوئے تھے اور نہ انھیں اس کی ضرورت تھی مگر فتوحات اسلامی و اختلاط باہمی سے جب عربی زبان کا لب ولہجہ بگڑنے لگا تو اس امر کی ضرورت داعی ہوئی کہ اس کے اصول وقواعد مرتب کئے جائیں چنانچہ صرف ونحو کے قواعد کے ساتھ مسلمانوں نے بغرض اشاعت قرآن اس کی صحت قرارت کے مدنظر حرفوں کے مخارج وصفات کا اس خوبی سے تعین کیا کہ محض سننے سے لفظ کا ہر حرف سامع کی سمجھ میں اس طرح آجائے کہ ایک حرف کا دوسرے حرف سے مطلق التباس نہ ہونے پائے یہی مبادی تجوید وقرارت ہیں۔

قرآن مجید کو علاوہ صحت مخارج وصفات حروف وحسن ادائی کلمات سے پڑھنے کے اس بات کی ضرورت لاحق ہوئی کہ بحیثیت روایت وسماعت وطرق متعددہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کس طرح سنا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح پڑھا معلوم ومحفوظ رہے علم قراۃ کی بنیاد ہے اس ایک ساتھ کی لاحقہ ضرورتوں کی وجہ سے فن تجوید وعلم قراءۃ کی ضرورت تدوین کا زمانہ تو ایک ہی ہے باقتضاء حالات علم قراۃ کو بحیثیت تصنیف اولیت حاصل ہے۔ فن قراءۃ میں قرن اولی میں صحابہ کرام کے طبقہ سے حضرت سیدنا عثمان بن عفان وحضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت بن مسعود، حضرت ابو الدرداء، اور حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہم اجمعین مشاہیر علم قرارت کی حیثیت رکھتے تھے۔ طبقہ تابعین وتبع تابعین کو ملا کر دوسری صدی کے اوائل سے لیکر اواخر تک سات مشہور ائمہ گذرے ہیں۔ حضرات تابعین میں عبد اللہ بن عامر یحصبی قاری شام، عبد اللہ بن کثیر قاری مکہ، اور عاصم بن بہدلہ قاری کوفہ۔ حضرات تبع تابعین میں ابو عمرو بن العلاء المازنی قاری بصرہ، حمزہ بن حبیب التیمی قاری کوفہ۔ اور حضرت نافع بن ابو نعیم المکی، یا بن عبد الرحمن اللیثی قاری مدینہ، اور علی بن حمزہ کسائی قاری کوفہ۔ ان اجلۂ ائمہ قراۃ میں حضرت عاصم کی قراۃ سہل اور سب سے زیادہ مقبول ومروج ہے۔ اسی طرح حضرت نافع کی قرارت بھی اکثر بلاد اسلامیہ میں معروف ومتلو ہے جن کو ستر قراء تابعین سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

فن قرارت کی تدوین سب سے پہلے تیسری صدی کے اوائل میں ابو عبید قاسم بن سلام کی تصنیف "القراءات" سے ہوئی، چوتھی صدی کے اواخر میں ابو علی حسن بن احمد فارسی اور عبید اللہ بن محمد اسدی نے اس فن میں الحجۃ فی القراءات والمفصح فی القراءۃ تصنیف کیں، پانچویں صدی کے تقریباً وسط میں ابو محمد مکی بن ابی طالب کی التبصرہ والکشف مبسوط تصانیف، اور اسی پانچویں صدی کے وسط میں ابو عمر بن عثمان بن سعید الدانی کی جامع البیان، کتاب التیسیر فی القراءات السبع اور المحتوی فی القراءات الشواذ، اور ابو طاہر بن اسمٰعیل بن خلف کی عنوان فی القراءۃ اور الاکتفاء فی القراءۃ

قابلِ ذکر تصنیفات ہیں لیکن اواسط قرنِ سادس میں امام القراءۃ قاسم بن فیرہ الشاطبی الاندلسی نے اس فن میں قصیدہ شاطبیہ فی السبع ایسی معرکتہ الآرا، اور شہرہ آفاق کتاب منظوم تصنیف کی کہ اس سے پہلے کے تمام تصنیفات اس کی شہرت کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ اس کی شہرت و اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ساتویں اور آٹھویں صدی کے اجلہ علماء قراءۃ مثلاً سخاوی و جعبری وغیرہ نے بجائے فن قراءۃ میں دیگر تصانیف کا اضافہ کرنے کے صرف اسی کی شرح کو کافی سمجھا۔ البتہ نویں صدی میں محمد بن محمد الجزری نے اس فن میں النشر فی القرادت العشر اور تحبیر التفسیر فی القراءات العشر اور الغایۃ فی الزیادۃ علی العشرۃ وغیرہ جیسی مفید و النفع کتابیں مستقل طور پر تصنیف کیں جن میں سے بعض آج بھی شائع و ذائع ہیں۔

فن قراءۃ کے سلسلہ میں تجوید قرآن اور رسوم القرآن اور علم معرفۃ الوقف والابتداء پر بھی جب تک روشنی نہ ڈالی جائے فن قراءۃ کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ علوم بھی باہم دیگر ایک خاص ربط و تعلق رکھتے ہیں۔

حضرات! جیساکہ ابھی گذر چکا ہے۔ جب تک عربی زبان عربوں کی حد تک محدود تھی عرب العرباء اپنی زبان کو باتمام و کمال جانتے تھے لیکن برکات اسلام کا بحرِ بیکراں جب ساحل عجم سے ٹکرانے لگا تو اس وقت بالخصوص اہل عجم کو درس قرآن کے ساتھ عربی زبان کی نظم و خوبی اور اس کے حروف کی ہیئت صوتی کے سمجھانے اور سکھانے کی ضرورت پڑی تو فن صرف و نحو کے علاوہ خاص طور پر قرآن مجید کی صحت قراءۃ کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا اور اس کے لئے ایک علیحدہ فن تجوید القرآن کے نام سے وضع کیا گیا کہ اس کے حروف و کلمات کی ارتباطی صوت متاثر ہونے لگے بھی تو قراءۃ قرآن مجید علی سبیل الاداء بجنسہٖ اپنی نزولی کیفیت میں دستبرد زمانہ سے محفوظ رہے۔ اگرچہ قرونِ اخیرہ میں بمقابلہ قراءت تجوید کی اہمیت و ضرورت زیادہ بڑھ گئی لیکن پھر بھی بادنیٰ تفاوت ان دونو علوم کا سلسلہ تعلیم و تعلم سلفاً عن خلف ہر زمانہ میں کسی نہ کسی حیثیت سے چلا آرہا ہے۔ ممالک عربیہ و دیگر بلاد اسلامیہ کے قطع نظر اس کے آثار عروس البلاد حیدرآباد دکن جیسے دُور و دراز گوشہ میں بھی نمایاں ہوتے رہے ہیں۔

اس فن کی باقاعدہ تدوین کا پتہ تیسری صدی ہجری میں ملتا ہے۔ موسیٰ بن عبید اللہ خاقانی بغدادی کو سب سے پہلے مصنف ہونے کا فخر حاصل ہے، پانچویں صدی میں ہم کو مکی بن ابی طالب قیسی کی ایک تصنیف رعایۃ لتجوید القراءۃ کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت نایاب ہے، ساتویں صدی میں برہان الدین جعفری عقود الجمان فی تجوید القرآن بھی اس فن میں ایک کتاب تصنیف ہوئی ہے، لیکن نویں صدی میں شاطبیہ کی طرح اس فن کی مایۂ ناز اور مقبول ترین تصنیف حضرت محمد بن محمد جزری کی کتاب مقدمہ جزریہ منظومہ ہے، جس نے اپنے بعد کے علماء کو اُن کے اپنے مستقل تصانیف سے مستغنی کردیا ہے۔ چنانچہ دسویں صدی ہجری کے کثیر التعداد علماء نے اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید تصنیف کو ضروری نہیں سمجھا البتہ اس کے فہم نکات و توضیح معانی کے لئے اپنے طور پر اس کی شرحیں لکھدیں جو آج بھی موجود ہیں، اس باب میں شرح ذکریا انصاری منح الفکریہ لملا علی قاری آج کل کے متداول شروح ہیں۔

قرآن مجید کے اثنا تلاوت وقراۃ میں سانس کے ٹوٹنے سے قاری کو ذرا دم لیکر پھر آگے بڑھنا پڑتا ہے ایسی حالت میں سلسلہ عبارت کا اتصال بے موقع بھی ٹوٹ جایا کرتا ہے اس سے بسا اوقات عبارت کا سمجھنا ہی مشکل نہیں ہوتا بلکہ قرآن مجید کے بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ اگر ان پر اس طرح اضطراراً وقف کرکے بغیر کلمہ اولیٰ سے ابتدا کئے کے آگے بڑھیں تو فساد معنی حد کفر تک پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے پس ضرورت تھی کہ وقف وابتدا کا شروع ہی سے اہتمام رہے اور یہ منضبط رہے کہ کہاں مطلق وقف ہو سکتا ہے اور کہاں سانس توڑ کر رک جانے کے بعد تلاوت کی ابتدا مگر اس کے ماقبل سے کرنا چاہیئے اس خصوص میں آئین تنزیل کا اہتمام بارگاہ نبوت ہی سے نظر آتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے ارشادات اس بارہ میں ثابت ہیں۔ ترتیل کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم قرآن شریف کے احکام حلال وحرام وغیرہ کی جس طرح آنحضرتؐ سے تعلیم پاتے تھے اسی طرح ہم نے ماینبغی ان یوقف کی بھی تعلیم ان بنی عربی سے پائی پس علمار تجوید وقرارت نے اس غرض کے لئے علم الوقف والابتداء وضع کیا، قرآن مجید میں جگہ جگہ علامات وقف کے نشانات لگائے کہ غایۃ اہمیت کے نظر کرتے تجوید کا یہ جزء لاینفک اس طرح متن قرآن میں رسماً محفوظ ہو جائے اور تالی قرآن بوقت قرأت خطا نہ کرے اور پھر اس میں مخصوص تصنیفات کا اضافہ کیا گیا۔

تیسری صدی ہجری کا آغاز تھا کہ علم الوقف والابتداء پر کتابیں تصنیف ہونا شروع ہوئیں، کتاب الوقف والابتداء کے مستقل عنوان سے مشاہیر ائمہ نحو وادب نے کتابیں لکھیں جن میں طبقہ قدماء سے یحییٰ بن زیاد فرا نحوی، ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب نحوی، مکی بن ابی طالب، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد زجاج نحوی ابوبکر محمد بن قاسم بن انباری، ابوجعفر نحاس بغدادی نحوی، اور ابوسعید حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی قابل ذکر مصنفین گذرے ہیں حضرۃ امام فن ابو عمرو دانیؒ نے توالمکتفی فی الوقف والابتداء ایک بہترین کتاب تصنیف کی ہے جو اپنے زمانہ کی خود اپنی نظیر اور مصنفین مابعد کے حق میں مرکز اصل ہے۔ متاخرین میں احمد بن عبدالکریم الاشمونی محسن عمانی ہیں۔ لیکن ابوجعفر بن طیفور سجاوندی کی خدمت اس باب میں مقبول عام رہی اور یہ وہی بزرگ ہیں جن کے اوقاف موجودہ مصاحف مطبوعہ میں مرسوم ہیں۔

فن تجوید وعلم قرارت کے ارتقائی منازل میں قرآن مجید کے اصول کتابت وطریقہ تحریر کو بڑا دخل رہا ہے جس طرح قرآن کو پڑھنے پڑھانے کے لئے ادائے تلفظ وحسن ترتیل کی ضرورت لاحق ہوئی تو اس کے اصول وقواعد مدون کرنے پڑتے تھے تو اس سے بدرجہا تم واولیٰ یہ سوال درپیش تھا کہ قرن اول میں کاتبان وحی نے جس رسم خط میں قرآن مجید کی امانت اپنے بعد آنیوالے مسلمانوں کے سپرد کی تھی اس کو اور زیادہ مستحکم ومحفوظ کرنے کے لئے کہ قرآن کی ہر حیثیت سے حفاظت کا سامان مکمل ہو جائے۔

لہ غزنی علاقہ افغانستان کے ایک قصبہ کا نام سجاوند ہے اور یہ مقام ہمیشہ علم وفضل کا مرکز رہا ہے۔ (مدیر)

رسم القرآن کے نام سے ایک علیحدہ فن مدون کیا گیا۔

غالباً اس فن میں سب سے پہلے لکھنے والے دوسری صدی میں ابن عامر یحصبی قاری شام حمزہ بن حبیب الزیات کوفی اور علی کسائی ہیں جنھوں نے مقطوع القرآن و موصولہ کو جمع کیا اور سب سے پہلے جنھوں نے قرآن میں نقطے لگائے یحیٰی بن یعمر بصری ہیں بعض کہتے ہیں ابو الاسود الدائلی مکی ہیں پھر نقط القرآن و شکلہ کے عنوان پر سب سے پہلے خلیل بن احمد واضع علم عروض نے اس فن میں لکھا لیکن اس مقدس علم کے قطب رحی دو شخص ہیں، عاصم حجدری اور غازی، ان میں سے اول الذکر کی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگ امام عاصم کے ہمعصر ہیں، اور حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد، سلیمان بن قتہ، حسن بصری اور یحیٰی بن یعمر جیسے کبار تابعین سے علم اخذ کیا ہے ان کا پورا نام عاصم بن ابی الصباح العجاج ابوالمجشر الجحدری البصری ہے ثانی الذکر یعنی غازی - یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے صرف رسم خط کے اعتبار سے امالہ نافع مدنی کو (۱۲) مرتبہ قرآن شریف سنایا اور انہیں سے صاحب تیسیر دانی اپنی رسم کی کتابوں میں اکثر روایت کرتے ہیں اور ان کا واضح نام غازی بن قیس ابو محمد الاندلسی المتوفی ۱۹۹ھ ہے اس طرح زمانہ نزول وحی و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ بہ سلسلہ چوتھی صدی تک قرآن مجید کے رسم کتابت و ضروریات تسہیل تلاوت کے خدمات انجام پاتے رہے۔

پانچویں صدی میں ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی نے الاقتصاد فی رسم المصحف اور المقنع فی رسم المصحف لکھکر اس فن میں بیش بہا اضافہ کیا ان کی موخر الذکر تصنیف کو جس میں بلاد اسلامیہ کے مصاحف کے مختلف و متفق خطوط کا ذکر ہے اور قرآن میں زیر و زبر اور نقطہ لگانے کا بیان ہے علماء نے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا چھٹی صدی ہجری میں ابو محمدؒ قاسم بن فیرہ بن ابی القاسم خلف بن احمد الرعینی الشاطبی الاندلسی نے اس کو نظم کیا پھر ساتویں صدی سے لیکر دسویں صدی تک کے علماء نے اس منظوم تصنیف کی شرحیں لکھیں دسویں صدی میں البتہ مولٰنا خطیب الروم اور ابو العباس مرّاکشی نے مختصر رسائل لکھے۔ تیرھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مولٰنا بحر العلوم نے رسم مصحف کے نام سے ایک فارسی رسالہ لکھا ہے۔

حضرات! فن قراءۃ و تجوید سے متعلق جہاں تک میری نظر تحقیق نے کام دیا اس کا ایک مجمل بیان مجموعی حیثیت سے کر چکا ہوں لیکن ابھی مجھے بطور تتمہ کے علل القراءت پر کچھ کہنا باقی ہے۔

زبان زکنتہ فرو ماندو از من باقی است　　　　بضاعت سخن آخر شد و سخن باقی ست

علم القراءۃ میں روایتہ و سماعاً جن الفاظ کے اوصاف مختلفہ و احوال سماعیہ کا بیان ہوتا ہے ان کے متعلق اصولی و قیاسی بحث کرنا کہ متواترہ وجوہ قراءۃ کس طرح زبان عربی کے اصول حرف و نحو و لغت و قواعد و محاورات عرب کے مطابق ہیں اس کو اصطلاح میں علل القراءۃ کہتے ہیں اس فن کا واضع و مدون بالخصوص علماء ادب و نحو کا طبقہ رہا ہے جن میں قابل ذکر ابو العباس نحوی

اور سلیمان بن عبد اللہ نحوی کے علاوہ مکی بن ابی طالب صاحب رعایۃ ہیں جنھوں نے بیس[۲۰] جز کی ایک مبسوط کتاب "الکشف" تصنیف کی۔

حضرات! یہ ہمارے اسلام کرام کے اندوختہ علم، وتحقیق وتفحص وتدوین وتصنیف کی ایک مختصر سی سرگذشت تھی جو آپنے ابھی سنی جس سے ان کا مدعا صرف یہ ہی تھا کہ اس منبع خیر و برکات سے ان کے بعد آنے والے بلا کسی زحمت براہ راست مستفیض ہوں۔
اب میں اپنے موضوع کے دوسرے حصہ قرات کی ضرورت پر مختصراً کچھ عرض کروں گا۔

یہ ایک کھلی اور آشکارا بات ہے کہ قرآن مجید کی نوعیت وحقیقت ہر طرح دوسری کتابوں سے بالکل جدا ہے اس کے اصول کتابت وآئین قرات خاص ہیں بغیر اس کے رسم کی شناخت ووقوف کے ایک اجنبی کیلئے اس طریق وادا سے پڑھنا ناممکن ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے اور پھر چونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور عربی زبان کے ایک ایک حرف کا مخرج اور اس کے صفات متعین ومقرر ہیں کہ صحت مخرج ورعایۃ صفات کے بغیر حرف ادائی عام میں ناقص رہ جاتا ہے جس سے الفاظ میں سقم پیدا ہو کر معانی میں فساد لازم آنے کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے قرآن مجید کو پڑھنے کے لئے قراءت و تجوید کا جاننا ازبس ضروری ہے بغیر اس کے قرآن مجید کی تلاوت کا مقصود فوت ہوتا ہے ان ہی امور کا لحاظ کرکے جمہور علماء نے تجوید کو عوام وخواص سب کے لئے واجب اور ضروری کردیا ہے تاکہ لوگ قرآن مجید کے پڑھنے میں اہتمام کریں اور اللہ تبارک وتعالی کے ارشاد ورتل القرآن ترتیلا کی کماحقہ بجا آوری ہوسکے۔ ذیل میں طبقات قراء کی ایک مختصر فہرست دیجاتی ہے جس سے واضح ہوگا کہ فن کی وسعت اور اس کی ترقی میں ان نفوس کا کس قدر حصہ رہا ہے۔

نمبر سلسلہ	اسماء	سن وفات	اسماء تصنیف
۱	سیدنا عبد اللہ ابن عامر یحصبی قاری شام	۱۱۸ھ	مقطوع القرآن وموصولہ
۲	سیدنا عبد اللہ بن کثیر تابعی	۱۲۰ھ	
۳	سیدنا عاصم بن بہدلہ قاری کوفہ	۱۲۸ھ	
۴	یزید بن القعقاع قاری المدینہ شیخ نافع	۱۲۹ھ	
۵	یزید بن رومان شیخ نافع		
۶	ابان ابن تغلب القاری	۱۴۳ھ	
۷	شبل ابن عباد القاری	۱۴۸ھ	

۸	ابو عمر المازنی وبصری (تبع تابعی)	سنہ ۱۵۴ھ	
۹	حمزہ بن زیات کوفی	سنہ ۱۵۶/۱۵۸ھ	مقطوع القرآن و موصولہ کے عنوان پر کتاب لکھی ہے۔
۱۰	معروف بن مشکان القاری	سنہ ۱۶۵ھ	
۱۱	امام نافع (تبع تابعی)	سنہ ۱۶۶/۱۶۹ھ	
۱۲	امام حفص	سنہ ۱۸۰ھ	
۱۳	علی کسائی	سنہ ۱۸۹ھ	
۱۴	ابوبکر شعبہ رح	سنہ ۱۹۳ھ	
۱۵	یحییٰ ابن زیاد فرا	سنہ ۲۰۷ھ	کتاب الوقف والابتداء
۱۶	قاسم بن سلام	سنہ ۲۲۵ھ	القراءت
۱۷	موسیٰ بن عبداللہ	سنہ ۲۲۵ھ	
۱۸	ثعلب ۔ احمد بن یحییٰ	سنہ ۲۹۱ھ	کتاب القراءت ۔ اعراب القرآن
۱۹	ابراہیم زجاج (۱)	سنہ ۳۱۰ھ	کتاب الوقف والابتداء
۲۰	محمد بن قاسم ابن انباری	سنہ ۳۲۷ھ	" "
۲۱	ابوجعفر نحاس (۲)	سنہ ۳۳۸ھ	کتاب الوقف والابتداء
۲۲	ابوسعید حسن بن عبداللہ سیرافی	سنہ ۳۶۸ھ	
۲۳	ابوعلی حسن بن احمد الفارسی (۳)	سنہ ۳۷۷ھ	الحجۃ فی القراءت
۲۴	عبیداللہ بن محمد اسدی	سنہ ۳۸۷ھ	المفصح فی القراءت
۲۵	مکی ابن ابی طالب (۴)	سنہ ۴۳۷ھ	تبصرۃ الکشف مشکل اعراب القرآن (۵)۔ وذکر علله وصیغه اس کے علاوہ تجوید و وقف و ابتداء میں بھی بعض کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) ان کا پورا نام ابی اسحاق ابراہیم بن محمد بن السری المعروف بالزجاج المتوفی ۳۱۱ھ ہے معانی القرآن بھی ان ہی کی تصنیف ہے کتبخانہ خدیویہ مصر میں اس کے دوسرے حصہ کا نسخہ موجود ہے تذکرۃ النوادر ص ۱۶ (۲) معانی القرآن بھی ان کی ایک تصنیف کا نام ہے جس کا نسخہ کتبخانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے، تذکرۃ النوادر ص ۱۷ مدیر (۳) ان کی ایک تصنیف الاغفال فیما اغفلہ الزجاج من المعانی بھی ہے اور یہ کتاب اعراب القرآن الزجاج کے مسائل کی تفسیر ہے تذکرہ ص ۱۹ (۴) ان کا تفصیلی نام ابی محمد مکی بن ابی طالب حموشی الاندلسی ہے تذکرہ ص (۵) اس کتاب کے نسخے کتبخانہ آصفیہ، کتبخانہ جامع مسجد بمبئی و کتبخانہ خدیویہ مصر و کتبخانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں موجود ہیں تذکرہ ص از مدیر

۲۶	ابوعمر عثمان بن سعید الدانی	سنہ ۴۴۴ھ	تیسیر فی السبعہ۔ جامع البیان فی السبعہ۔ المحتوی فی الشواذ۔ الاخفا
۲۷	اسمعیل بن خلف	سنہ ۴۵۵ھ	المقنع عنوان۔ الاکتفاء
۲۸	ابوالقاسم یوسف الھذلی	سنہ ۴۶۵ھ	کتاب الکامل فی القرارت
۲۹	احمد بن علی	سنہ ۴۹۶ھ	المستنیر فی القرارت
۳۰	حسن بن خلف القیروانی	سنہ ۵۱۴ھ	تلخیص العبارات فی القرارت
۳۱	عبدالرحمن بن ابی بکر	سنہ ۵۱۶ھ	کتاب التجوید فی القرارت
۳۲	قاسم بن فیرہ شاطبی	سنہ ۵۹۰ھ	لامیہ شاطبیہ۔ حرزیہ۔ رائیہ عقلیہ۔ اعجاز القرآن
۳۳	علم الدین علی بن محمد امام سخاوی	سنہ ۶۴۳ھ	فتح الوصید فی ذکر العقید۔ شرح لامیہ۔ الوسیلہ الی کشف العقیلہ شرح رائیہ
۳۴	برہان الدین جعفری	سنہ ۶۴۳ھ	عقود الجمان فی تجوید القرآن
۳۵	برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن عمر	سنہ ۷۲۳ھ	شرح شاطبیہ۔ شرح رائیہ جمیلہ ارباب المراصد
۳۶	علی نوری	۔	غیث النفع فی قرارت السبعہ
۳۷	المرادومی	سنہ ۷۲۹ھ	تلخیص الفوائد
۳۸	کازونی		؍؍
۳۹	ابن قفال محمد بن قفال شاطبی		؍؍
۴۰	ابوالبقا علی ابن القاصح تلمیذ سخاوی	سنہ ۸۰۱ھ	سراج القاری۔ شرح شاطبیہ۔ تلخیص الفوائد۔
۴۱	امام جزری		غایۃ المہارہ فی الزیادۃ العشرہ۔ طبقات القراء۔ منجد المقرئین۔ مقدمۃ الجزریہ۔ طبقات منجد۔
۴۲	زین الدین ازہری	سنہ ۸۷۰ھ	شرح مقدمہ جزریہ
۴۳	خالد بن عبداللہ الازہری	سنہ ۹۵۰ھ	شرح مقدمہ
۴۴	قسطلانی	سنہ ۹۲۳ھ	
۴۵	شمس الدین بلجی	سنہ ۹۴۷ھ	
۴۶	ذکریا انصاری	سنہ ۹۲۶ھ	
۴۷	طاش کبری زادہ	سنہ ۹۶۸ھ	
۴۸	ابن الحنبلی	سنہ ۹۷۱ھ	

۴۹	خطیب الروم	۹۵۹ھ	رسوخ اللسان فی حروف القرآن
۵۰	ابو العباس مراکشی		عنوان الدلیل فی مرسوم الخط التنزیل
۵۱	نور الدین علی ابن سلطان ہروی	۱۰۱۴ھ	السلفۃ العلیا علی ابیات الشاطبیہ
۵۲	بحر العلوم	۱۲۲۶ھ	رسم المصحف
۵۳	شیخ محمد متولی	۱۲۳۱ھ	الوجوہ المسفرہ

نوٹ :- برادر مکرم جناب قاری صاحب نے جن قراء کے اسماء کی فہرست مرتب فرمائی وہ قابل تعریف ہے لیکن دکن میں بھی جب سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی، علماء فضلا اور اولیائے کرام نے اس فن کی خدمت جس انہماک سے انجام دی وہ قابل ذکر ہے۔ ذیل میں ان خدمات کی ایک مختصر فہرست دیجاتی ہے۔

۱۔ حضرت احمد بخاریؒ مرتضیٰ آبادی ۸۲۰ھ

۲۔ حضرت شیخ اسمٰعیل ابن حضرت ملتانی بادشاہ صاحبؒ تعلقہ پاتھری ضلع پربھنی ۹۸۵ھ

۳۔ سید احمد شیرازیؒ ۹۹۴ھ

۴۔ حضرت شیخ حمید قادریؒ ۱۰۱۱ھ

۵۔ حضرت شاہ سلیم رحؒ ۱۰۷۱ھ، ۶۔ حضرت خواجہ وفاؒ ۱۱۸۰ھ، ۷۔ مولانا ظہیر الدین بالاپوریؒ ۱۲۱۱ھ، ۸۔ مولانا حضرت شجاع الدین صاحب قبلہ ۱۲۶۵ھ ۔ ۹۔ حضرت سید عمر صاحبؒ والد مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد علماء دکن ۱۳۳۰ھ۔

مندرجہ بالا فہرست اسماء سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ہر زمانہ میں علمائے اسلام نے کلام مجید کی خدمت انجام دی ہے تاکہ تامۃ المسلمین صحیح تلفظ سے قرآن عظیم کو ادا کر سکیں، عہد حاضرہ میں بھی [illegible] بدولت آپ حضرت شمس الملت والدین سلطان العلوم شاہ دکن و برار خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ [illegible] کا نتیجہ ہے جو جامعہ نظامیہ کی شکل میں قرآن اور حدیث [illegible] علاوہ حمایت القراء، موید القراء، معین القراء، عظمت القراء، جیسے ادارے حضرت [illegible] دینیات سرکار عالی کی سرپرستی میں قائم اور اپنے مقاصد میں مصروف عمل ہیں [illegible] ہو کر کلیہ نظامیہ سے اسناد حاصل کرتا اور ملک میں پھیل جاتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ [illegible] کو [illegible] کی نظروں سے محفوظ رکھے اور اس کو دن دونی ترقی عطا فرمائے۔ "مدیر"

۴۹	خطیب الروم	۹۵۹ھ	رسوخ اللسان فی حروف القرآن
۵۰	ابو العباس مراکشی		عنوان الدلیل فی مرسوم الخط التنزیل
۵۱	نور الدین علی بن سلطان ہروی	۱۰۱۴ھ	السنتہ العلیا علی ابیات الشاطبیہ
۵۲	بحر العلوم	۱۲۲۶ھ	رسم المصحف
۵۳	شیخ محمد متولی	۱۳۴۰ھ	الوجوہ المسفرہ

نوٹ :- برادر مکرم جناب قاری صاحب نے جن قراء کے اسماء کی فہرست مرتب فرمائی وہ قابل تعریف ہے لیکن دکن میں بھی جب سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی علماء فضلاء اور اولیائے کرام نے اس فن کی خدمت جس انہماک سے انجام دی وہ قابل ذکر ہے ۔ ذیل میں ان خدمات کی ایک مختصر فہرست دیجاتی ہے ۔

۱ ۔ حضرت احمد بخاری مرتضیٰ آبادی ۸۲۰ھ

۲ ۔ حضرت شیخ اسمعیل ابن حضرت ملتانی بادشاہ صاحب تعلقہ پاتھری ضلع پربھنی ۹۸۵ھ

۳ ۔ سید احمد شیرازی ۹۴۴ھ

۴ ۔ حضرت شیخ حمید قادری ۱۱۰۱ھ

۵ ۔ حضرت شاہ سلیم رح ۱۱۷۱ھ ، ۶ ۔ حضرت خواجہ وفا ۱۱۸۰ھ ، ۷ ۔ مولانا ظہیر الدین بالاپوری ۱۲۱۱ھ ، ۸ ۔ مولانا حضرت شجاع الدین صاحب قبلہ ۱۲۶۵ھ ۔ ۹ ۔ حضرت سید عمر صاحب والد مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد علماء دکن ۱۳۴۲ھ ۔

مندرجۂ بالا فہرست اسماء سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ہر زمانہ میں علمائے اسلام نے کلام مجید کی خدمت انجام دی ہے تاکہ عامۃ المسلمین صحیح تلفظ سے قرآن عظیم کو ادا کر سکیں ، عہد حاضرہ میں بھی [illegible] بدولت آب حضرت شمس الملت والدین سلطان العلوم شاہ دکن و برار خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ [illegible] کا نتیجہ ہے جو جامعہ نظامیہ کی شکل میں قرآن اور حدیث [illegible] علاوہ حمایت القراء ، موید القراء ، معین القراء ، عظمت القراء جیسے ادارے حضرت [illegible] و دینیات سرکار عالی کی سرپرستی میں قائم اور اپنے مقاصد میں مصروف عمل ہیں [illegible] ہو کر کلیہ نظامیہ سے اسناد حاصل کرتا اور ملک میں پھیل جاتا ہے ۔ خدا سے دعا ہے کہ [illegible] کی نظروں سے محفوظ رکھے اور اس کو دن دونی ترقی عطا فرمائے ۔ مدیر

آزادیٔ نسواں اور مسئلہ حجاب و حدود و ستر و نظر

مولوی محمد علی صاحب کامل (نظامیہ) استاذ حدیث و تفسیر جامعہ عثمانیہ

علمی دنیا نے حالات حاضرہ اور نئے نئے نظریوں کی بنیاد پر جو مباحث پیدا کئے ہیں انھیں میں کا ایک معرکتہ الآرا مسئلہ "آزادیٔ نسواں" بھی ہے اور اسی موضوع کے درخشاں پہلو مسئلہ حجاب اور حدود و ستر و نظر ہیں۔

موجودہ صدائے آزادی درحقیقت یورپ ہی کی بازگشت ہے جو مصر کی راہ سے ہندوستان آئی ہے، اور کچھ عرصہ سے یہ بحث ہمارے ملک میں بھی تعلیمی مسائل کے سلسلہ میں چھڑی ہوئی ہے۔

بلاشبہ کسی علمی مسئلہ پر شائستگی اور دیانتداری کے ساتھ غور و فکر کرنا اور اس سے نتائج کا استخراج ارباب علم و نظر کا کام ہے اور کسی موضوع پر نقد و تبصرہ انکشاف حقیقت کا مرادف ہے۔ بشرطیکہ عصبیت اور فریقانہ حیثیت سے پاک ہو۔

پردہ اور حدود حجاب پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ان جیسے اہمات مسائل پر ابھی اور اضافوں اور تشریحات اور توضیحات کی ضرورت ہے تاکہ موضوع بحث کا کوئی گوشہ بھی دیدۂ بینا سے اوجھل نہ رہ جائے اور اس قسم کے علمی بحثوں سے ہمارے معلومات میں وسعت پیدا ہو۔ آج کی صحبت میں میرے موضوع بحث کا عنوان "مسئلہ حجاب" اور "حدود ستر و نظر" ہے، میں باوجود اپنی قلت معلومات اس امر کے واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ شرعی پردہ کے حدود کیا ہیں اور کن کن حالات میں اسلام نے کیا کیا تفصیلات قایم کی ہیں چونکہ ستر و نظر کے مسائل اس سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں اسلئے ان سے بحث کرنا بھی میرے لئے ضروری ہوگا۔

اب میں نہایت دیانتداری کے ساتھ ان مسائل پر کلام کرنے سے قبل اس امر کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں کہ اسلامی گروہوں کے بعض آزاد خیال نوجوان ایسے ہیں جو حد سے کچھ آگے نکلے جا رہے ہیں اور اسلامی تحریب ہی میں قومی ترقی کا راز مضمر سمجھتے ہیں اور جن نقاط کو انھوں نے اپنے ارتقاء کا سبب گردانا ہے درحقیقت یہ تخیل صحیح تصور پر مبنی نہیں ہے مقصد سے پہلے جو تمہیدی حصہ ہے وہ ایسے ہی حضرات کی تقریب فہم کیلئے ہے تاکہ جس طرح ایک جمود پسند انسان کو اس پر غور و فکر کا موقع ملے اسی طرح انتہا پسندوں کی رہبری کا بھی یہ سبب ہو سکے۔ اس کے علاوہ خود اس تمہید کا استحضار اصل مسائل کے سمجھنے میں بھی اہل نظر کیلئے معین و معاون ہوگا۔

آزادی | اسلام جو نفوس انسانیہ کی انتہائی تمنا ہے یقیناً اس نے مرد اور عورت کو آزادی کی دعوت دی ہے اور جس غلامانہ زندگی میں وہ پھنسے ہوئے تھے اور جن نامعقول اوہام اور اباطیل کا وہ شکار ہو رہے تھے اور جن خیالات فاسدہ میں وہ جکڑے ہوئے تھے، اسلام صرف اسلام ہی نے ان کو ان بندشوں سے چھڑایا اور ان کو ایسی صف میں لا کھڑا کیا کہ وہاں نہ بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز۔ اور اس نے ایسی آزادی عطا کی جس سے انسان کی عظمت اور اس کی شرافت میں چار چاند لگ گئے۔

اسلام یقیناً آزادی کا معلّم ہے لیکن نہ ایسی آزادی کہ جس سے انسان کا ذاتی شرف پائمال ہو جائے اور اس کی عزت نفس کو ٹھیس لگے اور وہ خود مرتبہ انسانیت سے گر جائے اسلام ہم کو نفس کی آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کی آزادی سکھاتا ہے۔ عقل کی آزادی کا درس دیتا ہے۔ باوجود اس کے وہ قطعاً ایسی آزادی کا حامی نہیں کہ جس کا مضر اثر اخلاق انسانی پر پڑے اور جس سے منکر اور فحشا کا دروازہ کھلے، آج کل بال اور کلب تھیٹروں اور سینماؤں اور غیر مہذب سوسائیٹیوں میں جس آزادی کے مناظر دکھائی دیتے ہیں وہ نوع انسانی کے دامن پر بدنما داغ ہیں، کوئی خود دار اور غیور قوم ایسی آزادی کی ہلکی سی جھلک بھی ایک لمحہ کے لئے دیکھنا گوارا نہ کرے گی، یہ آزادی درحقیقت بہیمیت کا مظاہرہ ہے جو حیوانوں کو ہی مبارک ہو ہم کو نہ تو اس پر حسد ہے نہ غبطہ۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سینماؤں اور تھیٹروں میں ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی ساتھ ساتھ حیاسوز شرمناک حرکات کا نظارہ کرتے ہیں، کیا یہ غلط ہے کہ برہنہ تصویروں اور عشق کے کرشموں سے ساتھ ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تعلیمی آزادی کی آڑ میں رقص وسرود، فنون لطیفہ کے نام سے سکھایا جاتا ہے، کیا اس پر کسی برہان کی حاجت ہے کہ اس قسم کی آزادی سے مسلمانوں کے نظام معاشرت پر کس قدر برا اثر مرتب ہو رہا ہے اور اس سے کیا کیا نتائج بد پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اس قسم کے اختلاط اور میل جول سے غیر قوموں کے ہم میں کیا کیا اثرات رونما ہو رہے ہیں اور کس طرح غیر محسوس طریقہ پر مسلمان غیر قوموں میں جذب ہوتے جا رہے ہیں، اگر ایسی ہی آزادی مطلوب ہے اور یہی رفتار رہی کہ جس کی طرف قدم سرعت کے ساتھ اٹھتے جا رہے ہیں تو یقیناً وہ زمانہ کچھ دور نہیں کہ مسلمانوں کی ساری امتیازی خصوصیتیں مٹ جائینگی، تو میت فنا ہو جائے گی نہ تو ان کی وہ مایہ ناز تہذیب ہی باقی رہے گی اور نہ ان کے وہ اعلیٰ اخلاق۔

عورت کے فرائض اس میں شک نہیں کہ مرد اور عورت بلحاظ جلبیت بہت سے امور میں مشترک ہیں جس طرح قدرت نے مرد میں اکتساب فضائل کی استعداد اور صلاحیت رکھی ہے اسی طرح عورت بھی اس شرف سے محروم نہیں ہے اس نے بھی مردوں کی طرح علوم اور فنون حاصل کئے انتظام سیاست میں ان کے دوش بدوش رہی، علم تشریح اور علم فعلیات کی تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مرد اور عورت کا توازن دماغی قوتوں میں قریب قریب یکساں ہے۔

باوجود اس کے انھیں بلحاظ اپنی نوعیت اور فطری خصائل اور عادات اور طبعی وظائف میں بہت کچھ فرق ہے فطرتاً عورت کے جو فرائض ہونے چاہئیں وہ مرد کے نہیں ہو سکتے۔ زندگی کے ہر دو شعبہ داخلی اور خارجی میں قدرت نے تقسیم عمل رکھی ہے عورت کی خلقت اور اس کی وضع اور ساخت بتلاتی ہے کہ اس کے اقتضاآت وہ نہیں ہیں جو مرد کے ہو سکتے ہیں۔

قدرت نے عورت کو جس غرض اصلی کیلئے پیدا کیا وہ نوع انسانی کی تکثیر، حفاظت اور بچوں کی نگہداشت اور ان کی تربیت ہے تاکہ اس کے بعد وہ بچہ کو باپ کے حوالے کر دے یہی وجہ ہے کہ قدرت نے حمل ولادت رضاعت اور دیگر عوارض مخصوصہ اس کے ساتھ لگا دئے ہیں۔ یہ اس کے ایسے طبعی وظائف ہیں کہ عورت کو ان ایام میں بڑے بڑے خطرناک حالوں سے

کہا جاتا ہے جو عورتیں اپنے طبعی فرائض میں کوتاہی اور غفلت کرتی ہیں اس کے برے نتائج اولاد اور خود اس کی زندگی اور صحت پر پڑتے ہیں۔ اس پر اطباء اور ماہرین نفسیات بھی متفق اللسان ہیں۔ یہ عوارض طبعیہ اس کی عمر کے ایک ایسے حصہ کو گھیرے ہوئے ہیں جو زمانہ اس کی جدوجہد اور عملی زندگی کا ہوتا ہے۔ اگر عورت کو ایسی آزادی دیدی جائے کہ وہ ایسے علوم و فنون کے اکتساب میں لگ جائے تو اس کو اس کے ذاتی اور طبعی فرائض سے محروم رکھے تو یقیناً یہ اقدام قانون قدرت اور نظام تمدن کے خلاف ہوگا۔ اور نظام تمدن کے انقلاب اور اس کی تخریب کی ذمہ داری زیادہ تر اسی صنف نازک پر عائد ہوگی، دنیا کے اعلیٰ منازل کو چھونے اور اسی راہ ارتقاء میں جو اس کے طبعی عوارض مزاحم ہوں ان سے بچنے کیلئے ضبط تولید یا کسی اور طریقہ کار کو عمل میں لانا یقیناً قانون فطرت سے معارضہ کرنا اور صریح نصوص شریعت سے منحرف ہو جانا ہے۔ البتہ سن بلوغ تک اس کو ایسے علوم و فنون میں لگایا جاسکتا ہے جو اخلاقی حیثیت سے جرم نہ ہوں اور آئندہ اس کے فرائض ذاتیہ میں وہ اس کو مدد دے سکیں۔ ایسے علوم اور فنون کی تحصیل میں کس کو کلام ہوسکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب اس کے طبعی وظائف اور فطری اقتضادات کا زمانہ آجائے تو اس کا اپنے ذاتی فرائض کو پامال کرکے دوسرے شعبوں میں قدم رکھنا اصول فطرت اور قانون عقل کے مدنظر کس حد تک صحیح اور درست ہوسکتا ہے۔

اگر کسی عورت کو علوم اور فنون کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبہ حاصل بھی ہوگیا تو یہ حرکت اہل دانش کی نظر میں زیادہ وقیع نہ ہوگی جبکہ اس کو اس اشتغال نے اس کے ذاتی فرائض سے محروم رکھا ہو۔

البتہ وہ مسلمان عورت قابل فخر اور لائق صد آفرین ہے کہ جس نے شرعی حدود میں رہ کر جائز علوم اور فنون حاصل کئے اور اپنے فرائض ذاتیہ کی ادائیگی کے ساتھ تہذیب اور شائستگی کا نمونہ بنی۔ تحفظ اسلام اور اسی کے ناموس کی خاطر اسی کے بتلائے ہوئے اصول پر سفر اور حضر میں جنگ اور امن میں حصہ لیتی رہی اور اسلامی تعلیمات کی راہ نمائی میں دنیا کو درس اسلام دیتی رہی۔ ایسی آزادی اسلام کے مفہوم میں داخل اور وہ اس کا درس دیتی ہے۔

عورت کا مرتبہ اسلام کی نظر میں عورت فطرتاً مرد سے کمزور واقع ہوئی ہے۔ عموماً اس میں وہ جرات اور اولوالعزمی نہیں ہے جو مرد میں پائی جاتی ہے جب کہ دنیا کی زبردست طاقتوں نے عورتوں کے حقوق غصب کر لئے تھے اور اس صنف نازک پر مظالم ٹوٹ رہے تھے۔ شیاطین الانس کی نگاہ میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی وہ عموماً بیچی اور خریدی جاتی تھی حتیٰ کہ بعض حیوانوں کو اوس کے بدلہ مول لیا جاتا تھا، امراء اور سلاطین ان سے گانے اور بجانے کا کام لیتے تھے۔ لڑکی کا پیدا ہونا ذلت کا مرادف سمجھا جاتا تھا۔ باپ لوگوں سے منہ چھپائے چھپائے پھرتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض قسی القلب انسان یا تو اس کو زندہ دفن کراتے تھے یا اس کو پہاڑ سے نیچے گرادیتے تھے یا اوس کو ذبح کر ڈالتے یا اوس کو غرق کرکے اوس کی جان لیتے تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورتوں کو میراث سے محروم کردیا گیا تھا اور ان کی عصمت و عفت اہل ثروت کا کھلونا تھی اسی طرح خدا کی یہ بے زبان مخلوق درندہ صفات

انسانوں کے پنجہ میں پھنسی ہوئی تھی، دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو بھی اس کے حال پر رحم نہ آیا، ایسے کٹھن وقت میں عورت کی جان و مال اور عزت اور آبرو کی کس نے پوری پوری حفاظت کی کیا دنیا تاریخ اسلام کے سوا کسی کا نام بتا سکتی ہے۔

قانون کی طاقت سب سے بڑی طاقت سمجھی جاتی ہے آؤ ذرا دیکھیں تو کہ اس میں کتنی جان ہے کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ قانون عورت کی عصمت اور عفت کا محافظ ہے، عورت کو جس جس سوراخ سے تاکا جا رہا ہے اور جس جس راہ سے اس پر حملے ہو رہے ہیں کیا قانون نے وہ سارے رخنے بند کر دیئے کیا اس سے وہ ساری راہیں مسدود ہو گئیں جس جس جانب سے حملہ کا خطرہ ہے بلکہ بدمعاشوں اور جوہر انسانیت کے دشمنوں کے لئے اور نئے موقعے دئے، ہوس رانی کی راہیں کھول دیں قانون صرف جبر و اکراہ اور تصرف حق غیر کو جرم قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور شکلیں قانون کی نظر میں زنا نہیں۔ جو افعال دنیا میں اخلاق انسانی کے بدترین نمونے سمجھے گئے ہیں اور ان میں زیادہ قبیح تر فعل زنا ہے جس کا اثر نہ صرف زانی اور زانیہ کی حد تک محدود رہتا ہے بلکہ ان سے گذر کر خاندانوں اور قبائل اور ملک پر پڑتا ہے۔

جرم زنا میں مرد اور عورت گو دونوں برابر کے حصہ دار ہیں لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ عورت کی نازیبا حرکت جس قدر قوم اور ملک اور خاندان کے لئے باعث ننگ و عار ہوتی ہے اتنی مرد کی نہیں ہوتی، خدانخواستہ کسی بدنصیب عورت سے ایسی ناشائستہ حرکت سرزد ہو جائے تو اس کا خاندانی نظام معاشرت درہم برہم ہو جائے۔ مرد سے ہزاروں بےحیائیوں کا صدور ہوتا ہے لیکن دنیا اس کی طرف بہت کم نظر اٹھاتی ہے۔

کیا ان حالات اور واقعات میں یہ ضروری نہ تھا کہ کوئی ایسا ہاتھ اٹھتا جو بیکسوں کی مدد کرتا اور حملہ آوروں کی طاقت کو کچل ڈالتا۔ ایسے وقت میں جو ہاتھ اٹھا وہ اسلام کا دست شفقت تھا جو آج ساڑھے تیرہ سو سال سے خدا کی اس کمزور مخلوق کی دستگیری اور حمایت کر رہا ہے اسلام جو سارے عالم کے لئے رحمت بنکر آیا ہے اس نے اس باب میں بھی ایک مکمل قانون اور دستور العمل مدون کیا جو سد جرائم میں نہایت قوی اثر رکھنے والا ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اگر صحیح معنی میں اسلامی قانون کی پابندی کی جائے اور اس کے قائم کردہ حدود ملحوظ رکھے جائیں تو ارتکاب جرم کی نوبت ہی نہیں آ سکتی۔

عورت کی عصمت اسلام کی نظر میں ایک بیش بہا جوہر ہے اسی لئے اس کی آبرو کی جس سختی کے ساتھ حفاظت کی گئی ہے دوسرے جرائم میں ایسا اہتمام کم ہے، کیا نسل انسانی پر یہ اسلام کا احسان عظیم نہیں ہے کہ اس نے عورت کا مرتبہ قائم کیا اور اس کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی اور اس کے تحفظ آبرو کی خاطر جو جو تدبیریں اختیار کیں اس کی مثال مروجہ قانون اور امم سابقہ میں آپ کو نہیں ملے گی۔

اسلام نے اولاً اصلاح اخلاق کی دعوت دی۔ پھر انسدادی تدابیر پر عمل کا مکلف بنایا۔ اس پر بھی اگر کوئی محروم المیزان حدود کو توڑ دے تو اس کے لئے ایسے ایسے تعزیری قوانین نافذ کئے جو اس قسم کے جرائم کے استیصال میں موثر ثابت ہوئے ہیں پھر بھلا خط

نوعیت جرم بعض حالتوں میں سنگساری کا حکم دیا۔

اخلاقی تعلیم کا نمونہ تو سارا اسلام ہی ہے۔ قرآن اور احادیث صحیحہ اس دعوی کی کھلی شہادت ہیں۔ تعزیری قوانین کی تفصیلی دفعات اسلامی قانون "فقہ" کی کتابوں میں مدوّن ہیں جن سے مجھے اس وقت بحث کرنا نہیں ہے، البتہ انسدادی تدابیر کی معقولیت اور ان کی ضرورت کا احساس کرانا مقصود ہے۔

انسدادی تدابیر میں سے حجاب اور ستر اور نظر کے حدود بھی ہیں۔ احکام حجاب اور ستر اور نظر کے مسائل درحقیقت زنا کے انسدادی تدابیر ہیں جو ہمارے نظام معاشرت اور نظام تمدن کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

زنا جس سے قوموں اور خاندانوں کی ناک کٹ جاتی ہے اگر اس سے اجتناب عقلاً ضروری ہے تو کیا کسی عاقل کے نزدیک اوس کے اسباب اور دواعی سے بچنا غیر ضروری ہوگا۔ کیا ایسے احکام اور قیود کی ذمہ داری مفہوم آزادی کے منافی سمجھی جائے گی۔ یہ درست ہے کہ بدگمانی سے کام نہیں لینا چاہیئے لیکن نیک نیتی کا بھی تو کوئی معیار نہیں جہاں فتنہ کے احتمالات ہوں وہاں احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا۔ دور اندیشی اور انسداد فتن کا موجب ہوگا۔ نظام معاشرت ہو یا نظام تمدن، ان میں قوانین کی تدوین شخصی اور استثنائی شکلوں پر نہیں ہوتی بلکہ مفاسد کے خطرات اور عام حالات اور امکانی اندیشوں پر عمل میں آتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں جو قوانین نافذ ہیں ان کی زیادہ تر بنیاد انھیں نظریوں پر ہے۔

یہی فطری اصول اسلام کی تعلیمات میں بھی مضمر ہیں۔ عورت میں قدرت نے جو کشش اور انجذابی مادّہ رکھا ہے، اس پر کسی دلیل اور برہان کی ضرورت نہیں ہے پھر وہ شاہد جو اپنے حسن وجمال کے ساتھ زینت و زیبائش سے بھی سنواری ہوئی ہو تو وہ سونے پر سہاگہ ہے ایسی عورت کے لئے جو قیود مقتضی ہیں وہ کھوسٹ اور کھوکلی ڈھریوں کے لئے غیر مناسب ہیں۔

اسلام کے حکیمانہ احکام جو بڑی جامعیت کیری رکھتے ہیں آپ اُن میں یہی فطری اصول پائیں گے کہ جن میں عورت کے سارے حالات اور اس کی ضرورتوں کے پیش نظر تفصیلات قایم کی گئی ہیں جس کے کچھ نمونے انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو نظر آئینگے۔

حدود ستر | یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عورت از سرتا پا عورت ہے اور اس کا صنفی اقتضاء بھی یہی ہے اسلام کا نظریہ بھی یہی ہے کہ العورة عورة کما قال سید ولد آدم علیہا السلام یعنی وہ از سرتا پا چھپائے جانے کے لائق ہے (عورت ۔عوار بمعنی عیب سے مشتق ہے۔ لغتاً ہر وہ چیز جس کا اظہار معیوب ہو وہ عورت ہے) لیکن بلحاظ خاص حالات اور معاشی ضرورتوں کے اوس کے لئے یہ امر ناممکن تھا کہ وہ باہر ہی نہ نکلے۔ اسلام نے جس میں ضرورتوں اور حالات اور مصالح کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی ہے اس نے باہر نکلنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی نکلنے اور گھر میں رہنے کی صورتوں کے حدود بھی مقرر کردیئے سب سے پہلے اسلام نے ستر کی اہمیت بتلائی اور اس نے عورت کے سارے بدن کو ستر قرار دیا۔ ستر اسلامی تہذیب کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے انسانوں اور

حیوانوں میں یہ بھی ایک مابہ الامتیاز چیز ہے ۔ لوگ عموماً ننگا رہنے کو معیوب خیال کرتے ہیں) ہر ملک اپنے اپنے رسم ورواج کے تحت کچھ نہ کچھ لباس اختیار کرتا ہے۔ لیکن برہنگی کو کوئی باحیا انسان گوارا نہیں کرتا اسلام کی نظر میں بھی برہنگی ایک ناشائستہ حرکت ہے جاہل اور بدوی اقوام برہنگی کا کچھ خیال نہ کرتی تھیں حتیٰ کہ بعض عبادات کو برہنگی کی حالت میں ادا کرنا حسن عمل تصور کیا جاتا تھا عرب کے بعض قبائل مرد اور عورت خانہ کعبہ کا ننگے طواف کرتے تھے۔ ان کی عورتیں ایسے کپڑے استعمال کرتی تھیں کہ جس سے بدن کی ساخت اور اوضاع کا پتہ چلتا تھا۔

اسلام نے اولاً لباس کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا احساس کرایا اور یہ بھی بتلایا کہ لباس فطرت انسانی کا اقتضاء ہے قرآن عزیز میں ہے :۔

"اے بنی آدم ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں"

"جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں اون کی۔ اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے"

"اے اولاد آدم نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اُترواے"

"ان سے اون کے کپڑے تاکہ دکھائی دے ان کو شرمگاہیں اون کی (اعراف)"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عریانی سے روکا۔ فقال ایاکم والتعری۔ تم ننگے ہونے سے بچو اور برہنگی کی حالت میں طواف سے منع کیا گیا۔ چنانچہ ۹ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ منیٰ میں اعلان کرایا کہ ولا یطوفن بالبیت عریان۔ اور آپ نے ایسے لباس کے استعمال سے بھی ممانعت فرمائی جس سے اوس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے جو ساتر بدن ہی نہ ہو سکے جیسا کہ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ :۔

"یعنی بہت سی ایسی عورتیں جو لباس تو پہنی ہوئی ہیں لیکن درحقیقت وہ ننگوں کے حکم میں ہیں"

"آج کل کارگاہ یا تباہی کے لباس زیب تن ہو رہے ہیں یا اون میں جو قطع برید جاری ہے وہ بلاشبہ اس حدیث کے مصداق ہیں پھر اس قانون کی عام منادی کردی گئی ہے کہ :۔

یعنی جب عورت سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اب یہ اس کے لئے نامناسب ہے کہ وہ چہرہ اور کفین کے سوا کوئی اور حصہ بدن کھلا رکھے"

ایک دوسری روایت ہے :۔

"یعنی جب عورت حائضہ ہو جائے تو اب اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ سوائے چہرہ اور کفین کے ظاہر کرے"

اور ابوداؤد کی روایت ہے :۔

"یعنی لڑکی جب جوان ہو جائے تو سوائے مُنھ اور پہونچوں کے کوئی چیز نہ دکھنی چاہیئے"

از روئے احکام اسلام ستر مرد اور عورت دونوں کیلئے ضروری ہے عورت کے ستر سے مراد وہ حصہ بدن ہے کہ جس کا کھولنا ان لوگوں کے آگے بھی جائز نہیں کہ جن کے آگے اوس کو اظہار زینت کی اجازت دیگئی ہے چہ جائیکہ غیر محارم کے سامنے اوس کا اظہار ہو چہرہ اور کفین کا کھلا رکھنا شرعاً حرام نہیں ہے اس بنا پر کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اوس کا حجاب بھی نہ ہو، درحقیقت حجاب شئی آخر ہے اور ستر شئی دیگر۔ ہر ایک کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان کی حدود کچھ ایسی ملتی جلتی ہیں کہ اکثر نظر پر عدم تفکر سے دھوکا کھا جاتی ہیں۔ احادیث میں وجہ اور کفین کا جو استثنا آیا ہے . . . . . .

. . . . اوس سے مسئلہ ستر کا بیان مقصود ہے نہ کہ مسئلہ حجاب کا، یہی مراد ان فقہا کی بھی ہے جنھوں نے یہ فرمایا کہ :- اَن بدن الحرۃ عورۃ الا وجہا وکفیہا ۔

جن ارباب استدلال نے احادیث اور فقہا کے استثناؤں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے وہ ایک ایسی لغزش ہے جو تصور غلط سے پیدا ہوتی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ عورت سوائے چہرہ اور کفین کے کسی حصہ بدن کو محارم اور غیر محارم دونوں کے آگے ظاہر نہیں کر سکتی۔ رہا چہرہ کا حجاب اوس کی تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ آئیگی کہ وہ کن کن کے آگے چہرہ کھول سکتی ہے اور کن کن کے آگے نہیں کھول سکتی، اور قرآنی تعلیم اس باب میں کیا ہے، ستر کے مسئلہ کا تعلق زیادہ تر نماز سے ہے اور حجاب کا مسئلہ سوسائٹی اور اختلاط سے تعلق رکھتا ہے درحقیقت ستر حجاب ہی کی ایک شکل ہے جس طرح غض بصر۔

حدود نظر | اسلام نے جن خطرات اور تصورات کی بنا پر ستر کے احکام دیئے ہیں انہیں احتمالات کے مد نظر غض بصر کا بھی حکم آیا ہے چنانچہ سورۂ نور کے اوائل میں زنا اور قذف کے احکام بیان کرنے اور ان کو جرم عظیم بتانے کے بعد اون کے انسداد کی یہ تدبیر بتلائی کہ :-

"کہدو ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذری اپنی آنکھیں اور تھامے رہیں اپنے ستر کو اس میں خوب ستھرائی ہے ان کے لئے بیشک اللہ کو خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اور ایمان والیوں کو بھی کہدو کہ نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامی رہیں اپنی ستر کو "

خبیر بما یصنعون فرما کر یہ بتلا دیا کہ خوب سمجھ لو آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اوس کو سب معلوم ہے وخائنۃ الاعین وما تخفی الصدور کو جانتا ہے۔

اس حکم غض بصر میں مرد اور عورت دونوں مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور یہ حکم درحقیقت اصل گناہ یعنی زنا سے باز رکھنے کا موثر علاج ہے ویحفظوا فروجہم اور یحفظن فروجہن میں دونوں کو جو ہدایت کی گئی ہے وہ اسی اہتمام کی طرف اشارہ ہے اسلام کی نظر میں جس طرح زنا جرم قبیح ہے وہی حیثیت ان چیزوں کو بھی حاصل ہے جو معین جرم ہوں اور اوس کے اسباب قریبہ ہوں،

اسی اہمیت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے خیر الحاکمین نے ولا تقربوا الزنا فرمایا کہ اس کے دواعی کا بھی ارتکاب نہ ہونے پائے اسی کی تشریح احادیث صحیحہ میں یوں آئی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العینان تزنیان وزناھما النظر۔ والیدان تزنیان وزناھما البطش۔ والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام والرجل زناھا الخطاء وکما قال۔ یعنی آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، اور کان کا زنا باتوں سے لذت حاصل کرنا ہے اور زبان کا زنا بات چیت کرنا ہے۔ زنا کا موثر سبب عموماً یہی آنکھ کا فتنہ ہوتا ہے جس کے لڑ جانے سے دل گرفتار بلا ہو جاتا ہے۔ ایک رمز شناس شاعر نے اس رمز کو اپنی زبان میں یوں ادا کیا ہے۔ ؎

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا   کہیں یہ جائے نہ اس جنگ وجدل میں مارا

لیکن ایک روشن دل بزرگ نے اس حقیقت کو یوں منکشف فرمایا ہے کہ ؎

کل الحوادث مبداھا من النظر	ومعظم النار من مستصغر الشرر
ہر قسم کے آفتوں کی ابتداء نظر ہی سے ہوتی ہے	اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے پیدا ہوتی ہے
والمرء مادام ذا عین یقلبھا	فی اعین العین موقوف علی الخطر
جب انسان صاحب دیدہ آنکھ لڑاتا رہتا ہے	(یقین جانو) کہ وہ خطرناک مقام پر کھڑا ہے
کم نظرۃ فعلت فی قلب فاعلھا	فعل السھام بلا قوس ولا وتر
بسا اوقات نظر ڈالنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بغیر	تیر و کمان کے دل میں تیر چبھنے لگتے ہیں۔
یسر ناظرہ ما ضر خاطرہ	لا مرحبا بسرور عاد بالضرر

اس کی آنکھ کو وہ چیز بھلی معلوم ہوتی ہے جو اس کے دل کو ضرر پہنچاتی ہے ایسی خوشی نامبارک ہے جو ضرر رساں ہو

چونکہ ہمارے نظام معاشرت اور تمدن کے لئے فتنہ چشم ایک برق بلا تھا اسلام نے مثل اور شعبوں کے اس شعبہ کی بھی اصلاح کی اور اس نے اجنبی پر نظر ڈالنے سے روکا اور حدود نظر معین کئے۔

آیۃ غض بصر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان آنکھیں بند کر کے نکلا کریں جیسا کہ الزام دیا جاتا ہے یہ قانون انسانی دماغوں کی پیداوار نہیں ہیں کہ جس میں بسا اوقات حالات کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اوس علیم وحکیم کا ارشاد ہے کہ جس کے ہر حکم میں بندوں کی بہبود اور مصلحت اور اون کی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ عورتوں کو مردوں کی طرح ضرورتوں پر باہر نکلنے کی اجازت دیگئی ہے تو اس کے ساتھ آنکھوں کو ایک دوسرے سے ہٹائے رکھنے کا بھی مکلف بنایا گیا ہے، ہٹائے رکھنے میں نہ فتنہ کا احتمال ہے نہ معاشی دشواریاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے صرف غض بصر پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اوس میں مِن کا اضافہ فرما کر بندوں کو سہولتیں بخشیں، اور مِن یہاں تبعیض کے لئے ہے۔ چنانچہ

امام اللغۃ والبلاغۃ علامہ زمخشری نے من کو اس آیۃ میں تبعیض کے معنی میں لیا ہے۔ کما فی روح المعانی۔
ایسا حکم بندوں کے مناسب حال بھی ہے اور ممکن العمل بھی اور ہمارے نظام تمدن کے موافق بھی۔ البتہ وہ نظر جو اچانک ٹک جائے اور جس میں قصد اور ارادہ کو دخل نہ ہو۔ ایسی نظر جرم نہیں نہ اس پر کوئی زجر و توبیخ آئی ہے، ہاں گھورنا اور اچانک۔ نظر پڑجانے کے بعد تاکنا یقیناً ایک نازیبا حرکت ہے اور تمدنی اور اخلاقی جرم بھی۔ ایسی فطری اصول پر اسلام نظر فجاۃ کو قابل عفو اور بازدید کو قابل مواخذہ قرار دیتا ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑجانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اصرف بصرک" اپنی نگاہ پھیر لے اور حضرت علی رضہ سے آپ نے فرمایا کہ:-

"یعنی اگر اتفاقیہ نظر پڑجائے تو پھر نظر نہ ڈالنا، پہلی تو درگذر ہوئی دوسری کا حق نہیں"

جس طرح ستر حجاب کی ایک شکل ہے اسی طرح غض بصر اوس کی دوسری شکل ہے۔

حدود حجاب حجاب درحقیقت عورت کی عصمت اور آبرو کی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے اور بدنظروں سے بچنے اور بازاری لوگوں کے حملوں کی مدافعت کا ایک کارگر ہتھیار ہے، عورت کی عفت کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے مدنظر اسلام نے خود اس کو اپنے جوہر عصمت کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور اکثر و بیشتر اس قسم کے مسائل میں انہیں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

وجہ اور کفین اس میں شک نہیں کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہیں لیکن یہ امر کہ اس کا ہر کس وناکس کے آگے کھلا رکھنا بھی جائز ہے یا نہیں۔ یہ ایک جداگانہ مسئلہ ہے۔ اس سوال کا حل بھی جب ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں تو ہم عورتوں کی حالتوں کے اعتبار سے مختلف احکام پاتے ہیں۔ مثلاً عورت کی ایک تو یہ حالت ہے کہ وہ اپنی مجبورکن ضرورتوں پر باہر نکلے اور اس کی دوسری یہ حالت کہ وہ گھر میں ہو، ہر صورت میں حجاب کے احکام مختلف ہیں۔ ستر تو بہرحال خواہ وہ گھر میں ہو یا باہر نکلے۔ اجنبی اور غیر اجنبی دونوں کے آگے ضروری ہے۔ البتہ وجہ اور کفین جو داخل ستر نہیں ہیں ان میں مناسب حال تفصیل ہے۔

جس عورت کے لئے باہر نکلنا ناگزیر ہو، اس کے حدود حجاب تو یہ ہیں کہ وہ ادنار جلباب بھی کرے یعنی سارے بدن کو ڈھانکنے کے ساتھ چہرہ بھی چھپالے اور اس حکم میں بلا استثناء ساری عورتیں شامل ہیں خواہ وہ نبی کی بیبیاں ہوں یا بیٹیاں یا عام مسلمانوں کی عورتیں سب کے لئے گھونگٹ ڈال لینا لازمی قرار دیا گیا۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ہے۔

"اے نبی کہدو اپنی عورتوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ وہ لٹکالیں"

"اپنے اوپر کچھ اپنی چادریں اس میں بہت قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تاکہ کوئی ان کو نہ ستائے"

روایات صحیحہ میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد عورتیں باہر نکلتے وقت بدن اور زینت کے ستر کے ساتھ

چہرہ بھی چھپائی تھیں صرف ایک آنکھ رستہ چلنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ جیساکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ظاہر ہے کہ ان جمیع بدن الحرۃ عورۃ الا احدی عینیھا (شرح ملتقی الابحر باب شروط الصلوۃ) خلا یو ذین۔ اس امر کی قوی دلیل ہے کہ فتنہ کے احتمالات جب موجود ہوں تو ستر وجہ بھی ضروری ہے۔ اِدناءِ جلباب عفت مآب پاک دامن عورتوں کی علامت قرار دی گئی تاکہ شریر النفس ان کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں۔

حجاب کی یہ حد تو عورتوں کے باہر نکلنے کی تھی کہ وہ ادنی جلباب کرے۔ رہی دوسری شکل کہ جب وہ گھر میں موجود ہوں تو ان کے حدود حجاب کیا ہوں گے؟ چونکہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس غلط فہمی میں لوگ بے دھڑک گھروں میں گھس آئیں اور بات چیت کریں اسلئے اس باب میں بھی ایک دستور العمل دیا گیا کہ اگر عورتوں سے گھروں پر بات چیت کی نوبت آئے تو داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کر لیجائے یا ان سے پس پردہ کلام کیا جائے۔ چنانچہ سورۂ نور میں ہے کہ:۔

ایمان والو نہ جایا کرو کسی کے گھر میں اپنے گھروں کے سوا، تاوقتیکہ اجازت نہ لیلو اور اجازت کے لئے سلام کر لو گھر والوں پر تو یہ بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو۔"

اس حکیمانہ حکم کی علت یہ ہے کہ نہ معلوم گھر والے کس حال میں ہوں اور یہ تو یقینی ہے کہ ان کی عورتوں کا چہرہ داخل ستر نہ ہونے کی وجہ سے کھلا ہوگا۔ پھر نہ معلوم وہ تمہارا آنا پسند بھی کریں یا نہ کریں تہذیب اور شائستگی کا اقتضا یہ ہے کہ اندر جانے سے قبل آواز دے لیا کرو اگر ان کو بلانا ہوگا تو سنبھل جانے کا موقع ملیگا۔ بہتر اجازت حاصل کرنے کا طریقہ سلام کا ہے چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ صحابہ کا تعامل سلام کا تھا، تین مرتبہ سلام کا جواب نہ ملنے پر وہ واپس ہو جاتے تھے اور سورۂ احزاب میں تو حجاب کی تصریح موجود ہے۔

اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے اس میں خوب ستھرائی ہے، تمہارے اور ان کے دل کی"

ان آیات مذکورہ بالا میں حق سبحانہ تعالیٰ نے عورت کے باہر نکلنے اور گھر میں رہنے کی حالتوں میں کس درجہ کا تستر اور حجاب لازمی ذکر فرمایا ہے۔ اسلام کا یہ ضابطہ ایک ایسا دستور العمل ہے کہ عورت کی ہر دو حالتوں میں اس کے شایان شان ہے۔

گو اس آیت میں خطاب خاص ہے لیکن جو علت ہے وہ عام ہے اور جس حکم کی علت صراحتہً بیان کر دی جائے تو اب دار و مدار علت پر ہوگا نہ کہ خطاب پر۔ دل کی پاکی اور شہوانی میلان سے اجتناب بجائے خود ایک مستقل حکم ہے جس کی ہر عورت مکلف ہے۔ پھر کیا کسی عاقل کا ذوق صحیح اس کو مقتضی ہے کہ ازواج مطہرات جو کہ عفت اور مرتبہ عظمیٰ اور تقویٰ اور حسن عمل کے اعتبار سے دنیا اسلام کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیگئی ہوں اور جن کو خدائے رب العزۃ نے بعض اعتبارات سے مسلمانوں کی مائیں فرمایا ہو جیساکہ سورہ احزاب ہی میں ہے "وازواجہ امہاتہم" اور جب کہ ان کے چہرہ کو نہ دیکھنے اور من وراء حجاب بات کرنے کا حکم دیا گیا ہو تو

کیا اس دَور فتن میں جب کہ شہوانی محرکات کی گرم بازاری ہے، اسباب فتن پیدا ہیں اختلاط اور میل جول کے مفاسد شاہد ہیں تو سارے بدن اور زینت کے ستر کا تو حکم دیا جائے اور چہرہ جو محل فتنہ ہے اس کے کھلا رکھنے اور دیکھنے کی اجازت دیدی جائے چہرہ ہی تو سارے بدن میں ممتاز اور جاذب نظر حصہ ہے دیکھنے اور نہ دیکھنے کا دارومدار ہی اسی پر ہے۔ اگر شریعت اسلامیہ کی راہنمائی نہ بھی ہوتی تب بھی کوئی حقیقت شناس نظر اس کو گوارا نہ کرتی کہ سارا بدن تو چھپایا جائے اور چہرہ کو نہ ڈھانکا جائے جو یقیناً فتنہ کا کھلا دروازہ ہے۔

کیا یہ مذاق نہ ہوگا کہ زنا جو عقلاً بھی قبیح ہے اوس سے تو روکا جائے اور جو اس کا قوی داعیہ ہے اس کی راہ کھولدی جائے، پھر مرتکب جرم کو سزائے تعزیری بھی۔ کیا انصاف اسی کا مقتضی ہے کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای   باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

ایسے زمانہ میں جب کہ فتن ٹوٹ پڑیں اور عورت کی عصمت کے خطرات پیدا ہونے جائیں، انسانوں سے دیانتداری اٹھتی جائے اور اسلام کی صورۃً مخالفت ہوتی جائے، خدا کا خوف اور خشیت، دلوں سے کم ہوا جائے تو پھر کیا عورتوں کا گھروں میں ہی رہنا مناسب نہ ہوگا۔

جب کہ ازواج مطہرات کو ایسے زمانہ میں، جو خیر القرون کہلاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرار فی البیوت کی ہدایت کی گئی اور تبرج جاہلیت سے روکا گیا، اور اجنبی مردوں سے بات چیت کی نوبت آئے تو نرم لہجہ سے گفتگو کرنے کی ممانعت کی گئی تو کیا اب موجودہ دَور میں عام مسلمان عورتوں کو اس شرف اور فضیلت سے محروم رکھنے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ علمائے اصول بیان اور اکابرین امت جو دین کے غوامض سے بخوبی واقف تھے انھوں نے تصریح کی ہے کہ گو خطاب خاص ہے لیکن حکم عام ہے۔ قرآنی اسلوب بھی اسی کی تائید کرتا ہے کبھی غایت اہتمام کے لئے بڑوں کو مخاطب کیا جاتا ہے مراد اوس سے اون کے اتباع بھی ہوتی ہے۔ دور کیوں جاتے ہو، خود اسی موقع پر اس دعوی کا ثبوت لیجئے کہ جس طرح قرن فی بیوتکن کے ازواج مطہرات مخاطب ہیں اسی طرح اس موقع پر ان سے یہ بھی تو فرمایا گیا ہے کہ اقمن الصلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ۔ اگر قرار فی البیوت کا حکم اون کے ساتھ مخصوص ہے تو کیا عام مسلمان عورتوں پر نماز اور زکوٰۃ فرض نہیں ہے پھر کیا اس افتراق عمل کی کوئی معقول توجیہہ ہوسکتی ہے۔

درحقیقت اس حکم میں یہ حکمت بالغہ مضمر ہے کہ آئندہ آنیوالی مسلمان عورتوں کو جو ازواج مطہرات کی بمصداق وازواجہ امہاتہم روحانی بیٹیاں ہونگی۔ یہ دستور العمل بطور ارث کے دیا جائے تاکہ وہ اپنی نسوانی زندگی میں اون کا اسوہ پیش نظر رکھیں۔ شارع علیہ السلام کا منشا یہی ہے کہ عورت کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ جہاں تک ہوسکے گھر ہی میں رہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ :-

اقرب ماتکون من رحمۃ ربہا وھی فی قعر بیتھا ۔ جب عورت گھر میں ہو تو وہ رحمت خداوندی سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

اور ایک دوسری روایت بزاز میں حضرت انس رضؓ سے ہے کہ عورتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مردوں نے تو جہاد کی عظیم الشان فضیلت حاصل کر لی کیا ہمارے لئے بھی کوئی ایسا عمل ہے کہ ہم بھی اس درجہ کی فضیلت پا سکیں آپ نے فرمایا کہ :-

من قعدت منکن فی بیتھا فانھا تدرک عمل المجاہدین فی سبیل اللہ یعنی جو گھر میں بیٹھی رہے اس کا یہ عمل مجاہدین کے برابر ہوگا، ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

ان المرأۃ عورۃ فاذا خرجت من بیتھا استشرفھا الشیطن - یعنی جب عورت گھر سے قدم نکالتی ہے تو شیطان اوس کو تاکتا ہے۔

جس طرح قرآن عزیز کی آیتوں لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا - اور اذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب سے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے اور بے حجابانہ گفتگو کرنے سے روک دیا گیا، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس راہ کے وہ رخنے بھی بند فرما دئے کہ جن کے ذریعہ سے بدنظروں کے داخل ہونے کا موقع تھا۔ چنانچہ ترمذی کے باب ماجاء فی کراہیۃ ان یخص الامام نفسہ بالدعا میں ہے کہ :-

لا یحل لامرئ ان ینظر فی جوف بیت امرئ حتی یستاذن فان نظر فقد دخل - یعنی کسی کے گھر میں جھانکنا بھی داخل ہونے کے حکم میں ہے۔

چہرے کا حجاب قرآنی تعلیمات کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور ازواج مطہرات کے تعامل سے بھی ثابت ہے جس سے رواجی پردہ کی تائید ہوتی ہے چنانچہ بخاری شریف کے باب غزوۂ خیبر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے لئے اپنی عبا مبارک کا پردہ تانا تھا، حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لہا وراءہ بعباءۃ (بخاری ج دوم مجتبائی ص۶۰۶) اور اسی واقعہ میں ایک اور جگہ یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا کہ :-

علیک بالمرأۃ فالقی ابوطلحۃ ثوبہ علی وجھہ الحدیث (بخاری ج دوم مجتبائی ص۹۱۳)

حضرت ابوطلحہ جس وقت حضرت صفیہ کی مدد کیلئے پہنچے ہیں تو اپنے منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ نیز ایک کپڑا خود حضرت صفیہ کے چہرے پر بھی تھا۔ ایسی مجبور کن صورتوں میں بھی حضرت ابوطلحہ اور حضرت صفیہ نے حدود حجاب نہیں توڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس موقع پر تقریر منشائے خداوندی کی تفسیر ہے اور باب غزوہ طائف میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضؓ پس پردہ کلام کرتی تھیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں یہ لفظ ہے کہ :-

فنادت ام سلمۃ من وراء الستر (بخاری ج دوم مجتبائی ص۶۲۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ ہودہ اونٹ پہ یہ خیال کرکے رکھ دیا گیا تھا کہ وہ اِس

موجود ہوں گی، حالانکہ وہ اس میں نہ تھیں اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ اگر ہوا ور مستور نہ ہوتا تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی جب صفوان بن معطل سلمی بعد میں وہاں پہنچے تو انھوں نے حضرت عائشہ رض کو پہچان لیا کہ وہ احکام حجاب سے قبل دیکھ چکے تھے جیسا کہ خود اسی روایت میں ہے دیکھتے ہی انا للہ کہا۔ ان کے آنے پر حضرت عائشہ رض نے ستر زینت کے ساتھ چہرہ بھی ڈھانک لیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں اس کی تصریح ہے جس کے یہ لفظ ہیں خمرت وجہی بجلبابی (بخاری ج دوم مجتبائی ص۵۹۴ باب غزوہ بنی مطعلق) اور یہ روایت متعدد طریق سے کئی جگہ آئی ہے۔ کتاب التفسیر سورہ نور میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مکتوم نابینا کا واقعہ دیدۂ بینا کے لئے درس عبرت ہے۔

ایسے چند جزئیات سے معارضہ کرنا جو بظاہر ان عام قوانین اور احکام سے مزاحم معلوم ہوتے ہوں، یہ امر اصولاً کس حد تک قابل لحاظ ہو سکتا ہے کہ وہ نزول حجاب سے قبل کے واقعات ہوں یا بعض ناگزیر حالتوں میں استثنائی شکلیں ہوں یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی استنباطی لغزش ہو تاوقتیکہ ان امکانات کا انسداد نہ ہو قطعیات کو مجروح کرنے کے لئے یہ ایک کند ہتھیار ہے۔

غزوہ اُحد میں خواتین اسلام کی شرکت سے استدلال اس بنا پر برمحل نہیں ہے کہ وہ ۳ھ کا واقعہ ہے اور حجاب ۵ھ میں نازل ہوا ہے، حبشیوں کے تلعب میں گو بہت اختلاف ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ عام مجمع پر نظر ڈالنے اور شخص واحد کو گھورنے میں جذبات کا بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ غزوہ خیبر میں اگر چند خواتین شریک جنگ ہو گئی تھیں تو یہ بھی معلوم ہے کہ کیا اس اقدام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی تھی، واقعہ یہ ہے کہ وہ خود پہنچ گئی تھیں جب آپ کو اس کا علم ہوا تو رحمۃ للعالمین ان کو بلاتے ہیں اور اون پر سخت غصہ ہوتے ہیں اور غضبناک لہجہ میں یہ استفسار فرماتے ہیں کہ تم کس کے ساتھ آئیں اور کس کے حکم سے آئیں، آیۂ نزول حجاب کے بعد یہ خیال کرنا کہ وہ تو بے پردہ ہی ہونگی یہ بات نہ صرف اون کے مرتبہ تقویٰ سے گری ہوئی ہے بلکہ دعویٰ بلا دلیل بھی ہے۔

حدود حجاب اور ستر و نظر کی اس بحث کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے حدود زینت بھی بیان کئے جائیں زینت میں وہ ساری چیزیں داخل ہیں جن کو ہم اپنی زبان میں بھی زیبائش سے تعبیر کرتے ہیں جس طرح عورت کی وضع اور ساخت میں ایک نوع کا انجذابی اثر ہے اسی طرح اس کی زیبائش میں بھی جذب اور کشش پائی جاتی ہے اس بنیاد پر عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ ان محرکات کو بھی چھپائیں جو عموماً رنگیلے دلوں کو موہ لیتی ہیں خواہ یہ ستر زیبائش سیدھے سادھے برقعہ کے ساتھ ہو یا کسی معمولی چادر سے جو جاذب نظر نہ ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ:-

---

ولیخرجن تفسلات یعنی اگر وہ نکلیں تو میلی کچیلی بلا خوشبو لگائے ہوئے نکلیں، بہرصورت بموجب آیت یدنین علیہن من جلابیبہن گھونگھٹ کا التزام ضروری ہوگا۔ سورہ نور کی آیتیں ولا یبدین زینتھن ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن، انھیں احتمالات فتن کے انسداد کے لئے نازل فرمائی گئی ہیں اور عورت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ

(باقی آئندہ)

باہر نکلنے یا نامحرموں کے آگے ہوجانے کی صورت میں انھیں کن کن حدود کی رعایت ضروری ہے۔ اظہار زینت کی ممانعت کے ساتھ آنچل مارنے کی بھی ہدایت کیگئی چونکہ بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا اُبھار ہے۔ اسلئے اس کے مزید ستر کی بطور خاص تاکید فرمائی گئی، نیز جاہلیت کی مذموم رسم کا مٹانا بھی مقصود تھا زمانہ جاہلیت میں عورتیں خمار یعنی اوڑھنی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلو پیچھے لٹکا لیتی تھیں جس سے سینہ کی ساخت نمایاں ہوجاتی تھی یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن نے اوڑھنے کا ایسا طریقہ بتلایا کہ اوس میں غایت درجہ ستر بھی ہے اور جاہلیت کی ناشائستہ رسم کا استیصال۔

اور پیروں کو زمین پر مارنے میں چونکہ زیبائش کا اعلان ہے اور چلنے میں اس کی ضرورت بھی نہیں اس لئے اس سے بھی روک کر چلنے کا سلیقہ بتلایا گیا ایسے لوگ کہ جن سے اختلاط اور میل جول میں شہوانی رجحانات اور مفاسد اور فتن کا امکان مستبعد ہے یا ان میں وہ طبعی میلانات نہیں پائے جاتے جو عموماً اجنبیہ عورتوں کی طرف ہوتے ہیں تو ایسوں کے آگے اظہار زینت کی اجازت ہے اس بنا پر کہ یا تو وہ خود اوس کا محرم راز یعنی شوہر ہے یا ایسے اصناف ہیں کہ ان میں وہ علل و اسباب مفقود ہیں جو فتنۂ خفتہ کو جگانے والے ہوتے ہیں جیسے باپ، خسر، بیٹے، بھتیجے، بھانجے، اور ایسے ادنیٰ خدمتگار اور دست نگر بھی جو اپنی مالکہ و سیدہ کی طرف رغبت و میلان شہوانی نہیں رکھتے، یا لونڈیاں یا انھیں جیسی شریف زادیاں کہ جو اخلاق اور حسن اعمال کے اعتبار سے اونھیں جیسی ہوں اور ان سے اختلاط میں فتنہ کا احتمال نہ ہو یا ایسے معصوم بچے جو ابھی سن رشد کو نہیں پہنچے اور عورتوں کے بھیدوں سے ابھی وہ ناواقف ہیں

ظاہر ہے کہ یہ وہ مواقع ہیں کہ ان میں فتنہ کے احتمالات عادۃً بھی مستبعد ہیں اگر ان سے استثناء نہ ہوتا تو بیچاری عورتیں اپنے جائز حق آزادی سے محروم رہ جاتیں اور ان کی زندگی وبال جان ہوجاتی اسلام کا عورتوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس باب میں بھی ان کے مناسب حال [illegible] اور صاف اور صریح الفاظ میں ان کے آگے اظہار زینت کی اجازت دیدی۔

[illegible] اون کا اعلان سورۂ نور میں ان الفاظ میں ہے:-

"اور نہ کھولیں اپنا سنگار [illegible] یا اپنے باپ کے، یا اپنے خاوند کے باپ کے، یا اپنے بیٹے کے، یا اپنے خاوند کے بیٹے کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنے ہاتھ کے مال کے، یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے، جو مرد کہ خود غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے جنھوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ [illegible] نے قانون کا جزو لاینفک قرار دیا ہے وہ ایک اہم اور اعلیٰ مقصد کے لئے چھوٹے چھوٹے مقاصد کو قربان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہمارے نظام معاشرت اور تمدن کے بعض ایسے ناگزیر حالات کے بلا لحاظ کوئی چارہ کار ہی نہ ہو، وہاں بھی اس نے صنف نازک کی معذوریوں کی بناء پر استثنائی ابواب رکھے ہیں۔ جیسے طبیب یا ڈاکٹر یا ناکح کے آگے بوقت ضرورت اس کے مقرر کردہ قیود کے ساتھ آنا۔ احادیث صحیحہ اور قانون شرع میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

اسی سلسلہ میں ایسی بوڑھی اور آئسہ عورتیں بھی داخل [illegible] جو ایسے سن کو پہنچ چکی ہیں کہ اون میں عموماً فتنہ کے احتمالات

ناپید ہوتے ہیں۔ اسلام نے ان کے لئے وہ حدود حجاب نہیں رکھے جو ایک شاہد حسن وجمال والی کے مناسب حال تھے ایسی کھوسٹ عورتوں کیلئے آسانیاں پیدا کردی گئی ہیں کہ وہ اپنے اون کپڑوں کو اتار کر رکھ سکتی ہیں جو ساتر بدن سے زائد ہیں۔ بشرطیکہ اس عمل سے زینت کا اظہار مقصود نہ ہو لیکن اگر وہ نہ اتاریں تو یہ اون کے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے تاہم اجازت ہے چنانچہ سورۂ نور میں ان کی مراعتوں کا اعلان ان الفاظ میں ہے:۔

اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی ان پر گناہ نہیں کہ اتار رکھیں اپنے کپڑے یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں اپنا سنگار اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے ان کے لئے۔

البتہ وہ شاہد جس کے لئے باہر نکلنا ہی ناگزیر ہے اور وہ حجاب اور ستر ونظر کے سارے حدود کو مرعی رکھکر نکلتی ہے لیکن کبھی غفلت اور معاملات کے طریقہ کار کی وجہ سے کچھ نہ کچھ ظہور حصہ بدن یا زینت کا ہو ہی جاتا ہے تو یہ کوتاہی تقصیر عمل نہ ہوگی اور نہ خلاف ورزی احکام سمجھی جائے گی، اسلام کسی کو ایسی تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا جس کو وہ سہار نہ سکے اور نہ وہ ایسی لغزشوں پر دار وگیر کرتا ہے بلکہ اطاعت گزار پابند احکام بیبیوں کو ان کی اس صوری تقصیر پر معافی کا اعلان دیتا ہے کہ بے شک جاذب نظر اشیاء خواہ وہ حصہ بدن ہوں یا زیبائش کا کوئی پہلو اس کا اظہار نہ ہونا چاہیئے، لیکن سہو اور نسیان یا ضرورتوں کے اقتضاء کی بناء پر زینت یا مواقع زینت بلا قصد وارادہ ظاہر ہو جائیں تو یہ بات قابل مواخذہ نہیں لیکن اون مواقع کا احصاء یا جزئیات کی تفصیل اور ان کے مصادیق کا تعین قرآنی اعجاز اور ایجاز اور خود امت کے بھی مناسب حال نہ تھا اس بناء پر حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایک مختصر اور جامع جملہ میں اس مسئلہ کو بھی حل فرمایا کہ

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ ماظھر منھا کے عموم میں بڑی وسعت ہے اور وہ کاموں اور ضرورتوں کی نوعیت پر موقوف ہے۔ ہر مقام کے خصوصی حالات اور ضرورتوں کے مدنظر علماء نے اون کی تعبیریں کی ہیں یہ اہل دیانت اور خدا اتر سوں کا کام ہے کہ وہ اپنے حالات کے اعتبار سے اپنے اپنے عمل کی حدیں سمجھ لیں یہ خود ان کا معاملہ ہے جو رب العزۃ علیم وقدیر کے ساتھ ہوگا۔

میں نے اپنے اس مقالہ میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے درحقیقت وہ ترجمان ہیں اون نقاط کے جو نظام معاشرت اور تمدن کے رازدانوں اور انسانی شرافت اور اس کی عظمت کی حقیقی قدر کرنے والوں اور عزت نفس اور عورت کی آبرو کو اپنی حیات کا طرۂ امتیاز تصور کرنیوالوں کے ہمیشہ پیش نظر رہے ہیں۔ علم دوست اصحاب کے غور اور تدبر کے لئے اس میں مواقع ہیں ؎

فنحمد رب العالمین لشرعہ حجابا عن الاسلام قد حجب الخمرا، ہم حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس نے حجاب کو ہمارے لئے مشروع کیا جو حقیقت میں ہمارے اور زنا کے مابین عظیم الشان حجاب اور پردہ ہے

طلبہ عربی سے خطاب

(مولوی سید دلدار علی صاحب غازی (فاضل دیوبند)

اے حقیقت آشنا اے رمز حق کے راز دار
ذات تیری ہر بسر درس حیات پائیدار

اے کہ تو ہے وجہ آسائش جہاں کیو اسطے
مہرباں کے واسطے نامہرباں کے واسطے

تیری فطرت کی بلندی ہے فلک سے بھی بلند
پر بچھاتے ہیں تیری خاطر ملک اے ارجمند

تو خدا کے آخری پیغام کی آواز ہے
تیری ہستی ساری مخلوقات سے ممتاز ہے

مشغلہ تیرا ہے قال اللہ اور قال الرسول
منکشف ہیں تجھ پہ مذہب و سیاست کے اصول

علم کی خاطر ہزاروں دقتیں سہتا ہے تو
اور رضائے حق پہ ہر حالت میں خوش رہتا ہے تو

علم کیا ہے پردہ بردار جمال راز کی
نغمہ فہمی اک طلسم ساز بے آواز کی

علم کیا ہے؟ ناخن عقدہ کشائے کاف و نون
جو کبھی ملتا نہیں بے جذب سوز اندروں

علم کیا ہے؟ اک نظام خوشگوار زندگی
پیکر محکم بہ تیغ آبدار زندگی

علم کیا ہے؟ جرعۂ شیریں صہبائے طور
علم کیا ہے کاشف قرآن و انجیل و زبور

علم کیا اک آسمان ماہ و انجم در کنار
جس کی ضو سے دل پہ ہوتی ہے حقیقت آشکار

وہ مقدس علم جس پر تھا مدار زندگی
جس نے قائم کر دیا تھا اعتبار زندگی

جس کے ہاتھوں معجزات عیسوی زندہ ہوئے
مٹنے والے نقش فطرت جس سے تابندہ ہوئے

جس نے دنیا کو دکھایا اختیار مشت خاک
عرش سے جس نے بڑھایا افتخار مشت خاک

مشکلات زندگی کو جس نے آسان کر دیا
جس نے راز فطرت ہستی کو عریاں کر دیا

جو اٹھا کر ہی رہا روئے حقیقت سے نقاب
کر دیا ذرّوں کو جس نے جذب حسن آفتاب

علم روح زندگی ہے! علم جان زندگی
علم ہی تنہا ہے میر کاروان زندگی

آہ لیکن اس حقیقت کا نہیں دانا کوئی
شمع روشن ہے نہیں موجود پروانہ کوئی

آنکھ کوئی اس نشہ سے آج متوالی نہیں
ساری دنیا میں کوئی رازیؔ و غزالیؔ نہیں

بن رہی ہے آج دنیا رزمگاہ خیر و شر
طالب علم ہدیٰ تجھ کو بھی ہے اس کی خبر؟

شمع مشرق کو بجھانا چاہتی ہے باد غرب
کس قدر گستاخ ہے یہ شیوۂ معتاد غرب

ہاں وہی علم اور یوں پامال پائے روزگار
ہوشیار اے وارث دین پیمبر ہوشیار

یوں نگاہ غیر میں اک ذرۂ بے مایہ ہو
اور یوں مجروح نوک خنجر ہمسایہ ہو

کس نظر سے آج دیکھا جائے یہ قہر شدید
خرمن دین متین اور برق تہذیب جدید

اس سے بڑھکر اور ہو سکتا ہے کیا سامان ننگ
اپنے میخانوں میں ہو تقسیم صہبائے فرنگ

دیدۂ مسلم کو آخر کس نے اندھا کر دیا
کس نے آخر بے حسی کا روگ پیدا کر دیا

تا بکے یہ کس مپرسی تا کجا دور جمود
تا بکے غیروں کی ٹھوکر بول اے ننگ وجود

اوٹھ! کہ پیغام پیمبر سے جہاں تازہ کریں
پھر زمیں تازہ کریں پھر آسماں تازہ کریں

پھر سنانا ہے زمانہ کو پیام علم دین
پھر پلانا ہے شراب نو بجام علم دین

پھر مسیحا بن کے اوٹھ اہل زمانہ کے لئے
زندہ بننے کے لئے زندہ بنانے کے لئے

شرط یہ ہے تیرے دل میں دین کا احساس ہو
ملک و ملت کا مسلمانوں کا تجھ کو پاس ہو

سر ترا مضطر ہو سودائے شہادت کے لئے
وقف ہو تیری زباں حق کی اشاعت کے لئے

تیرا ہر ہر لفظ جادو کا اثر کرنے لگے
دل کے پردوں میں تیری آواز گھر کرنے لگے

دل ترا نور حقیقت سے ہو ایسا فیض یاب
مہر سے جس طرح ہوتا ہے منور ماہتاب

ساری دنیا گونج اوٹھے تیری اک آواز سے
مست کر دے اہل عالم کو حجازی ساز سے

اس خراب آباد میں خواہش اگر ہو زیست کی
مر کے دکھلا موت سے پہلے یہی ہے زندگی

شعر العرب

از مولوی حکیم محمد ہبتہ اللہ صاحب (نظامیہ) لکچرار سٹی کالج حیدرآباد دکن

عربی شاعری پر کچھ لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مطلق شاعری کے متعلق ضروری امور درج کردئے جائیں۔(۱)

شاعری پر سب سے پہلی تالیف — غالباً ارسطو ہی نے سب سے پہلے "شاعری" پر ایک کتاب "بوطیقا" تصنیف کی ہے جس کی تلخیص ابن رشد نے کی ہے اور اس کے کچھ حصے شیخولیس نے اپنی کتاب علم الادب میں شامل کئے۔

تعریف — عام طور پر شاعری کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسے کلام موزوں کا نام ہے جو بالارادہ موزوں کیا گیا ہو۔ ابن رشیق نے بھی اپنی کتاب "العمدۃ" میں اسی تعریف کی تائید کی ہے لیکن اکثر ادبا وزن وقافیہ کو شعر کیلئے ضروری نہیں سمجھتے۔

جان اسٹورٹ مل — کہتا ہے کہ جذبات کو برانگیختہ کرنیوالی چیز شاعری ہے اس کے خیال کے مطابق تصویر تقریر و وعظ شعر میں داخل ہوجاتے ہیں، اسلئے شاعری کو اس طرح محدود کیا جاتا ہے کہ شاعری میں شاعر صرف اپنے آپ سے خطاب کرتا ہے اور تقریر وعظ وغیرہ میں مخاطب حاضرین ہوتے ہیں۔

ارسطو — کے نزدیک شاعری ایک قسم کی مصوری یا نقالی ہے فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچتا ہے اور شاعر جذبات واحساسات کی تصویر پیش کرتا ہے۔

مولوی حمید الدین صاحب نے جمہرۃ البلاغۃ میں لکھا ہے کہ شاعر کے لفظی معنی ذی شعور کے ہیں، احساسات رکھنے والے کے ہیں۔ مختلف جذبات کی وجہ سے انسان مختلف حرکتیں کرتا ہے، کبھی ہنستا ہے، کبھی روتا ہے، اور کبھی موزوں الفاظ سے اپنے تأثرات ظاہر کرتا ہے۔

شاعری اور فلسفہ کا فرق — افلاطون نے "فلسفی" کو شاعر کہا ہے، افلاطون فیلسوف ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کائنات کا فلسفیانہ نظام خود ایک آرٹ ہے بلکہ وہ آرٹ سے بھی ماوراء ہے اور شاعر ایک تکوینی ذہن رکھتا ہے، وہ فطرت اور واقعات دہر سے متاثر ہوکر دل کی بھڑاس نکالنا شروع کر دیتا ہے وہ کسی کے سمجھانے کے لئے نہیں بلکہ خود سمجھکر

(۱) اس مضمون کے لئے مندرجۂ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

العمدۃ لابن رشیق - شعر العجم از علامہ شبلی - الوسیط - تالیف شیخ احمد سکندری و شیخ مصطفیٰ عنانی

کتاب حیوۃ الحیوان للدمیری دیوان امیر تمیم بن المعز فاطمی - دیوان معری

دیوان متنبی - السبع المعلقات

مقدمہ دیوان حالی۔

پہنچ جاتا ہے۔ ۵

پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھ کر نالۂ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم

حقیقی اور بلند پایہ شاعر فیلسوف ہوتا ہے یوں تو بقول شوپن ہائر (shopen haur) کے ہر انسان مابعد الطبیعاتی حیوان ہے لیکن نہ ہر انسان شاعر ہے نہ ہر شاعر فلسفی۔

وہ شاعر جو نظم نگاری ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ جن پر اسرار کائنات خود بخود منکشف ہوتے ہیں جو بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے اندر کائنات کے متعلق حقیقت بینی کی وہی صفت رکھتا ہے جو ایک فلسفی کا حصہ ہوتا ہے۔ ٹیسے نی سن نے ایک پھول دیکھکر کہا تھا کہ اگر اس کو پوری طرح سمجھ لیں تو وہ خدا اپنی ذات اور کائنات کی ماہیت سے واقف ہو جائے گا۔

" ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار" ابو نواس کہتا ہے "فی کل شیئی له آیة تدل علی الله واحد"

فلسفہ دراصل ہمہ گیر توجیہ یا دوسرے الفاظ میں حسب امکان بشری حقائق کائنات کے معلوم کرنے کی کوشش کا نام ہے فلسفی انتہائی علل و اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کو ایک مسلسل جستجو رہتی ہے وہ عالم طبعی (مادیات) حیات۔ ذہن۔ سماج حکمت اور اقدار کے وسیع موضوع میں کام کرتا ہے یقیناً فیلسوف کا کام بہ نسبت شاعر کے بہت زیادہ ہے (اقبال)

جہاں داری سے ہے مشکل تر کار جہاں بینی! جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

فلسفی حقائق کو خشک پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر ان حقائق کو ایسے دلچسپ اور جذبات کے ابھارنے والے پیرایہ میں بیان کرنا ہو تو شاعری کی ضرورت ہوتی ہے۔

شاعری کے امتیازات

۱ شاعر کسی کے سمجھانے کے لئے نہیں چلاتا۔ بلکہ خود سمجھ کر چیختا ہے۔

۲۔ شاعر فلسفی یا مورخ کیطرح چیز کے ہر پہلو دیکھکر مستقل رائے قایم کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ شاعر ایک چیز کی تعریف کرے اور اس کی مذمت بھی اور ممکن ہے کہ وہ ایک اچھی چیز کی مذمت کرے اور بری چیز کی تعریف۔ الغرض شاعر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر چیز کو من حیث ہو یا حسب الواقع پیش کرے۔

بخار" کی حقیقت طبیب کے پاس عفونتی یا جراثیمی اثر کا نتیجہ ہے جس سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور لرزہ پھریری شروع ہوتے ہیں اور جب اس کی نوبت ختم ہو جاتی ہے تو پسینہ آتا ہے۔ لیکن شاعر (متنبی) کہتا ہے۔

وَزَائِرَتِي كَأَنَّ بِهَا حَيَاءً فَلَيْسَ تَزُورُ إِلَّا فِي الظَّلَامِ

بَذَلْتُ لَهَا الْمَطَارِفَ وَالْحَشَايَا فَعَافَتْهَا وَبَاتَتْ فِي عِظَامِي

يَضِيقُ الْجِلْدُ عَنْ نَفَسِي وَعَنْهَا فَتُوسِعُهُ بِأَنْوَاعِ السَّقَامِ

أُرَاقِبُ وَقْتَهَا مِنْ غَيْرِ شَوْقٍ مُرَاقَبَةَ الْمَشُوقِ الْمُسْتَهَامِ

ويصدق وعدها والصدق شرّ	اذا القاك في الكرب العظام
أبنت الدهر عندي كلّ بنت	فكيف وصلت انت من الزحام

ایک میری ملاقات کرنیوالی ہے جو بوجہ حیاء و شرم کے صرف شب ہی کو تشریف لاتی ہے، ان کے لئے میں تو شک دچادر وغیرہ پیش کرتا ہوں تو وہ اس کو ناپسند کرتی ہے اور میری ہڈیوں میں شب گزارتی میری جلد میں میری جان اور اس ملاقاتی کے لئے گنجائش نہیں ہے اسلئے وہ قسم قسم کی بیماریوں سے میرے جسم کو گھلاتی اور جلد کو وسیع کرتی ہے مجھے اس کے وقت کا عاشق مشتاق کی طرح انتظار تو رہتا ہے لیکن رغبت سے نہیں وہ وعدہ کی سچی ہے اور ایسی سچائی سے تو یہ ہی بھلی جس سے آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہوجائے۔ اے زمانہ کی صاحبزادی زمانہ کی تمام بیٹیاں (مصائب) میرے پاس موجود ہیں بلکہ مجھے تعجب ہے ان بیٹیوں کے اژدحام میں سے آپ کو میرے تک رسائی کا راستہ کیسے مل گیا۔

اگر ایک آدمی کو قتل کیا جاکر سولی پر لٹکا دیا جائے تو یہ منظر کس قدر بھیانک ہوگا۔ لیکن ابوالحسن انباری المتوفی ۳۲۸ھ آج سے ایکہزار سال پہلے وزیر ابوطاہر کا مرثیہ کہتا ہے جس کو عضد الدولہ نے قتل کرواکے سولی کا حکم دیا تھا اور اس کریہہ منظر کی تعریف کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس قصیدہ کو سن کر خود عضد الدولہ رشک کرنے لگا کہ کاش مجھے سولی دیجاتی اور یہ مرثیہ میری ہی شان میں ہوتا۔

علوٌّ في الحياة وفي الممات	لحقٌّ انت احدى المعجزات
كأنّ الناس حولك اذ اقاموا	وفود نداك ايام الصلات
كأنك قائمٌ فيهم خطيبا	وكلهم قيامٌ للصلوٰة
مددت يديك نحوهم احتفاءً	كمدّهما اليهم بالهبات
ولمّا ضاق بطن الارض عن ان	يضمّ علاك من بعد الممات
اصاروا الجوّ قبرك واستعاضوا	عن الاكفان ثوب السافيات
لعظمك في النفوس تبيت ترعى	بحرّاسٍ وحفّاظٍ ثقات
وتوقد حولك النيران قدمًا	كذلك كنت ايام الحياة
ركبت مطيةً من قبل زيدٌ	علاها في السنين الماضيات
وتلك قضيةٌ فيها تأسٍّ	تباعد عنك تعيير العداة
ولم ار قبل جذعك قبل جذعا	تمكّن من عناق المكرمات
اسأت الى النوائب فاستثارت	فانت قتيل ثأر النائبات
عليك تحية الرحمن تترى	برحمات غوادٍ رائحات

(ترجمہ) زندگی میں بھی بلندی اور مرنے کے بعد بھی بلندی، واقعی تو ایک زبردست معجزہ ہے گویا کہ لوگ تیرے اطراف تیرے عطیوں کے حاصل کرنیوالی جماعتیں ہیں جو ایام تقسیم میں جمع ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ رہا ہے اور سب لوگ نماز کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ تونے ان کی طرف اپنے ہاتھ ایسے پھیلائے ہیں جیسے کہ بخشش دیتے وقت پھیلاتا تھا چونکہ آغوش زمین تیری وسیع بلندیوں کے لئے تنگ ہے تیرے لئے فضا کو قبر بنانا پڑا اور بجائے کپڑوں کے چلنے والی ہیکراں ہواؤں کو کفن بنایا گیا۔ تیرے اطراف تیری شان وشوکت کے خاطر ایک محافظین کی معتبر جماعت معین کیگئی اور جس طرح ایام زندگی میں مہمان نوازی کی آگ جلائی جاتی تھی، تیرے اطراف آج بھی آگ جلائی گئی ہے، تو اس سواری پر سوار ہوا جس پر گذشتہ سالوں میں حضرت زید بن علی علیہ السلام مقدس ہستی بلند ہو چکی ہے اور یہ ایک ایسی مثال ہے کہ جس کے بعد نکتہ چینیوں کے لئے کوئی موقع باقی نہیں رہتا ، میں آج سے پہلے کسی درخت کے تنہ کو مجسم شرافتوں سے معانقہ کرتے نہیں دیکھا۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور رحمت کے صبح و شام برسنے والے ابر برستے رہے۔

زمین کا زلزلہ یا بھونچال کتنی خوفناک چیز ہوا کرتی ہے۔ لیکن شاعر کے تخیل میں اپنے ممدوح کے عدل و انصاف سے طرب میں آکر ملک کی سرزمین کا سر دھننے یا رقص کرنے کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

ما ان لزلزلت مصر من کید یراد بها　　وانما رقصت من عدله طربا

چاند کا ابر میں چھپ کر آنکھوں سے اوجھل ہو جانا معمولی بات ہے، لیکن شاعر کہتا ہے کہ ماہ کامل میرے ممدوح کے چہرہ کی آن بان وچمک دمک دیکھکر اتنا شرمندہ ہوا کہ اس کو ابر میں جاکر منہ چھپانا پڑا۔

اری بدر السماء یلوح حیناً　　و یبدو ثم یلتحف السحابا
وذاک لانه لما تبدی　　وابصر وجهک استحیا وغابا

۴۔ شاعر بادشاہ کا نام لیکر پکار سکتا ہے اس کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرتا ہے جو دوسرے موقع پر خلاف تہذیب سمجھا جائے گا۔

۴۔ نظم کے مقبول مشہور محفوظ ہونے کا جتنا امکان ہے اتنا نثر کے لئے نہیں۔ چنانچہ یہ مسلم ہے کہ بہ نسبت نظم کے قدما عرب نے نثر بہت کہی ہے لیکن نثر کے دس قطعات بھی محفوظ نہ ہو سکے اور نظم سے شائد دس نظمیں بھی ضائع نہ ہوئیں۔

۵۔ آرٹ کی سات قسموں یعنی موسیقی۔ شاعری۔ سنگ تراشی۔ رقص۔ معماری۔ مصوری خوشنویسی کی طرف یوں ہی طبیعت کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک میں دلکشی پائی جاتی ہے اور موسیقی جو سب سے زیادہ محرک اور جذبات کی ابھارنیوالی شئی ہے اور جس سے روح نہایت مست ہو جاتی ہے، کلام موزوں کا ایک ضروری جزو ہے اس لئے فن شاعری کو جو فضیلت اور اہمیت و مقبولیت حاصل ہے ظاہر ہے۔

۶۔ شعراء کے ہاتھ میں قوم کی باگ ہوتی ہے، جدھر چاہتے ہیں قوم کو جھونک دیسکتے ہیں۔ میدان جنگ میں رجز کے چار مصرعے جو کام کرسکتے ہیں، جنگی باجے نہیں کرسکتے ہیں۔ ذہنیت کے بدلنے یا جدید ذہنیت کی تخلیق میں شاعری کو جو دخل ہے وہ دوسرے کسی چیز کو بھی نہیں استقلال وثبات کی تعلیم کتابوں سے اس قدر نہیں ہوسکتی جتنی شاعری سے ہوسکتی ہے۔

۷۔ شاعر کے لئے فخریہ کلام جائز ہے۔

۸۔ شاعر سب کچھ کہہ جاتا ہے لیکن قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ اس کے قول وعمل میں توافق لازمی نہیں چنانچہ ایک شاعر رند مشرب پرہیزگاروں کی سوسائٹی کا ایسا صحیح نقشہ پیش کرتا ہے کہ خود پرہیزگار بھی پیش نہیں کرسکتا اور ایک متقی پرہیزگار شاعر جس نے تقوی اور ورع کے حلقے سے باہر قدم نہیں رکھا رند اور اوباشوں کا ایسا چربا اتار سکتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعر کسی میخانہ کا زبردست پیر مغاں ہے۔

۹۔ شاعری سے بعض گمنام شخصیتوں کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام بلند ہوگیا اور بعض بلند ہستیوں یا قبیلوں کو شاعر نے اتنا گرایا کہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ شماخ بن ضرار نے عرابہ کی شان میں یہ شعر کہا ہے

اِذَا مَا رَایَۃٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ　　　تَلَقَّاھَا عَرَابَۃُ بِالْیَمِیْنِ

(ترجمہ) عظمت وبزرگی کا کوئی نشان بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اس نشان کو فوراً اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

عرابہ کا نام اس شعر کی وجہ سے عرب میں مشہور ہوگیا اور آج تک یہ مصرع ضرب المثل ہے۔

عرب میں محلق ایک گمنام شخص تھا لوگ ان کے ساتھ صمدھیانہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اعشیٰ نے میلہ عکاظ میں ایک قصیدہ پڑھا۔ تمہید کے بعد یہ شعر تھے۔

لَعَمْرِی لَقَدْ لَاحَتْ عُیُوْنٌ کَثِیْرَۃٌ　　　اِلٰی ضَوْءِ نَارٍ بِالْیَفَاعِ تُحَرَّقُ

تُشَبُّ لِمَقْرُوْرَیْنِ یَصْطَلِیَانِہَا　　　وَبَاتَ لَدَی النَّارِ النَّدَی وَالْمُحَلَّقُ

(ترجمہ) میری زندگی کی قسم اس آگ کی طرف جو بلند مقام میں جلائی جاتی ہے بہت سی آنکھیں دیکھ رہی ہیں دو سردی زدہ شخص کیلئے یہ جلائی گئی ہے جو اس سے مستفید ہوئے ہیں اور آگ کے پاس "محلق" اور سخا شب گذارتے رہے۔ اس کے بعد محلق کی بیٹیاں شرفاء عرب کے مشہور افراد کے ساتھ بیاہی گئیں۔

نمیر ایک مشہور قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے افراد بڑے ناز سے اپنا نمیری ہونا بیان کرتے تھے۔ غرور کے لہجہ میں بھاری آواز نمیر کا نام لیتے تھے اس قبیلہ کے ایک فرد سے جریر کو رنجش ہوگئی۔ گھر آکر اپنے فرزند سے کہا آج چراغ میں تیل زیادہ رکھنا قبیلہ کی ہجو کہنا ہے۔ ہجو شروع کی جب یہ شعر قلم سے نکلا۔

فَغُضَّ الطَّرْفَ اِنَّکَ مِنْ نُمَیْرٍ　　　فَلَا کَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا کِلَابًا

جریر اچھل پڑا اور کہا کہ "واللہ اخزتیہ اخر الدھر" بخدا اس شخص کو ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا۔ اب یہ نوبت پہنچی کہ اگر کسی نمیری سے اس کا خاندان دریافت کیاجائے تو نمیر کا نام نہ لیتا۔ بلکہ دو چار پشت چھوڑ کر اوپر کی پشتوں کا نام بتاتا۔ شاعر کے مقبول ہونے پر قبائل عرب میں شاندار دعوتیں اور جشن ہوتے تھے کیونکہ شاعر سے ان کی عزت کی حفاظت ان کے شاہکار کی یاد اور اس کی شہرت وابستہ تھی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان اور عرب کی تعریف، تاریخ پر مختصر نوٹ پیش کیا جائے۔

لغت عربیہ | دنیا کی زبانوں کی جڑ تین بسیط زبانیں ہیں، آرین۔ سامی۔ منگولی۔ عربی سامی زبان کی ایک مقبول اور وسیع فصیح ترین شاخ ہے، جو ایشیا کے مغربی حصہ جزیرہ نمائے عرب میں پرورش پائی۔ اور اسلام کے بعد مذہبی سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے اسلام کے اشاعت اور توسیع کے ساتھ ساتھ تمام عالم میں پھیل گئی۔

عربی کی شاخوں میں جنوبی شاخ بہت زبردست ہے، اس کا مرکز یمن تھا، شمالی شاخ بھی مختلف قبائلوں کی طرف منسوب تھی ان سب شاخوں میں قریش کی زبان فصیح ہے جن کے مطابق قرآن مجید نازل ہوا، اور یہی زبان خلافت راشدہ اور زمانہ مابعد میں علمی اور زندہ زبان قرار دی گئی اور علوم فنون کا سرمایہ اس زبان میں منتقل ہوگیا۔ اقوام عالم کی تاریخ کی بھی زبان خزینہ بن گئی، اور ہنوز عرب۔ عراق۔ شام۔ مصر۔ الجزائر، مراکش اور زنجبار کے لوگوں کی زبان ہے، اور اس وقت مجلس اقوام کی مسلمہ زبان بھی ہو چکی ہے۔

امتہ عربیہ | قدماء اور متاخرین (محدثین) کے دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ قدماء وہ لوگ ہیں جو جزیرہ نمائے عرب کے اصلی باشندے ہیں، ان کے تین طبقے ہیں۔

(الف) عرب بائدہ | اس طبقہ کے تاریخی حالات ہم تک نہیں پہنچے۔ سوائے ان حالات کے جو قرآن مجید و احادیث سے معلوم ہوئے اور یہ جدیس۔ عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ عبد ضخم کے قبائل پر مشتمل ہے۔

(ب) عرب عاربہ | یہ قحطان کی وہ اولاد ہیں جو فرات کے کناروں کو چھوڑ کر یمن میں جا بسے کھلان اور حمیر اس طبقہ کے دو مشہور قبیلے ہیں۔

(ج) عرب مستعربہ | یہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں جو بعد میں چل کر "عدنان" کے نام سے شہرت پائی اس طبقہ کے مشہور قبائل ربیعہ۔ مضر۔ ایاد و انمار ہیں۔

دوسرا حصہ، محدثین یا متاخرین کا ہے جو اسلام کے بعد بحر اخضر اطلانٹک اوشن سے ماوراء بحر فارس تک اور دجلہ، فرات کے بالائی حصوں سے لیکر ماوراء، جاوا و سوماطرہ تک پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف لہجے رکھتے ہیں۔

عربی شاعری کی ادوار | عربی شاعری زمانہ کے لحاظ سے پانچ دور میں تقسیم کیجا سکتی ہے۔

۱. دورجاہلیت۔ جس کی مدت ڈیڑھ سو سال رہی اور جو اسلام کے شروع پر ختم ہوا۔
۲۔ دور اوائل اسلام۔ یہ ظہور اسلام سے شروع ہوکر خلافت عباسیہ کے آغاز تک رہا۔ جس میں خلافت امویہ کا زمانہ شامل رہے گا۔ یعنی ۱۳۲ھ تک۔
۳۔ دور عباسی۔ خلافت عباسیہ کے قیام سے شروع ہوکر تاتاریوں کے ہاتھ پر ان کے زوال تک قائم رہا یعنی ۶۵۶ھ تک، اس دور میں مصر کی فاطمی خلافت کا زمانہ اور اندلس کی امویہ حکومت کا دور شامل ہے۔
۴۔ سلطنت ترکیہ۔ سقوط بغداد سے لیکر نئی روشنی کے دور کے شروع تک یعنی ۱۲۲۰ھ تک۔
۵۔ دور مشعشع۔ یا نئی روشنی یہ مصر میں محمد علی کے خاندان کے حکومت کے آغاز سے آج ۱۳۵۵ھ کے آخر تک۔

دَورِ جاہلیّت (ڈیڑھ سو سال تا ظہور اسلام)

عربی شاعری کی ابتداء "رجز" سے ہوئی جو دو چار شعر سے زائد نہ ہوتی تھی۔ سب سے پہلے جس شخص نے قصیدہ کہا وہ مہلہل بن ربیعہ ہے۔ یہ قصائد ان کے مقتول بھائی کی مرثیہ خوانی اور اس کے قصاص کے لئے تحریض و ترغیب پر مشتمل تھے مہلہل پہلا شخص ہے جس نے تیس شعر کا قصیدہ کہا۔ مہلہل کا اصلی نام "عدی" تھا چونکہ اس نے قصیدے کہے اس وجہ سے اس کا نام مہلہل ہوگیا "مہلہل الثوب" کی معنی کپڑے بُننے کے ہیں۔

مہلہل کے بعد امرؤالقیس۔ علقمہ۔ عبید، پیدا ہوئے، اس سے پہلے شاعری رجز یہ چند اشعار یا مقطعات تک محدود تھی جن کے لئے عنبر بن عمر بن تیم درید بن زید بن نہد اعصر بن سعد بن قیس عیلان زہیر بن جناب الکلبی افوہ اودی اور ابی دواد الایادی کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ ان کا زمانہ مہلہل سے کچھ زیادہ دُور نہ تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ان شاعروں کے پہلے بھی ایسے افراد ہو چکے ہوں گے جنھوں نے سجع سے رجز اور رجز سے مقطعات اور مقطعات سے قصائد نظم کرنے کی ترقی کی ہو، امرؤالقیس خود کہتا ہے

عُوجا علی الطَّلَلِ المحیل لانّنَا   نَبکی الدِّیَارَ کما بکی ابن خذام

تباہ شدہ کھنڈرات کے نشانوں پر رونے کے لئے ذرہ ٹھہر جاؤ، ہم بھی ابن خذام کی طرح دو آنسو بہالیں۔

ما ارانا نقول الا مُعَاراً   او معادا من لفظنا مکرورا

ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف کہے ہوئے الفاظ کی تکرار یا اعادہ سے زیادہ نہیں عنترہ کہتا ہے کہ

هل غادر الشعراء من متردم   اَمْ هَلْ عرفت الدار بعد توهّم

شعراء نے کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی ہے یا کچھ غور و خوض کے بعد گھر کی نشانات سمجھ میں آگئے۔

شاعری کا استعمال | اس دور کی شاعری حسب ذیل عنوانوں میں تقسیم ہو سکتی ہے ۔

تشبیب یا غزل | جس میں جنس لطیف کے محاسن کیفیات اور ان کے سفر اور قیام گاہوں کا ذکر ہوتا ہے ۔ چونکہ عرب اس دور میں ایک خانہ بدوش آزاد قوم رہی اور ان کے قبائل کے قیام گاہوں کا دار و مدار پانی کی موجودگی پر تھا ۔ ان کا تمام ملجا اونٹ تھا ، اور اس کے بہادرانہ شاہکاروں کے لئے شہسواری نہایت اہم تھی ۔ پہاڑوں اور چٹیل میدان اور وہاں کے مختلف پہاڑی درختوں اور پھولوں کے مناظر ان کا ماحول تھا ۔ اسلئے اس دور کی غزل میں انہیں اشیاء کا ذکر ملیگا ۔

مفاخرہ | اس میں خاندانی کارناموں جو اکثر خود داری ، شجاعت ، سخاوت ، مہمان نوازی ۔ ایفاء عہد کے بے نظیر شاہکار ہوتے تھے ، ذکر کئے جاتے تھے ۔

مدح | یہ چیز اس دور کے آخری زمانہ کی پیداوار ہے ، ورنہ مدح اور خوشامد جاہلیت کے عربوں کے اوصاف اور اصول کے بالکل خلاف ہے شروع میں ممکن ہے کہ کسی محسن کے احسانات کے معاوضہ میں بطور شکریہ کچھ اشعار کہدیئے گئے ہونگے اس فن کے علمبردار زہیر ۔ نابغہ ، اور اعشیٰ ہوئے ۔ مدح میں ممدوح کے ذاتی و خاندانی خصائص ۔ رجاحت عقل عفت ، شجاعت اور اخلاق کو بیان کیا جاتا تھا ۔

مرثیہ | کسی مرنیوالے کی خوبیوں کو بیان کیا جاتا ہے ، ایسے مرثیوں میں بڑے بڑے بادشاہوں ۔ مملکتوں اور قبائل کے نام نشان مٹ جانے ۔ جانوروں ، شیروں کے مرجانے ، اور طویل العمر حیوانات سانپ ، گدھ وغیرہ کے بالآخر ہلاک ہونے کا بھی ذکر ہوتا ہے ۔

ہجاء | اس میں کسی آدمی کے ذاتی و خاندانی نقائص کو گنایا جاتا ہے ، لیکن اس دور میں زیادہ فحش و لاف گزاف کی حد تک یہ فن نہ پہنچا تھا ۔

اعتذار | شاعر اپنے اوپر لگے ہوئے الزام سے صفائی پیش کرتے ہوئے اپنے خفا ہونیوالے ممدوح کی عنایات اور نظر التفات مبذول کرنے اور اس کو منانے کی کوشش کرتا ہے ۔

وصف نیچرل شاعری | یعنی کائنات کے کسی چیز کی تشریح اور کسی منظر کو دلچسپ پیرایہ میں پیش کرنے کی کوشش کیجائے یا تو اس چیز کو بہت مرغوب بنا کر پیش کیجائے ، یا اس کو بھیانک صورت اور مکروہ منظر میں بیان کیا جاتا ہے اس دور میں اونٹ ۔ گھوڑا ۔ درندے ۔ شکار ۔ حشرات الارض ۔ نباتات ۔ آسمان ۔ تارے ۔ بارش ۔ بجلی ۔ پہاڑ ، چٹیل میدان ۔ گرمائی و ربیعی قیامگاہیں ، اور ان کے بقیہ نشانات ۔ گرجا ۔ اور راہب کے مینار وغیرہ اس فن کے موضوع رہے ۔ اسی طرح انسان کے بعض کیرکٹر بھی بیان کئے گئے ہیں ۔

حکیمانہ | اس دور میں ایسا کلام کھانے میں نمک کی طرح بہت کم ملتا ہے ۔ لیکن جو کلام بھی ہے وہ نہایت سادہ مختصر

مقبول اور مؤثر سچائی کے قالبوں میں ڈھلا ہوا۔

خیالات

۱- اس دور کی شاعری میں معانی صاف اور اکثر حقیقت واقعہ کے مطابق ملتے ہیں۔

۲- مبالغہ غلو سے احتراز کیا گیا ہے

۳- دقیق و غریب مفہوم بہت کم نہ تو تشبیہوں میں جدّت یا نہ استعارے، کنایات حسن تعلیل وغیرہ کا بھی پتہ نہیں ملتا۔

الفاظ و اسالیب

۱- الفاظ پوری طرح سے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ ۲- الفاظ میں شان و شوکت پائی جاتی ہے ۳- چند ایسے قدیم عربی الفاظ ملتے ہیں جو بعد میں متروک ہوگئے۔ ۴- مجاز، معتدل طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ۵- اجنبی زبانوں کے الفاظ شاذ و نادر ملتے ہیں۔ ۶، صنائع و بدائع یعنی جناس۔ مقابلہ۔ مطابقت، وغیرہ نہیں پائے جاتے، ۷- پیرایہ سنجیدہ ہوتا ہے ایجاز کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اس دور کے شعرا کے مشاہیر

طبقہ اول۔ امرؤ القیس۔ زہیر۔ نابغہ۔

طبقۂ ثانیہ۔ اعشیٰ۔ لبید طرفہ

طبقۂ ثالثہ۔ عنترہ۔ عمر بن کلثوم۔ حارث بن حلّزہ۔ عروہ بن ورد۔ درید بن صمّہ۔ مرقش اکبر

دوسرا دور اسلامی

ازظہور اسلام تا ۱۳۲ھ

بوجہ نزول قرآن مجید و ثقافت اسلامیہ کے اس دو کی شاعری میں ایک انقلاب ہوا۔

شاعری کا استعمال

۱- مذہبی عقائد کی ترویج، ۲- جنگ اور بہادرانہ مقابلوں کے لئے تحریض و ترغیب، ۳- ہجا ۴- وقائع نگاری، ۵- مدح، ۶- پاکبازانہ تعشق و تغزل۔

خیالات

بلحاظ خیالات کے اس دور کے شعرا زیادہ تر جاہلی شعرا ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے، البتہ جدید اسلامی تہذیب کا رنگ اور اس کا اثر کچھ نمایاں رہا۔

الفاظ و اسالیب

الفاظ و اسالیب میں بھی اس دور کی شاعری کا رنگ جاہلیت کے شعراء کا رنگ رہا سنجیدگی اور بداوت میں کچھ ترقی ہوئی۔

شعراء کے مشاہیر | کعب بن زہیر۔ خنساء۔ حطیئہ۔ حسان بن ثابت۔ نابغہ جعدی۔ عمر بن معدی کرب۔ عمرو بن ابی ربیعہ۔ اخطل۔ فرزدق۔ جریر۔ کمیت۔ جمیل۔ کثیر۔ نصیب۔ راعی۔ ذوالرمّہ

تیسرا دور عباسی (از ۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ تک)

اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ یہی دور اسلامی ترقیوں، فتوحات اور اسلامی تہذیب وحضارت کا ممتاز زمانہ رہا ہے عربی زبان میں تمام علوم فنون منتقل ہوئے۔ تاریخ عالم منضبط کیگئی۔ مختلف تمدنوں سے عرب کو سابقہ پڑا۔ جغرافیائی نقطہ نظر سے عربی زبان دنیا کی کثیر آبادیوں تک پہنچی اور عربی شاعری عالم کے مختلف تاریخی جغرافیائی تمدنی خلط ملط سے بیحد متاثر ہوئی۔

شاعری کا استعمال حسب ذیل اغراض کے تحت رہا | ۱۔ خاندانی کارناموں سے مفاخرت۔ مذہبی سیاسی علمی کاموں میں تقابل۔ سیاسی اغراض کے تحت شاعری کا پرچار۔ خاص طور پر بنی امیہ کے خلفاء نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۲۔ خوشامدی اسالیب کا اختیار۔ ۳۔ رندانہ شاعری جس میں شراب کی تعریف۔ بزم نشاط ساقی مطرب اور شاہد پرستی گانے کی توصیف وغیرہ شامل ہے۔ ۴۔ وصف نیچرل شاعری، چنانچہ باغات چمنوں کے مناظر قدرت کے صناعیوں کی تشریح۔ نسکار اور دیگر لطیف تشبیہات وغیرہ۔ ۵۔ وعظ حکمت و فلسفیانہ اقوال۔ ۶۔ بعض علوم وفنون کے قواعد کو بغرض آسانی حفظ نظم کرنا۔

خیالات | مفکرانہ توجیہہ، ۲۔ فرضی خیالات کا تصور، ۳۔ تشبیہات میں جدت استعارہ، حسن تعلیل کیلئے نئے نئے پیرائے، ۴۔ فلسفیانہ نکات اور مذہبی اصول کے ثابت کرنے کے لئے بہترین دلچسپ طرز۔

الفاظ و اسالیب | الفاظ غریبہ کا ترک استعمال۔ ۲۔ عجمی الفاظ کی زیادتی۔ ۳۔ پیرایہ کی لطافت لیکن الفاظ کی شوکت کے تعاد کے ساتھ۔ ۴۔ صنائع بدائع میں جدید اختراعات اور اس کی کثرت۔

مشہور شعرا | بشار۔ ابو نواس۔ مسلم۔ ابوالعتاہیۃ۔ ابن الرومی۔ ابو تمام بحتری۔ ابن المعتز۔ ابن ہانی۔ امیر تمیم ابوفراس۔ ابوالعلاء المعری شریف رضی۔

چوتھا دور ترکی حکومت کا۔ (از ۶۵۶ھ تا ۱۲۲۰ھ)

اس دور میں چونکہ اکثر اسلامیہ ممالک کی زمام سلطنت عجمی بادشاہوں کے ہاتھ آچکی تھی۔ اسلئے عربی شعرا کی سرپرستی میں بہت کمی ہوگئی۔ نیز اس زمانہ سے شعر گوئی کو کسب مال وجاہ کا ذریعہ بنانا موقوف ہوگیا۔ نیز صوفیانہ رنگ چھاگیا۔

شاعری کا استعمال | نعتیہ قصائد دربار رسالت سے التجا۔ مناجات بہ بارگاہ رب العزت، ۲۔ اولیا کرام کی مدح، ۳۔ صوفیانہ شاعری، ۴۔ غیر حقیقی غزل، اور بجائے محبوبہ کے محبوب کا ذکر، جو ایرانی شاعری کا پرتو تھا اور صوفیانہ مذاق کی وجہ سے اکثر علماء و مشائخ نے اس طرز کو رائج کیا تھا۔ ۵۔ بدائع و صنائع کے خاطر غزلیات یا مقفیات کا کہنا، ۶۔ نیچرل شاعری

رہٹ تکیہ۔ فرش۔ جانماز۔ پنکھا۔ چھری۔ دوات۔ چراغ۔ بخور دانی وغیرہ جیسی چیزوں پر طبع آزمائی۔ (۸) رندانہ شاعری۔ (۸)
فحش ہجو۔ (۹) پہیلیاں (معمے)

خیالات | نازک خیالی ضرب المثل اور فلسفیانہ نکات میں جدت پیدا کرنے کی بجائے صرف تشبیہ اور استعارات کے استعمال پر زور دیا گیا۔

الفاظ اسالیب | ۱۔ صرف آسان الفاظ کا استعمال۔ چنانچہ پُر شوکت لفظ کا استعمال بھی ترک ہوا، بلکہ عامی اور ترکی الفاظ استعمال ہونے لگے۔ ۲۔ آسان ترکیب اور عامی مثلوں کا استعمال، ۳۔ صنائع بدائع پر زور دیا گیا خصوصاً فن توریہ اور جناس پر۔ ۴۔ تصغیر، نقط، یا صرف نقطہ دار الفاظ کا استعمال ترو، ما لا یلزم ما لا یستحیل بالانعکاس کی صنعتیں تاریخی مادے۔ ۵۔ مشہور اشعار کی تضمین، تشطیر تخمیس۔ ۶۔ اقتباس۔

مشہور شعرا | شیخ شرف الدین انصاری متوفی ۶۶۲ھ۔ ابن نباتہ جمال الدین۔ شہاب الدین تلعفری المتوفی ۶۷۵ھ۔ ابن الوردی المتوفی ۷۴۹ھ۔ امام بوصیری۔ ابن حجہ المتوفی ۸۳۷ھ۔ صفی الدین حلّی۔ فخر الدین بن مکانس المتوفی ۷۹۴ھ۔ ابن معتوق۔

پانچواں دور نئی روشنی (۱۲۲۱ھ سے ۱۳۵۷ھ)

اس دور میں مغربی تہذیب کا اثر اور مادہ پرستی کی طرف میلان سیاسی ہیجان جدید فلسفی و طبعی نظریے اور اختراعات و ایجادات نیز مختلف اقوام کا گہرا ربط ضبط یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن سے شاعری بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

عربی ممالک خاص طور پر شام اور مصر میں امیر کن مبلغین کے مساعی۔ یورپ کے مستشرقین کی کوشش یہ سب امور ایسے پیدا ہو چکے ہیں جس سے عربی شاعری کا ایک جدید انقلاب نمایاں ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس دور کے نصف اول تک تو سخت جمود رہا اور شاعری میں کوئی ترقی نہ ہو سکی لیکن موجودہ دور میں عربی ممالک کی پھر لغت فصحیٰ کیطرف توجہ شروع ہوئی اور نئے نئے شاعر پیدا ہوئے۔

استعمال | ۱۔ فطرتی مناظر۔ وجدانات۔ جذبات پر طبع آزمائی ہونے لگی، ۲۔ جدید آلات۔ ریل۔ بجلی۔ ٹیلیفون۔ پر اشعار کہے گئے۔

اسالیب | موجودہ دور کے کلام میں بدیع جناس کی کمی ہوئی اور سادگی کی طرف رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس صدی کے اکثر شعرا نے چوتھی یا پانچویں صدی کے شعرا کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔

شعرا | محمود سامی بارودی۔ حفنی ناصف بک۔ شوقی۔ [illegible] تہامی۔

میں نے بوجہ طوالت جغرافیائی لحاظ سے عربی شاعری پر تبصرہ نہیں کیا۔ حالانکہ اس لحاظ سے بھی عربی شاعری پر

بھینچ اوٹھتا ہے۔ ؎

پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھکر   نالۂ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم

حقیقی اور بلند پایہ شاعر فیلسوف ہوتا ہے یوں تو بقول شوپن ہائر (Shopen hauer) کے ہر انسان مابعد الطبیعاتی حیوان ہے لیکن نہ ہر انسان شاعر ہے نہ ہر شاعر فلسفی۔

وہ شاعر جو نظم نگاری ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ جن پر اسرار کائنات خود بخود منکشف ہوتے ہیں جو بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے اندر کائنات کے متعلق حقیقت بینی کی وہی صفت رکھتا ہے جو ایک فلسفی کا حصہ ہوتا ہے۔ ٹے نی سن نے ایک پھول دیکھکر کہا تھا کہ اگر اس کو پوری طرح سمجھ لیں تو وہ خدا اپنی ذات اور کائنات کی ماہیت سے واقف ہو جائے گا۔

" ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار" ابونواس کہتا ہے فی کل شیٔ له اٰیة   تدل علی اللہ واحد

فلسفہ دراصل ہمہ گیر توجیہ یا دوسرے الفاظ میں حسب امکان بشری حقائق کائنات کے معلوم کرنے کی کوشش کا نام ہے فلسفی انتہائی علل و اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کو ایک مسلسل جستجو رہتی ہے وہ عالم طبعی (مادیات) حیات۔ ذہن۔ سماج حکمت اور اقدار کے وسیع موضوع میں کام کرتا ہے یقیناً فیلسوف کا کام بہ نسبت شاعر کے بہت زیادہ ہے (اقبال)

جہاں داری سے ہے مشکل تر کار جہاں بینی!   جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

فلسفی حقائق کو خشک پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر ان حقائق کو ایسے دلچسپ اور جذبات کے ابھارنے والے پیرایہ میں بیان کرنا ہو تو شاعری کی ضرورت ہوتی ہے۔

شاعری کے امتیازات

۱ شاعر کسی کے سمجھانے کے نہیں چلاتا۔ بلکہ خود سمجھ کر چنچتا ہے۔

۲۔ شاعر فلسفی یا مورخ کیطرح چیز کے ہر پہلو دیکھکر مستقل رائے قایم کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ شاعر ایک چیز کی تعریف کرے اور اس کی مذمت بھی اور ممکن ہے کہ وہ ایک اچھی چیز کی مذمت کرے اور بری چیز کی تعریف۔ الغرض شاعر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر چیز کو من حیث ہو یا حسب الواقع پیش کرے۔

" بخار" کی حقیقت طبیب کے پاس عفونتی یا جراثیمی اثر کا نتیجہ ہے جس سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور لرزہ پھریری شروع ہوتے ہیں اور جب اس کی نوبت ختم ہو جاتی ہے تو پسینہ آتا ہے۔ لیکن شاعر (متنبی) کہتا ہے۔

وَزَائرتِی کَاَنَّ بِهَا حَيَاءً   فَلَيسَ تَزُورُ اِلَّا فِی الظَّلَامِ

بَذَلْتُ لَهَا المَطَارِفَ وَالحَشَایَا   فَعَافَتْهَا وَبَاتَتْ فِی عِظَامِی

یَضِیقُ الجِلدُ عَن نَفسِی وَعَنهَا   فَتُوسِعُهُ بِاَنوَاعِ السِّقَامِ

اُرَاقِبُ وَقتَهَا مِن غَیرِ شَوقٍ   مُرَاقَبَةَ المَشُوقِ المُستَهَامِ

وَدَعَتْنِي لِمَحْوِهِ فَتَمَكَّنْتُ مِنَ الْوَجْنَتَيْنِ لَثْمًا وَقَرْصًا
ثُمَّ قَالَتْ أَلَا أَمَحْوَ مَنْ تُجْهِدُ فِي مَحْوِهِ وَمَنْ يَتَقَصَّى
قُلْتُ بِالْقَشْطِ يَمَّحِي قَالَتْ اقْشُطْ بِالثَّنَايَا وَاتَّبِعِ الْقَشْطَ مَصًّا
قُلْتُ إِنَّ الَّذِي أُمِرْتُ بِهِ فَرْضٌ عَلَيْنَا مُؤَكَّدٌ لَيْسَ يُعْصَى
وَرَأَتْ أَثَرًا مَا مَحَوْتُ فَقَالَتْ كَانَ لِصًّا فَصَارَ وَاللهِ فَصًّا
قُلْتُ إِنَّ الْفُصُوصَ تُطْبَعُ بِاللَّثْمِ عَلَى خَدِّ كُلِّ مَنْ كَانَ رَخْصَا

ترجمہ - اس کے زلف کے لام سے میرے چومنے کا صاد ہم آغوش ہوا - یعنی میں نے اس کا بوسہ لیا - آئینہ میں دیکھنے سے اس کے رخسار پر نشان نظر آیا، وہ اس سے جھینپی اور مشکوک نگاہ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ کچھ کتابت کا نشان سا نظر آرہا ہے لیکن لکھنے والے کا تو پتہ نہیں مجھے بلایا اور ان نشان کے مٹنے کی فرمائش کی - میں نے دونوں رخسار کو اچھی طرح چوما اور کاٹا - کہنے لگی اس کو ایسا مٹا دو کہ جس کے مٹانے میں پوری کوشش صرف کرنے کا پتہ چلے - میں نے کہا کہ اس کو تو چھیل کر مٹایا جاسکتا ہے اس نے کہا ہاں دانتوں سے چھیل دو، اور پھر چوس لو، میں نے کہا کہ یہ ایسا فرمان ہے جس کی تعمیل فرض ہے اور اس میں فروگذاشت جائز نہیں - میرے مٹانے کے بعد اس نے اس کے نشان کو دیکھا تو کہنے لگی کہ یہ نشان تھا اب تو نگینہ بن گیا، میں نے کہا بیشک ایسے نگینے ہی بذریعہ بوسے نرم رخسار پر بٹھائے جاتے ہیں -

ایضاً :-

شَبَّهْتُهَا بِالْبَدْرِ فَاسْتَضْحَكَتْ وَقَابَلَتْ قَوْلِي بِالنُّكْرِ
وَسَفَّهَتْ قَوْلِي وَقَالَتْ مَتَى سَمُجْتُ حَتَّى صِرْتُ كَالْبَدْرِ
وَالْبَدْرُ لَا يَرْنُو بِعَيْنٍ كَمَا أَرْنُو وَلَا يَبْسِمُ عَنْ ثَغْرِ
وَلَا يُمِيطُ الْمِرْطَ عَنْ نَاهِدٍ وَلَا يَشُدُّ الْعِقْدَ فِي نَحْرِ
مَنْ قَاسَ بِالْبَدْرِ صِفَاتِي فَلَا زَالَ أَسِيرًا فِي يَدَيْ هَجْرِ

ترجمہ - میں نے محبوبہ کو چاند سے تشبیہ دی، اس نے ہنس کر میرے قول کی تردید شروع کی، اس نے میرے کلام کا مذاق اڑایا اور کہنے لگی، اتنی میں کب بد مذاق ہوگئی کہ چاند جیسی بن گئی - نہ تو چاند میری طرح آنکھ سے ناز انداز کی نظر ڈال سکتا ہے اور نہ میری طرح دانت دکھا کر مسکرا سکتا ہے اور نہ ابھرے ہوئے سینہ سے چادر ہٹاتا ہے اور نہ سینہ کو مالا سے مزین کرتا ہے جو میرے اوصاف کو چاند سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے وہ ہمیشہ فراق کے ہاتھ پابہ زنجیر رہے، کہ اس نے میری اس قدر تحقیر کی -

البہاز ہیر المتوفی سنہ ۶۵۶ھ

یُعاھدُنی لا خانَنی ثم ینکث | واحلفُ لا کلّمتہ ثم احنث
وذلک دأبی لا یزال ودأبہ | فیا معشر الناس اسمعوا وتحدّثوا
اقول لہ صلنی یقول نعم غدًا | ویکسر جفنًا ھازئًا بی ویعبث
وما ضرّ بعض الناس لوکان زارنا | وکنّا خلونا ساعۃ نتحدّث
امولای انی فی ھواک معذّب | وحتام اتبقی فی العذاب وامکث
فخذ مرۃ روحی ترحنی ولم اکن | اموت مرارًا فی النھار وابعث
وانی لھذا الضیم منک لحامل | ومنتظر لطفا من اللہ یحدث
اعیذک من ھذا الجفاء الذی بدا | خلائقک الحسنٰی ارق واد مث
تحدّث ظنّ الناس فیما واکثروا | اقاویل منھا ما یطیب ویخبث
وقد کرمت فی الحب منی شمائلی | وسائل عنی من اراد ویبحث

ترجمہ۔ وہ مجھے معاہدہ کرتا ہے کہ مجھ سے بیوفائی نہ کریگا پھر عہد شکنی کرتا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے کبھی نہ بولوں گا۔ پھر قسم توڑ دیتا ہوں، یہ میری اور اس کی مسلسل عادت ہے، اے لوگو سنو اور سناؤ میں اوس سے وصل کی درخواست کرتا ہوں اور وہ کہتا ہے کہ کل اور آنکھ مار کے میرا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے ملے یا تنہائی کا موقع دے تو کسی کا جی کیوں جلتا ہے میری سرکار میں آپ کے عشق میں معذب ہوں، کب تک اس عذاب میں رہوں ایک ہی مرتبہ مجھے مار ڈالو، تاکہ آرام کی نیند سو جاؤ یہ کیا مصیبت ہے کہ دن میں کئی بار مرتا ہوں اور پھر زندہ کیا جاتا ہوں میں نے آپ کے یہ ظلم سہے اور اب خدائے تعالیٰ سے مہربانی کا منتظر ہوں۔ آپ جیسے خوش اخلاق شخص سے ایسی جفا کیوں ہو رہی ہے، لوگ میرے بارے میں مختلف اچھی بری باتیں کہتے ہیں لیکن آپ کے محبت میں میرے خصائل منزہ ہیں جس کو چاہے اس کی تحقیقات کرے۔

۲۔ عرب کا معشوق عفت و عصمت کا حرم نشین ہوتا ہے وہاں تک رسائی مشکل ہوتی ہے اگر وہاں رخ کریں تو تلواروں کا سامنا ہوتا ہے چنانچہ متنبی کہتا ہے

دیارُ اللواتی دارُھن عزیزۃ | بطُول القنا یحفظن لا بالتمائم

میں ان حرم نشینوں کے گھر کا ذکر کرتا ہوں جن کی رہائش گاہیں گندم گوں نیزوں کے ذریعہ محفوظ ہوتی ہیں، نہ کہ تعویذوں سے

عرب میں محبوبہ کے ایسے محافظوں کو رقیب کہتے ہیں، الغرض عرب کے عاشقانہ جذبات مناسب پرجوش شریفانہ اور سچے ہوتے ہیں اس کے برخلاف ایرانیوں کا محبوب شاہد بازاری ہوتا ہے جو ہر ایک کو مانگ سکتا ہے اس کے چاروں طرف عشاق کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔

۳۔ عربی غزلیات میں خود داری اور عزت نفس کے جذبات قائم رہے ہیں، عرب کا عاشق طالب ہے گدا نہیں جانباز ہے، غلام نہیں آمادہ مصائب ہے لیکن ذلیل نہیں وہ معشوق سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

فلا تحسبي اني تخشعت بعدكم ولا انني بالمشي في القيد اخرق

ترجمہ۔ یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے بعد میں ذلیل ہو گیا اور نہ یہ کہ پاؤں کو زنجیر میں بند پاکر اپنے وقار کے خلاف حرکت کرتا ہوں۔

لیکن ایران کا شاعر اپنے آپ کو ذلیل قرار دیتا ہے، عاشق کی گلی کا کتا کہتا ہے

۴۔ فارسی شاعری میں معشوق حسن صورت کے لحاظ سے جس قدر بے مثل و بے نظیر ہے اسی قدر اخلاق کے لحاظ سے دنیا کے تمام عیوب کا مجموعہ ہے، وہ جھوٹا ہے بدعہد ہے، ظالم ہے، سفاک ہے، مکار ہے، دغا باز ہے، فتنہ گر ہے، حیلہ ساز ہے، شریر ہے، کینہ پرور ہے، نہایت احمق ہے، ہر ایک کی بات مان لیتا ہے اور ہر ایک کے قابو میں آجاتا ہے۔

فخریہ | شعراء عرب صاحب تیغ و علم ہوتے ہیں، اسلئے انھوں نے اسنے معرکے لکھے اور فخریہ قصائد نظم کئے عمرو بن ہند نے یہ معلوم کرکے عرب میں عمر بن کلثوم کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس کی ماں عمرو بن ہند کی ماں کی اطاعت و خدمت سے انحراف کرے عمر بن کلثوم اور اس کی ماں قبیلہ کے ممتاز افراد کو دعوت دی زنانہ دعوت خانہ میں عمرو بن ہند کی ماں نے عمر بن کلثوم کی ماں سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرکے اس کے اٹھا لانے کو کہا تو اس نے کہا جس کو ضرورت ہے وہ خود اٹھائے دوسری مرتبہ پھر حکم دیا، اس نے نہ مانا، تب تیسری مرتبہ اٹھا لانے کو کہا، عمر بن کلثوم کی ماں "واتغلبا" ہائے تغلب کہکر چیخی، عمر بن کلثوم اور اس کے ساتھیوں نے تلوار نیام سے کھینچ لی، عمرو بن ہند کا سر قلم کر لیا اور ایک مشہور قصیدہ کہا جو کعبہ میں آویزاں کیا گیا اور اس کو معلقات کی فہرست میں درج ہونے کا شرف حاصل ہوا کہتے ہیں کہ اس قصیدہ سے قبیلہ تغلب میں شجاعت، بہادری، دلیری بڑھ گئی جو کئی سو سال تک قائم رہی، یہ قصیدہ اس قبیلہ کے بچہ بچہ کو یاد تھا۔

الا هبي بصحنك فاصبحينا | ولا تبقي خمور الاندرينا
ابا هند فلا تعجل علينا | وانظرنا نخبرك اليقينا
بانا نورد الرايات بيضا | ونصدرهن حمرا قد روينا
باي مشيئة عمرو بن هند | نكون لقيلكم فيها قطينا

بأيّ مشيئةٍ عمرو بنَ هندٍ | تُطيعُ بنا الوشاةَ وتزدرينا
ألا لا يجهلنْ احدٌ علينا | فنجهلَ فوقَ جهلِ الجاهلينا
اذا بلغ الفطام لنا صبيٌّ | تخرّ له الجبابر ساجدينا

ترجمہ۔ اپنا ساغر نکالو اور صبوحی شراب کا دور چلنے دو، اندرین کی شراب سب ختم کر ڈالو، اے پدر ہند جلد بازی سے کام نہ لو۔ ہم کو مہلت دو۔ ہم تم کو حقیقت سمجھا دینگے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ اپنے سفید نشانوں کو لیکر جنگ پر جاتے ہیں اور سرخ اور خون سے سیراب کرکے پلٹتے ہیں۔ عمرو بن ہند تونے کس خیال سے چغلخوروں کا کہنا مان کر ہم کو حقیر سمجھا۔ خبردار کوئی بھی ہمارے ساتھ جہالت کا برتاؤ نہ کریں ورنہ ہم ان کی جہالت کا جہالت سے جواب دینے تیار ہیں۔

جب ہمارا بچہ شیرخواری کا زمانہ ختم کرتا ہے تو اس کے سامنے بڑے بڑے زبردست ہستیوں کو سرنگوں ہونا پڑتا ہے

علامہ شبلی کہتے ہیں کہ غور کرو شعراء فارس اس کے مقابلہ میں کس چیز پر فخر کرسکتے ہیں، نظامی و عرفی نے بڑے زور کے نعرے لکھے ہیں لیکن فخر کی ساری کائنات یہ ہے کہ ہم اقلیم سخن کے بادشاہ ہیں۔ الفاظ اور حروف ہمارے باجگذار ہیں مضامین ہمارے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اس سے آگے بڑھے تو یہ کہدیا کہ ہم پری پیکر ہیں۔ چنانچہ عرفی کہتا ہے ؎

سر برزده ام با مہ کنعان ز یکے جیب | معشوق تماشا طلبُ آئینہ گیرم
میگویم و اندیشہ ندارم ز ظریفان | من زہرۂ رامشگر و من بدر منیرم

ایرانی شاعر ہمیشہ غلام رہے، غلامی میں پلے وہ اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے پیدا ہوئے۔ شعرالعجم ۴۔۸۳۔

صفی الدین حلی، المتوفی ۷۵۰ھ

سل الرماح العوالي عن معالينا | واستشهد البيض هل خاب الرجا فينا
لقد سعينا فلم تضعف عزائمنا | عما نروم ولا خابت مساعينا
قوم اذا استخصموا كانوا فراعنة | يوما وان حكموا كانوا موازينا
اذا ادّعوا جاءت الدنيا مصدّقة | وان دعوا قالت الايام آمينا
انا لقوم ابت اخلاقنا شرفا | ان نبتدي بالاذى من ليس يؤذينا
بيض صنائعنا سود وقائعنا | خضر مرابعنا حمر مواضينا

بلند نیزوں اور سفید تلواروں سے ہمارے بلند کارناموں کے متعلق دریافت کرو، کہ کیا کبھی ہم سے جو توقعات تھیں ان میں ناکامی ہوئی۔ ہم نے کوشش کی اور ہمارے پختہ ارادے مقصد کے حصول میں کبھی کمزور نہ ہوئے

اور نہ ہماری کوششیں ناکام رہی۔ہم ایسی قوم ہیں کہ اگر ہم کو فریق بنایا گیا تو ہم فرعون بنے اور کسی کا جواب نہیں دیا، لیکن اگر خود ہم پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا تو ہم عدل کی ترازو ثابت ہوئے اگر ہم کوئی دعویٰ پیش کیا تو دنیا نے اس کی تصدیق کی اور اگر ہم نے دعا کی تو زمانہ کو آمین کہنا پڑا، الغرض جو دعویٰ کئے ثابت کرکے چھوڑا، اور جو امید کی پوری کی گئی ہمارے شریفانہ اخلاق سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو تکلیف دیں یا ان کو چھیڑیں جو ہم کو تکلیف نہیں دیتے، ہمارے کارنامے روشن، ہمارے واقعات بہت خطرناک، ہماری رہائش گاہیں سرسبز اور ہماری تلواریں خون اعدا سے سرخ۔

عنترہ عبسی المتوفی سنہ ۶۱۵ء

حکّم سُیُوفَكَ فِی رِقَابِ العُذَّلِ وَاِذَا نزلت بلدار ذُلٍّ فَارْحَلِ
وَاِذَا الجبان نهاكَ یومَ کریهةٍ خوفاً علیكَ مِنَ ازدحامِ الجحفلِ
فاعصِ مقالته ولا تحفل بها واقدم اذا حقّ اللقا فی الاولِ
واختر لنفسك منزلاً تعلو به اومت کریماً تحت ظلِّ القسطلِ
وبذا البلی ومهنّدی نلت العلا لا بالقرابةِ والعدیدِ الاجزلِ
لا تسقنی ماءَ الحیاةِ بذلّةٍ بَل فاسقنی بالعزِّ کاس الحنظلِ
ماءُ الحیوةِ بذلّةٍ کجهنّمٍ وجهنّمٌ بالعزّ اطیبُ منزلِ

نکتہ چینوں کی باتوں کی پروا نہ کر ان کو تو تلوار سے قتل کر دے، اور جب کسی ذلت کے مقام پر قیام کیا ہو تو وہاں سے کوچ کر دے۔جب بزدل تجھے جنگ کے روز خوفناکی سے روکے اس خوف سے کہ تو ہلاک نہ ہو جائے تو اس کے قول کی مخالفت کر، اور اس کی پرواہ مت کر، اور جب جنگ مقرر ہو جائے تو صف اول میں رہ اور آگے بڑھ۔اپنے آپ کے لئے ترقی کی کوشش کر یا نہیں تو جنگ میں جان دیدے، میں نے جو ترقیاں کی وہ صرف اپنی تلوار اور نیزہ کے بھروسے پر نہ کہ کسی کی رشتہ داری یا بڑی فوج کی مدد سے۔ذلت کے ساتھ تو میں آب حیات بھی پینے تیار نہیں اور عزت کے ساتھ تو اندرائن کا جام بھی پی لوں۔آب حیات ذلت کے ساتھ دوزخ ہے اور دوزخ میں بھی اگر عزت حاصل ہو تو وہ خوشگوار مقام ہے۔

مدح | عرب جیبہ اشعار کہنا عار سمجھتے تھے، شروع شروع میں کسی محسن کے احسان کے شکریہ میں چند اشعار کہدے جاتے تھے جیسا کہ امرؤالقیس نے بنی تیم کی مدح میں کہا ہے جو اس کے محسن معلی کا خاندان ہے کیونکہ معلی نے اس کو منذر بن ماء السماء سے پناہ دی تھی جو امرؤالقیس سے بدلہ لینا چاہتا تھا جس نے اس کے بھائیوں کو دیر مرینا کے واقعہ میں قتل کیا۔

اقرحتنا امرؤ القیس بن حجر   بنو تیم مصابیح الظلام

اس شعر کی وجہ سے بنو تیم "مصابیح الظلام" کے نام سے موسوم ہوئے نابغہ پہلا شخص ہے جس نے مدحیہ قصائد کہنا اور انعام حاصل کرنا شروع کیا۔ زہیر بن ابی سلمیٰ نے بھی ہرم بن سنان کی مدح کی اور ہرم نے اس کو بہت نوازا اعشیٰ نے اس کو پیشہ بنالیا اور عرب کے سرداروں کے علاوہ شاہان عجم کے دربار تک پہنچا اور انعامات و صلے حاصل کئے حطیئہ نے اس بارہ میں شاعری کو نہایت درجہ گرادیا لیکن پھر بھی مجموعی لحاظ سے عربی شعراء نے اپنی آن بان قائم رکھی اور مدحیہ اشعار کہنا عرب کے خودداری کے اصول کیخلاف رہا، چنانچہ ایک رئیس نے ایک عرب شاعر سے مدح کہنے کو کہا تو کہہ دیا کہ "افعل حتی اقول"

عرب شعراء اکثر اس وقت مدح لکھتے تھے جب ممدوح کوئی زبردست معرکہ سر کرتا۔ معتصم باللہ نے ایشیائے کوچک میں عموریہ فتح کیا تھا، چند روز کے بعد عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا اور ایک دن ایک عیسائی نے ایک مسلمان عورت کو پکڑا عورت چلائی اور وامعتصما کہا (ہائے معتصم) یہ اطلاع دربار خلافت میں پہنچی معتصم نے پوچھا عموریہ کدھر ہے سمت بتلائی گئی اس سمت رخ کرکے لبیک، لبیک کہا اور فوجوں کو تیاری کا حکم دیا، دربار کے بعض منجمین نے کہا یہ وقت روانگی کے لئے مناسب نہیں ہے اگر اس وقت فوج روانہ ہوگی تو شکست ہوگی، معتصم نے نہ مانا۔ ایک لاکھ سے زائد فوج لیکر نکلا اور عموریہ فتح کیا، عورت کی تلاش ہوئی جب سامنے آئی تو کہا کہ آج میں نے مزے سے کھانا کھایا، جب اس جنگ سے واپس آیا تو دربار میں منجم بھی تھا۔ ابو تمام نے یہ قصیدہ پڑھا۔

السیف اصدق انباء من الکتب   فی حدہ الحد بین الجد واللعب
والعلم فی شھب الارماح لامعۃ   بین الخمیسین لا فی السبعۃ الشھب

تلوار بہ نسبت کتابوں کے زیادہ سچ بولتی ہے اس کی باڑھ سنجیدگی اور مسخراپن کی حد فاصل ہے۔ علم برچھیوں اور نیزوں کے ستاروں کے چمکتے شعلوں میں چمکتا ہے نہ کہ سبعہ سیارہ میں۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ایشیاء کوچک عیسائیوں کے قبضہ میں تھا اور ان سے بطور خراج رقم وصول ہوتی تھی جب نائیس فورس تخت نشین ہوا تو اس نے ہارون الرشید کو لکھ دیا کہ میرے پہلے یہاں کی حکمران ایک عورت تھی اس سے طے شدہ معاہدات کا میں ذمہ دار نہیں، میں خراج نہ دوں گا، ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا تو بہت برہم ہوا دربار کے لوگ منتشر ہوگئے ہارون رشید نے فوراً صرف اتنا جواب لکھا۔

اوسگ رومی، اس خط کا جواب سننے سے پہلے تو دیکھ لیگا " حملہ کی تیاری کی اور ایشیائے کوچک کے دارالسلطنۃ فتح کرکے واپس آیا، نائیس نے پھر دوبارہ بغاوت کی کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ یہ اطلاع ہارون رشید تک پہنچا سکے بالآخر ایک شاعر نے دربار میں جاکر یہ قصیدہ پڑھا۔

نقض الذی عطیته یتعفو ما   فعلیه دائر البوار تلا وما

ہارون رشید نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کیا ایسا ہوا ہے، شدت کے جاڑے تھے لیکن اسی وقت فوجوں کو تیاری کا حکم دیا، وہاں پر ہرقل کی تصویر کھنچوائی اور اپنے تینوں بیٹوں کے نام لکھوائے، ایک مہینہ تک محاصرہ کیا اور فتح کر کے واپس ہوا۔ درباری شعرا نے قصائد پڑھے۔

عرب اور ایران کی مدحیہ شاعری میں یہ مابہ الامتیاز چیز ہے کہ عرب کے مدحیہ قصائد وقائع نگاری سے مملو ہوتے ہیں اور اس پیرایہ میں واقعات لکھتے تھے۔ غرض جذبات میں تحریک اور آئندہ دلوں میں ایسے معرکے سر کرنے کے ولولے پیدا ہو جاتے تھے۔ جس کی مدح کی جاتی تھی وہ اس کے مستحق ہوتے تھے اور مدح میں جو کہا جاتا تھا سچ ہوتا تھا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں فارسی قصائد میں یہ شرطیں کبھی جمع نہیں ہوئیں، اولاً تو اکثر ایسے لوگوں کی مدحیں لکھی گئیں جو سرے سے مدح کے مستحق نہ تھے یا تھے تو ان کے واقعی اوصاف نہیں لکھے گئے بلکہ تمام قوت مبالغہ اور غلو میں صرف کی گئی۔ اکبر خانخاناں شاہجہاں کے سینکڑوں معرکے تاریخی یادگار ہیں جن کے بیان سے مردہ دلوں میں جنبش پیدا ہو سکتی ہے عرفی نظیری۔ فیضی وغیرہ نے ان لوگوں کی مدح میں سینکڑوں پُرزور قصائد لکھے لیکن ان معرکوں کا کہیں نام تک نہ آیا۔

الغرض مدحیہ قصائد اقوام اور بہادران قوم کے شاہکار اور ان کے کارناموں کے تاریخی اوراق ہوتے ہیں جو ان بہادروں اور کارگزار افراد کے کارناموں کو زندہ رکھتے اور مرنے والوں کو حیات ثانیہ بخشتے ہیں۔

ترقی یافتہ قوموں کے شریفانہ اخلاق کو زندہ رکھنے والی چیز اُن کے تاریخی واقعات کا زندہ رہنا ہے اور بہ نسبت خشک تاریخی قصوں کے یہ کام مدحیہ قصائد سے بہت خوبی سے انجام پاتا ہے، کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی کے علاوہ اس سے آئندہ آنے والی نسل کیلئے باعث تشویش ہوتے ہیں کہ اگر ہم بھی دنیا میں کوئی کام کرینگے تو ہمارا نام بھی زندہ رہے گا۔

نیچرل شاعری (وصف) ارسطو کے تشریح کے مطابق شاعری مصوّری ہے بلکہ شاعری کا درجہ مصوری سے بہت بڑھا ہوا ہے مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر پیش کرتا اور ممکن ہے کہ مصور اگر نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے تو کسی ایک عصبی تاثر یعنی نفسانی کیفیت رنج خوشی استعجاب پریشانی بے تابی وغیرہ بھی تصویر سے ظاہر کر سکے چنانچہ مشہور ہے کہ جہانگیر کے سامنے ایک عورت کی ایسی تصویر پیش کی گئی تھی جس کے تلوے سہلائے جا رہے تھے اور گدگدی کا اثر اس کے چہرہ پر طاری تھا۔ تاہم تصویر سے گوناگون واقعات حالات ظاہر کرنا مشکل ہے۔ خصوصاً

غیر مادی امور انقلابات خیالات اور واقعات کے سلسلہ کو تصویر سے واضح کرنا ناممکن سا ہے بجز اس کے کہ فلمی صورت میں مجموعہ تصاویر سے اس کو واضح کیا جائے جو موجودہ زمانہ کا نہایت ترقی یافتہ فن ہے، پھر بھی صرف خاموش تصویر اس کام کو پورا انجام نہ دے سکی اور اس کیلئے شاعری و موسیقی کی ہم آہنگی ضروری معلوم ہوئی اور اب ناطق فلم نے اس فن کو مکمل کیا۔ عربی نیچرل شاعری شروع میں پہاڑوں کی بلندی، قافلوں کی روانگی، اونٹ گھوڑے سفر قیام گاہوں کے کھنڈر وغیرہ کے شروع تک محدود رہی لیکن بعد میں چل کر مختلف چیزوں کی تشریح وصف کے لئے اس کا دائرہ وسیع ہوا ہے یہاں تک اس فن سے معموں کے فن نے جنم لیا۔

سری رفا (ہلال)

وکأنّ الہلال نون لجین غرقت فی بحیرۃ زرقاء

چاند ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاندی کی مچھلی ہے۔ نیلگوں سمندر میں غوطہ لگا رہی ہے۔

امراؤ القیس (رات)

ولیلٍ کموج البحر ارخی سدولہ علیّ بانواع الھموم لیبتلی

ایک رات میں نے قسم قسم کے ہم و غم کے ساتھ اپنے پردے مجھ پر ڈال دیئے وحشت اور بھیانک پنے میں سمندر کے موج کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

(رات)

لیلتی ھذہ عروسٌ من الزنج علیھا قلائد العقیان

میری رات ایک حبش کی دلہن معلوم ہوتی جن پر موتیوں کے ہار ہیں۔

وسھیل کوجنۃ الحِبّ فی اللّو ن وقلب المحبّ فی الخفقان

ستارہ سہیل رنگ کے لحاظ سے رخسار معشوق کے ویسا سرخ اور چھکنے میں عاشق کے دھڑکنے والے دل کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

گھوڑوں کی تیز اور نرم رفتار (متنبی)

یطأ الثریٰ مترفقا من تیھہ فکانّہ آسٍ یجسّ علیلا

وہ زمین پر اپنے ناز انداز سے اس طرح قدم رکھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کوئی حکیم صاحب ہے جو کسی بیمار کے نبض دیکھ رہے ہیں

ولو وطئت فی سیرھا جفن نائم   باخفافہا لم ینتبہ من منامہ

وہ اپنی رفتار میں اپنے پاؤں اتنے سبک رکھتا ہے کہ اگر سونیوالے آدمی کے پلکوں پر رکھے تو وہ اس کو نیند میں خلل بھی نہ ہو۔

آگ۔

رأئت یاقوتۃ مشبکۃ   تطیر عنہا قراضۃ الذہب

ایک شعلہ فشاں یاقوت ہے جس سے سونے کی چنگاری اڑ رہی ہے

عاشق کے لاغری کے متعلق

امیر تمیم

لو فتشوا جسمی ما ابصروا   غیر الاسی یسرح بین الثیاب

اگر۔ میرے جسم کو تلاش کیا جائے تو معلوم ہوگا ایک مجسم رنج ہے جو کپڑوں میں ملفوف حرکت کر رہا ہے۔

متنبی

روح تخلل فی مثل الخلال فلو   فلو اطارت الریح عنہ الثوب لم یبن

میری روح ایک خلال نما جسم کے درمیان ہے اگر ہوا سے کپڑے اڑ جائے تو اس کا دکھنا مشکل ہوگا

ایضاً

ولو قلم القیت فی شق رأسہ   من السقم ما غیرت فی خط کاتب

بیماری سے اتنا گھل گیا کہ اگر قلم کی زبان کے شگاف میں رکھکر کاتب لکھنا چاہے تو خط میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔

پانی میں تاروں اور چاند کے عکس کا منظر۔ معری

بہ غرقی النجوم فبین طاف   ورأس یستسر ویستبان

اجل بہ غوانی الجن لعبا   فاعجلہا الصباح وفیہ جان

فصیم نصفہ فی الماء باد   ونصف فی السماء بہ تزان

اس تالاب میں کچھ تارے غوطے لگا رہے ہیں کسی کا سر پانی سے باہر آتا ہے اور کسی کا سر اندر جاتا ہے۔ ہلال کا عکس جو پانی میں نظر آرہا ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ شب میں پریوں نے پانی میں کھیل و کھینچا تانی کی ہوگی، چنانچہ اس کشمکش میں ایک کنگن ٹوٹ گیا جس کا نصف پانی میں پڑا ہوا، اور نصف آسمان پر

دکھ رہا ہے۔

تاروں اور ہلال کی دوسری تشبیہ۔ معرّی

کان اللیل حار بہا ففیہ   ہلال مثل ما انعطف السنان
ومن ام النجوم علیہ درع   یحاذر ان یمزقہا الطعان
وقد بسطت الی الغرب الثریا   یدا علقت بانملہا الرہان
کان یمینہا سرقت شیئا   ومقطوع علی السرق البنان

معلوم ہوتا ہے کہ رات اور ہمارے ممدوح کے لشکر کے درمیان جنگ ہو گئی تھی اب یہ ہلال کس کے نیزہ کا مڑا ہوا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ کہکشاں کے تارے نہیں ہیں بلکہ رات کا ذرہ بکتر ہے اور اب بہت ڈر رہی ہے کہ اس کا یہ ذرہ بکتر نیزہ کی انی سے پھٹ نہ جائے۔ ثریا مغرب کی طرف اپنا وہ ہاتھ بڑھاتا ہے جس کی انگلیاں کٹ گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کچھ چرایا تھا جس کی سزا میں اس کی انگلیاں کاٹی گئی تھی یاد ہے کہ ثریا کے عربوں کے پاس دو ہاتھ ہیں ایک حنائی اور ایک کی انگلیاں کٹی ہوئی ہیں۔ کف خضیب۔ کف جذما

ایک سانولی کی تعریف، شریف رضی متوفی سنہ

احبک یالون الشباب لانّنی   رأیتکما فی القلب والعین توأما
سکنت سواد القلب اذ کنت شبہہ   فلم ادر من عزّ من القلب منکما

اے رنگ جوانی مجھے تجھ سے عشق ہے کیونکہ دل میں بھی یہی رنگ نظر آتا ہے اور آنکھوں میں بھی یہی رنگ ملتا ہے۔ سواد قلب میں تو آ کر بسی ہے، کیونکہ تو اس کے مشابہ ہے، اب مجھے پتہ نہیں چلتا کہ دونوں میں سے دل کون ہے۔

جھپکنا۔ معری

یسرع اللمح فی احمرار کما تسرع فی اللمح مقلۃ الغضبان

سرخی لئے ہوئے تارا بہت جلد جلد جھپکتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی غضب ناک شخص کی آنکھ ہے

عاشق کا کھنڈر پر سوچتے کھڑے ہونا (متنبی)

بلیت بلی الاطلال ان لم اقف بہا   وقوف شحیح ضاع فی الترب خاتمہ

کھنڈروں کی طرح مجھے بھی تباہی نصیب ہو اگر وہاں پر اس بخیل کے مانند جس کی مٹی میں انگوٹھی گم ہو گئی ہو اور سوچتا ڈھونڈھتا کھڑا رہ کر یاد رفتگان میں مصروف نہ ہو جاؤ

قوس قزح ۔سیف الدولہ

وساقٍ صبیح للصبوح دعوتہ | فقام وفی اجفانہ سنۃ الغمض
یطوف بکاسات العقار کانجم | فمن بین منقضٍ علینا ومنقض
وقد نشرت ایدی الجنوب مطارفاً | علی الجو دکناً والحواشی علی الارض
یطرزھا قوس السحاب باصفر | علی احمر فی اخضر تحت مبیض
کاذیال خود اقبلت فی غلائل | مصبغۃ والبعض اقصر من بعض

ایک خوبصورت ساقی کو میں نے بلایا وہ کھڑا ہوا حالانکہ اس کی آنکھوں میں غنودگی سی مستی تھی، دور شراب چل رہا تھا اور ساغر مانند تاروں کے نظر آرہے تھے جو آسمان سے یکے بعد دیگر ٹوٹ رہے تھے۔ باد جنوب نے فضا پر کالی چادریں پھیلا دی تھی جس کے حاشئے زمین پر لٹک رہے تھے قوس کی شکل میں ابر نے اس کو سنوارا تھا چادر کے کنارے پر قدرت نے سرخ سفید، سبز رنگ کی بیلیں ٹانک دی ہیں گویا کہ ایک عروس نازنیں نے اون کے رنگین پیراہن پہن لئے ہیں جن کے دامن علی الترتیب ایک دوسرے سے چھوٹے ہوتے چلے گئے ہیں۔

شراب ۔

رق الزجاج ورقت الخمر | فتشابھا فتشاکل الامر
فکانما خمر ولا قدح | وکانما قدح ولا خمر

شیشہ جام بھی رقیق اور شراب بھی رقیق دونوں بالکل مشابہ ہیں گویا کہ شراب ہے اور جام غائب یا صرف جام بلا شراب ہے۔

چمن میں نسیم کا چلنا۔ ذہبی (یوسف) المتوفی ۶۸۰ھ

ھلم یا صاح الی روضۃ | یجلو بھا العانی صدا ھمہ
نسیمھا یعثر فی ذیلہ | وزھرھا یضحک فی کمہ

دوست چلو ایک چمن میں تو آؤ جہاں مصیبت زدہ کے ہم و غم کا زنگ دور ہو طبیعت صاف ہو جاتی ہے اس چمن کی باد صبا اپنے ہی دامن میں الجھکر رہ جاتی ہے جس سے پھول اپنے شگوفہ (آستین) میں مسکرا دیتا ہے۔

موسم بہار۔ بحتری ابو عبادۃ المتوفی ۲۸۴ھ

اتاک الربیع الطلق یختال ضاحکا | من الحسن حتی کاد ان یتکلما
وقد نبہ النیروز فی غسق الدجی | اوائل ورد کن بالامس نوما

يفتقها برد الندى فكأنه | يبث حديثاً كان قبل مكتما
ورق نسيم الريح حتى حسبته | يجيئ بأنفاس الأحبة نعما

موسم بہار کی آمد ہے جو ہنستے ہوئے اپنے حسن کے غرور سے بڑے ناز و انداز سے چل رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب قریب ہے کہ بول اٹھے نیر ذرے نے رات کی تاریکی میں گل کے پھلی صف کو بیدار کر دیا جو اب تک مزہ کی نیند لے رہے تھے۔ شبنم کی ٹھنڈک انہیں کھلا رہی ہے گویا کہ وہ اس کو کوئی پوشیدہ راز کی بات کہہ رہی ہے جس سے وہ خوش خوش ہو رہے ہیں۔

باد صبا اتنی نازک لطیف ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دوستوں کے سانس پر مشتمل ہے۔

اولاد۔ معلیٰ ۔ ہرون رشید کے زمانہ میں مصر میں رہتا تھا۔

وانما اولادنا بيننا | اكبادنا تمشي على الارض
ان هبت الريح على بعضهم | اشفقت العين من الغمض

بیشک ہماری اولاد ہمارے درمیان ہمارے لخت جگر ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو ہوا بھی مس کرے تو آنکھ کے لیے بوجہ فرط شفقت نیند حرام ہو جاتی ہے۔

قدرت کی نیرنگیاں ۔ ابن سہل اندلسی المتوفی ۶۴۹ھ

الارض قد لبست رداء اخضرا | والطل ينثر في رباها جوهرا
هاجت فخلت الزهر كافوراً بها | وحسبت فيها الترب مسكا اذفرا
وكأن سوسنها يصافح وردها | ثغر يقبل منه خدا احمرا
والنهر ما بين الرياض تخاله | سيفاً تعلق في نجاد اخضرا
وجرت لصفحتها الريا فحسبتها | كفا ينمق في الصحيفة اسطرا
والطير قد قامت به خطباؤه | ثم تتخذ الاراكة منبرا

زمین سر سبز پوش ہے جس پر شبنم نے جواہرات بکھیر دئے ہیں۔ یہ منظر ولولہ خیز ہے۔ پھول کا فور کا مزہ دے رہے ہیں اور وہاں کی مٹی میں تیز مشک کی بو آ رہی ہے۔ گل سوسن گل سے مصافحہ کر رہا ہے یا یوں کہئے گل کے گلابی رخسارہ پر کسی کے سفید دانت گستاخی کر رہے ہیں چمنوں کے درمیان سے نہریں گذرتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے سبز حمائل میں تلوار داخل ہو رہی ہے۔ اس چمن کے نواح اطراف میں تختے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ صحیفہ فطرت میں ایک دست قدرت صناعی کے نمونوں کی سطر لکھ رہی ہے، پرندوں کے تصویریں پھلو کے درخت کو منبر بناتے ہوئے اپنی تقریر دلپذیر میں مصروف ہیں۔

فطرت - ابن الساعاتی

والطل فی سلک الغصون کلؤلؤ   رطب یصافحه النسیم فیسقط
والطیر تقرأ والغدیر صحیفة   والریح تکتب والغمام ینقط

شبنم ڈالیوں کی مالا میں موتیوں کا نظارہ پیش کرتی ہے جو بادِ نسیم کے آنے اور مصافحہ کرنے پر زمین پر گرتے ہیں - بوندیں پڑ رہی ہیں اور تالاب صحیفۂ قدرت کا کام دے رہا ہے۔ ہوا لکھ رہی ہے اور ابر نقطے دے رہا ہے۔

پہیلیاں

تربوز - ابن التعاویذی

حلوة الریق حلال   دمه فی کل مله
نصفها بدر ان قسمتها   صادت اهله

شیریں لب ہے اس کا خون ہر ملت میں جائز ہے۔ نصف کرو تو چاند اور ٹکڑے کرو تو ہلال۔

ترازو - امیر تمیم

وماصدوق بلا نطق ولا فهم   براهین مبین صامت حکم
یقضی ولیس له سمع ولا بصر   وترتضیه الوری طرا اذا اختصموا

ایک سچا ہے جو بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا۔ نیک ہے، امین ہے۔ خاموش ہے۔ لیکن فیصلہ کن حکم سناتا ہے۔ فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن نہ اوس کو کان ہے نہ آنکھ پھر لطف یہ ہے دنیا ان کے فیصلہ کو منظور کرتی ہے۔

کتاب - لنا جلساء لا نمل حدیثهم   الباء ما مونون غیبا ومشهدا

ہمارے چند ہمنشین ہیں جن کی باتوں سے طبیعت اکتاتی ہی نہیں۔ عقلمند ہیں۔ ایسے دوست ہیں جو غیبت و حضور میں کبھی غیبت نہیں کرتے۔

قفل - البها - زہیر ۶۵۶ھ

واسود عار انحل البرد جسمه   وما زال من اوصافه الحرص المنع
واعجب شیئ کونه الدهر حارسا   ولیس له عین ولیس له سمع

ایک سیاہ برہنہ لاغر بدن ہے اور جن کا بڑا اصول کسی کو نہ دینا ہے سب سے تعجب خیز یہ ہے کہ ہمیشہ وہ نگہبانی کی خدمت انجام دیتا لیکن نہ اوس کو کان ہے اور نہ آنکھ۔

حکیمانہ کلام | جاہلیت میں اگرچہ بظاہر حکیمانہ کلام کم ہوتا خیال ہوتا لیکن جو کچھ بھی ہے نہایت سادہ موثر اور واقعات کی تشریح معلوم ہوتی ہے۔

طرفہ بن عبد - عزیزوں کا ظلم۔

وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ　　علی المرء من وقع الحسام المهند

قرابت والوں کا ظلم انسان کیلئے تیغ ہندی سے بھی زیادہ تکلیف ہے۔ زمانہ خود موذب و معلم ہے۔

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا　　ویأتیک بالاخبار من لم تزود

صحبت کا اثر

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینہ　　فکل قرین بالمقارن یقتدی

آدمی کے کیرکٹر معلوم کرنا ہے تو وہ کن کن کے ساتھ رہتا ہے معلوم کرو۔ دوست کے کیرکٹر ہی انسان کے کیرکٹر کا آئینہ ہو سکتا ہے۔

زہیر - بڑھاپے سے بیزاری

سئمت تکالیف الحیاۃ ومن یعش　　ثمانین حولا لا ابا لک یسأم

زندگی کے تکالیف سے بیزار ہو گیا ہوں اور جو شخص اسّی سال کی عمر کا ہو، اس کو بیزار ہونا ہی چاہیئے۔

آئندہ کی خبر نہیں۔

واعلم ما فی الیوم والامس قبلہ　　ولکننی عن علم ما فی غد عم

موت کا نشانہ لگانا۔

رأیت المنایا خبط عشواء من یصب　　یمتہ ومن یخطیٔ یعمر فیھرم

دنیا سازی کی ضرورت۔

ومن لا یصانع فی امور کثیرۃ　　یضرس بانیاب ویوطأ بمنسم

عزت کی حفاظت کیلئے پیسہ خرچنا۔

من یجعل المعروف من دون عرضہ　　یفرہ ومن لا یتق الشتم یشتم

غیر مستحق پر احسان کرنا۔

ومن یجعل المعروف فی غیر اہلہ　یکن حمدہ ذما علیہ و یندم

اپنے ناموس کی حفاظت کرنا۔

ومن لا یذد عن حوضہ بسلاحہ　یہدم ومن لا یظلم الناس یظلم

خود اپنی آپ عزت کرنا۔

ومن یغترب یحسب عدوا صدیقہ　ومن لا یکرم نفسہ لا یکرم

انسان کے خصائل چھپ نہیں سکتے۔

ومہما تکن عند امرئ من خلیقۃ　وان خالہا تخفی علی الناس یعلم

اسلام کے بعد تو اخلاقی اور حکیمانہ شاعری میں بہت عروج ہوا۔ کیونکہ اسلام نے خود بہترین اخلاق کا درس دیا اس کے بعد عام فلسفہ اور اخلاقی کتابوں کے ترجمے ہوئے مختلف نظریے رائج ہوئے اس سے شاعری بھی محروم نہ رہ سکی۔

شاعر　ومن یک ذا فم مر مریض　یجد مرا بہ الماء الزلالا

بحتری۔ زخم کے فساد کا سبب طبیب کی بے پروائی ہے۔

اذا ما الجرح رم علی فساد　تبین فیہ اہمال الطبیب

دیگر　جس کام کے توڑنے پر مخالف کمربستہ ہو وہ پورا نہ ہو گا۔

متی یبلغ البنیان یوما تمامہ　اذا کنت تبنیہ وغیرک یہدم

متنبی　زہر سے بچنے کا علاج زہر نہیں ہے۔

الیک فانی لست ممن اذا اتقی　عضاض الافاعی نام فوق العقارب

متنبی۔ بعض وقت خفگی کا نتیجہ مفید ہوتا ہے۔

لعل عتبک محمود عواقبہ　وربما صحت الاجساد بالعلل

شائد کہ تیری ناراضگی کا انجام بہتر ہو۔ اکثر بیماری باعث شفا ہو جاتی ہے۔

بحتری۔ بغیر صحیح راستہ اختیار کئے منزل مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ترجو النجاۃ ولم تسلک مسالکہا　ان السفینۃ لا تجری علی الیبس

بغیر صحیح راستہ اختیار کئے نجات کی امید کرتا ہے خشکی پر جہاز نہیں چل سکتا۔

ایک اسدی۔ دنیا میں نام پیدا کرنا آسان نہیں۔

لا تحسب المجد تمرا انت آکلہ　لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

بزرگی کھجور نہیں کہ مزے سے کھاؤ گے جب تک ایلوا نہ چاٹو بزرگی حاصل کرنا مشکل ہے۔

لامیۃ العجم۔ سفر وسیلہ ظفر ہے۔ (موئد الدین الاستاذ العمید ابو اسمٰعیل الحسین بن محمد الطغرائی المقتول ۵۱۳ھ)

ان العلا حدثتنی وھی صادقۃ فیما تحدث ان العز فی النقل

لو کان فی شرف المأوی بلوغ منی لم یبرح الشمس یوما دارۃ الحمل

بلندیوں نے مجھے یہ حدیث سنائی اور بلندیاں بالکل سچ کہتی ہیں کہ عزت نقل وحرکت میں ہے اگر ایک ہی جگہ رہنے سے شرف حاصل ہو سکتا تو آفتاب برج حمل کو چھوڑتا ہی نہیں۔

اہل علم کے ساتھ زمانہ کا برا سلوک

اھبت بالحظ لو نادیت مستمعا والحظ عنی فی الجھال فی شغل

میں نے خوش بختی کو آواز دی کاش کہ وہ سنتی اس کو فرصت کہاں وہ تو جاہلوں کے پاس مصروف ہے۔

امید پر دنیا قائم ہے۔

اعلل النفس بالآمال ارقبھا ما اضیق العیش لولا فسحۃ الامل

امیدوں سے جی بہلاتا ہوں۔ واقعی اگر امیدوں کا سہارا نہ ہوتا تو دنیا کتنی تنگ معلوم ہوتی۔

کمینوں کی حکومت :۔

ما کنت اوثر ان یمتد بی زمنی حتی اری دولۃ الاوغاد والسفل

مجھے یہ خواہش نہیں کہ میں اور دن دنیا میں زندہ رہ کر کمینوں کی حکومت کے دن دیکھوں۔

نا اہلوں کی قابل افراد کے عوض قدر دانی۔

تقدمتنی اناس کان شوطھم وراء خطوی ولو امشی علی مھل

فان علانی من دونی فلا عجب لی اسوۃ بانحطاط الشمس عن زحل

ایسے لوگ جن کی تیز رفتاری بھی میری معمولی چال کا مقابلہ نہیں کرتی۔ مجھ سے آگے نکل گئے۔ اگر مجھ سے کم درجہ کے لوگ مجھ سے اعلیٰ مراتب حاصل کریں تو کیا تعجب ہے مجھے زحل کے بلند اور آفتاب کے نیچے ہونے میں اچھا سبق حاصل ہو سکتا ہے۔

کسی شخص پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے

اعدی عدوک ادنی من وثقت بہ فحاذر الناس واصحبھم علی دخل

فانما رجل الدنیا وواحدھا من لا یعول فی الدنیا علی رجل

سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جس پر تُو پُورا بھروسہ کرتا ہے اسلئے ہمیشہ محتاط زندگی بسر کر۔ بیشک دنیا میں بے نظیر آدمی وہی ہے جو دنیا میں کسی پر بھروسہ نہ کرے۔

دنیا کی بے ثباتی :-

ترجو البقاء بدار لا ثبات لها   فهل سمعت بظل غير منتقل

ایسے گھر میں بقاء کی امید کرتا ہے جو فانی ہے کیا سایہ بھی قایم رہتا ہے۔

شریفانہ اخلاق۔ ابو العتاہیۃ

احبّ الفتی ینفی الفواحش سمعه   كأنّ به عن كل فاحشة وقرا
سليم دواعي الصدر لا باسطا اذى   ولا مانعا خيرا ولا قائلا هجرا
اذا شئت ان تدعى كريما مكرما   اديبا ظريفا عاقلا ماجدا حرا
اذا ما اتت من صاحب لك زلة   فكن انت محتالا لزلته عذرا

میں ایسے جوان مرد کو محبت کرتا ہوں جن کے کان بری باتوں سے آشنا نہیں گویا کہ بری باتوں کے لئے ان کے کان بہرے ہیں ان کے سینہ میں کسی کے متعلق کوئی خلش نہیں نہ کسی کو تکلیف دیتا ہے نہ اچھے کام میں ہاتھ روکتا ہے اور نہ فضول بکواس کرتا ہے اگر تو چاہے کہ دنیا تجھے کریم۔ معزز۔ ادیب۔ ظریف۔ عقلمند۔ بزرگ اور شریف مانے تو جب کبھی کسی سے لغزش ہو جائے تو ان کے لئے خود تو ہی عذر تلاش کرنے کی کوشش کر (تاکہ تیرا حلقہ احباب وسیع ہوتا جائے اور تیری ہر دلعزیزی بڑھتی جائے)

شوقی۔ نوجوانوں سے خطاب۔

یا شباب الغد وابنائی الفدا !   لکم اکرم واعزز بالفدا
عصر کم حر ومستقبلکم !   فی یمین الله خیر لا منا
لا تقولوا حطنا الدهر فما !   هو الا من خیال الشعرا
هل علمتم امة فی جهلها   ظهرت فی المجد حسنا الردا
فخذوا العلم علی اعلامه   واطلبوا الحکمة عند الحکما
واحکموا الدنیا بسلطان فما   خلقت نضرتها للضعفا

اے مستقبل کے نوجوانو میرے بیٹے تم پر فدا۔ تمہارا زمانہ آزادی کا زمانہ ہے اور تمہارا مستقبل مبارک ہو۔ یہ مت کہو کہ ہم کو زمانہ نے پست کر دیا ہے۔ یہ صرف شاعری خیال ہے کیا ایسی قوم سے واقف ہو جو باوجود جاہل رہنے کے

ترقی کی ہو۔ مشاہیر علما سے علم حاصل کرو اور حکیموں سے حکمت سیکھو۔ دنیا پر اقتدار اعلی کیساتھ حکومت کرو۔ دنیا کی تازگی سے مستفید ہونے کا حق ضعیفوں کو نہیں ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے۔ شوقی

اناس کما قد ری ودنیا بحالها ودهر رخي تارة وعسير
واحوال خلق غابر متجدد تشابه فيها اول واخير
تمر تباعا في الحياة كانها ملاعب لا ترجي لهن ستور
وحرص على الدنيا وميل مع الهوى وغش وافك في الحياة وزور

لوگوں کی حالت سے تم واقف ہو۔ دنیا بھی اپنی حالت پر قایم ہے ایک وقت تنگی آتا ہے ایک وقت فراخی کا۔ دنیا کے حالات بدلتے رہتے ہیں ایک حالت گذر جاتی اور دوسری پیدا ہوتی ہے پے درپے زندگی کے وقائع اسی طرح ہوتے رہتے ہیں گویا کہ یہ تماشے ہیں جن کے لئے پردۂ سینما کی ضرورت نہیں۔ دنیا پر حرص خواہشات کی اتباع دہوکا دنیا اور جھوٹ ہی زندگی کی کائنات ہے۔

متنبی :-

اذا انت اكرمت الكريم ملكته وان انت اكرمت اللئيم تمردا
ووضع الندى في موضع السيف بالعلا مضر كوضع السيف في موضع الندى

اگر تو شریف کی عزت افزائی کریگا تو وہ تیرا ممنون ہوکر اطاعت بردار ہوجائے گا اور اگر کسی کمینہ کی حوصلہ افزائی کی تو وہ سرکش ہوجائے گا۔ جہاں تلوار کی ضرورت ہے وہاں حلم کا استعمال۔ اتنا ہی مضر ہے جتنا کہ حلم کے موقع پر سختی و تلوار کا استعمال۔

اخلاق - صالح بن عبد القدوس (مہدی نے اس کو الحاد کے الزام میں قتل کیا)

ادّ الامانة والخيانة فاجتنب واعدل ولا تظلم يطيب المكسب
واحذر من المظلوم سهما صائبا واعلم بان دعاءه لا يحجب
واحذر مواخاة الدني لانه يعدي كما يعدي الصحيح الاجرب
ودع الكذوب ولا يكن لك صاحبا ان الكذوب لبئس خلا يصحب
وزن الكلام اذا نطقت ولا تكن ثرثارة في كل ناد تخطب
واحرص على حفظ القلوب من الاذى فرجوعها بعد التنافر يصعب
ان القلوب اذا تنافر ودها شبه الزجاجة كسرها لا يشعب

امانت کو ادا کر اور خیانت سے اجتناب کر، عدل کو لازم رکھ کامیاب رہے گا۔ مظلوم کی دعا کے تیر سے بہت ہوشیار رہ کیونکہ اس کی دعا کو عرش تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں۔ ذلیل کی دوستی سے بچتا رہ کیونکہ وہ خارشی کی طرح متعدی ہے کبھی جھوٹے سے دوستی نہ کر جھوٹا بہت ہی خراب دوست ثابت ہوا ہے۔ زبان پر قابو رکھ اور بولنے میں احتیاط رکھ۔ آدمی زبان ہی سے سلامت رہتا ہے اور اسی سے تباہ ہوتا ہے۔ تول پھر بول فضول گو مت بن جیسا خیال میں آیا بک دیا۔ مردم آزاری سے بہت بچتا رہ جو دل تجھ سے ناراض ہو پھر اس کا منانا مشکل ہے۔ دل بیشک شکر رنجی کے نقطہ نظر سے کانچ ہے جہاں اس میں بال آیا تو پھر اس کا جڑنا ناممکن ہے۔

عین الرضا۔ عبداللہ بن معاویہ بن عبد بن جعفر المتوفی ۱۳۲ھ

وعین الرضی من کل عیب کلیلۃ ۔ کما ان عین السخط تُبدی المساویا

رضا مندی کی آنکھ ہر عیب سے کند ہے جیسے کہ نا رضا مندی کی آنکھ برائیوں کا اظہار کرتی رہتی ہے۔

زندگی ایک اسٹیج ہے۔ بکری۔

النوم موت اصغر　　والموت نوم اکبر
دنیا تشابہ ملعبا　　واللیل ستر یستر
جند هناک وسوقۃ　　ومتوج و مسخر
فاذا طرحت ثیابهم　　ساوی الاعز الاحقر

نیند چھوٹی سی موت ہے۔ اور موت ایک بڑی نیند کا نام ہے دنیا ایک تماشہ گاہ ہے اور زمانہ ایک پردہ تماشا ہے۔ کوئی فوجی ہے کوئی عہدہ دار ہے کوئی صاحب تاج ہے اور کوئی محکوم ہے اگر عریاں حقیقت دیکھیں تو نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا۔

بستی۔ ابوالفتح المتوفی سنہ ھ

زیادۃ المرء فی دنیاہ نقصان　　وربحہ غیر محض الخیر خسران
یا عامر الخراب الدهر مجتهدا　　باللہ هل لخراب العمر عمران
دع الفواد عن الدنیا و زینتها　　فصفوها کدر والوصل هجران
احسن الی الناس تستعبد قلوبهم　　فطالما استعبد الانسان احسان
یا خادم الجسم کم تسعی لخدمتہ　　اتطلب الربح مما فیہ خسران
اقبل علی النفس فاستکمل فضائلها　　فانت بالنفس لا بالجسم انسان

والشد دید یک بحبل الله معتصما ۔۔۔ فانہ الرکن ان خانتک ارکان

ودع التکاسل فی الخیرات تطلبها ۔۔۔ فلیس یسعد بالخیرات کسلان

انسان دنیا میں جتنا ترقی کر رہا ہے درحقیقت وہ اس کا نقصان ہو رہا ہے۔ کیونکہ بجز افعال نیک کے باقی ہر قسم کا فائدہ نقصان ہی نقصان ہے۔ اے وہ شخص جو دنیا کے ویرانے کو آباد کر رہا ہے۔ کیا عمر کے تباہ شدہ کی بھی آبادی کا خیال ہے دنیا اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ بظاہر صفائی کدورت۔ اور وصال کا نتیجہ فراق کا پیام ہے۔ لوگوں کی طرف احسان کر وہ تیرے بے دام غلام بن جائینگے ہمیشہ سے انسان احسان کا غلام ہے۔ نفس پر توجہ کر اور اس کے فضائل مکمل کرنیکی کوشش کر۔ کیونکہ تو نفس سے انسان ہے نہ کہ خاکی جسم سے۔ خدا کے رشتہ کو پکڑ رکھ کیونکہ وہ ایسا سہارا ہے جب دوسرے سہارے کام نہ آئینگے وہ کام آئے گا۔ نیک کاموں میں سستی چھوڑ دے۔ سست آدمی کبھی نیکی حاصل نہیں کر سکتا۔

ابن قلاقس المتوفی ۵۶۵ھ

سافر اذا ما شئت قدراً ۔۔۔ سار الھلال فصار بدراً

والماء یکسب ما جری ۔۔۔ طیباً و یخبث ما استقرا

و بنقلۃ الدر النفیسۃ ۔۔۔ بدلت بالبحر نحراً

اگر تجھے قدردانی کی خواہش ہے تو سفر کر ہلال نے سفر کیا ماہ کامل بن گیا۔ پانی جب تک بہتا رہا اچھا رہا۔ اور اگر ایک جگہ جمع رہا تو متعفن ہو جاتا ہے۔ نفیس موتی نے وطن کو چھوڑا تو سمندر کی تہ کی بجائے سینہ پر رونق افروز ہوا۔

زبان عربی اور اس کی اہمیت

ایک عربی مقالہ کا ہندوستانی میں اخذ کیا گیا۔

مولانا حاجی محمد منیر الدین صاحب کامل (نظامیہ) استاذ جامعہ نظامیہ کو عربی ادب و انشاء پر غیر معمولی عبور حاصل ہے آپ نے جامعہ نظامیہ میں، یوم تاسیس کے موقع پر شیوخ و علماء، عہدہ داران حکومت کے سامنے عربی علم اور اس کی اہمیت پر ایک فصیح اور بلیغ مقالہ عربی میں پڑھا۔ ہماری خواہش پر افادۂ عام کے خاطر مولانا موصوف نے اپنے عربی مقالے کو ہندوستانی میں اخذ فرمایا جو قارئین کے نذر کیا جاتا ہے۔ "مدیر"

صدر محترم و حضرات کرام!

میں اس جامعہ نظامیہ کا ایک خادم ہوں اس لئے آپ حضرات پر مخفی و مضمر نہ رہے کہ مجھ سے میرے شفیق دوست فاضل جناب شاہ ابو الخیر مدیر مجلہ نظامیہ نے یوم تاسیس جامعہ نظامیہ میں ایک علمی ادبی مضمون پڑھنے کی خواہش فرمائی جس کی بناء پر یہ مضمون تیار کیا گیا۔

حضرات! میں آپ حضرات کا اس قدر شکر گذار ہوں کہ جس کا شمار ہو نہیں سکتا جو انسان کے سانس کی گنتی سے زائد ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر گذار نہیں ہے" شکریہ اسلئے ادا کر رہا ہوں کہ آپ حضرات نے میرے ان معمولی الفاظ کو نہایت توجہ و التفات سے سماعت فرما کر میری عزت افزائی کی ہے۔

باللہ التوفیق

حضرات کرام! شکر خدا و رحمت کاملہ و سلام اتم سرور عالم نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو جن کو شفاعت عظمیٰ کا شرف حاصل ہے، اور جن کی شریعت غرا روز قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے انسان کو مکرم بنایا اور نطق و بیان کے ذریعہ دیگر حیوانات پر فضیلت دی ہے، یہ زبان سب السنہ سے اعلیٰ و ارفع ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ اس زبان میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے، جو کامل مکمل دستور ہے اللہ عزوجل نے آیات ذیل میں اس زبان عربی کا اعتناء و اہتمام فرمایا ہے، ملاحظہ ہو ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے (۱) انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (۲) دوسرے مقام پر قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلہم یتقون (۳) لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی و ہذا لسان عربی مبین (۴) کتاب فصلت ایاتہ قرآنا

عربیا لقوم یعلمون ۵ فرمایا ہے[1] یعنی میں نے قرآن عربی کو تمہارے سمجھنے کیلئے نازل کیا ہے۔[2] قرآن عربی کو بدون کجی بغیر پیچیدگی صاف شستہ زبان میں نازل کیا تاکہ وہ ڈریں،[3] وہ جس شخص کی طرف نسبت کرتا ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ زبان صاف عربی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ عربی زبان جنتیوں کی زبان ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور امت محمدیہ کے بہت بڑے عالم خیر امتہ سے پکارے جاتے ہیں ان سے اس حدیث کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عربوں سے تین وجہ سے محبت رکھو، ۱- ایک تو یہ کہ میں عربی ہوں، ۲- دوم یہ کہ قرآن عربی ہے، ۳- سوم یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔

حضرات کرام! عربی زبان کا شرف دیگر السنہ پر اس طرح ظاہر و باہر ہے کہ جس کے واضح ہونے میں کلام نہیں، اور جس پر کسی طرح کی پوشیدگی نہیں، یہ کہ ماہرین لغت خواہ عرب ہوں یا عجم اور فنون و حکم کے دانشمندوں کی متفقہ رائے ہے کہ زبان عربی وضاحت کے اعتبار سے سب زبانوں سے افضل و اکمل اور وسیع ترین زبان ہے اور یہ اس زبان کے مادۂ الفاظ کی دور رسی و عمدگی کی وجہ سے ہے اس زبان کی بہت سی خوبیاں ہیں منجملہ ان خوبیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں مترادف ہم معنی الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں جو فصیح و بلیغ کے لئے بہترین مددگار ہیں جن کے استعمال سے نظم کلام و نسق عبارت میں رونق آجاتی ہے، قلب کو سرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ زبان ایک امی اَن پڑھ قوم کی زبان ہے کہ جس کے پاس یونان کا فلسفہ تھا نہ چین کی صنعت۔ پھر بھی اس میں اس قدر وسعت پائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا کے تمام اقوام کے مقاصد کی ترجمانی کیجا سکتی ہے۔

اس دعویٰ کی بیّن دلیل یہ ہے کہ کوئی فن خواہ کسی قوم کا ہو ایسا نہیں کہ جس میں عربی تصنیف و ترجمہ موجود نہ ہو، مثلاً جغرافیہ، ہندسہ، فلسفہ، تاریخ، تجارت وغیرہ۔ اور اس زبان کی ایک بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ معنی خواہ مفرد ہو یا مرکب ہر دو کے مقابلہ میں لفظ مفرد ہی لایا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ لفظ مفرد کا تلفظ زبان پر آسان ہوتا ہے اور اسی کو طبیعت انسانی بھی پسند کرتی ہے، یہ خصوصیت صرف زبان عربی میں موجود ہے، اور بھی فضیلت دوسری زبانوں پر اس زبان کی ترجیح کیلئے کافی و وافی ہے، اس کے مقابلہ میں دوسرے زبانوں میں معنی مفرد کیلئے لفظ مفرد اور معنی مرکب کے بجائے الفاظ مرکبہ لائے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ خوبی بھی عربی میں ودیعت رکھی گئی ہے کہ جملوں کے ترکیب کی نوعیت ایک خاص عمدہ نہج پر مبنی ہے لہذا ان لغات کی نسبت زبان عربی کی جانب بلحاظ ترکیب جمل کیجائے تو عاری و کاسی یعنی برہنہ اور لباس پوش کی نسبت ہوگی۔"

معزز حضرات! آفتاب عالمتاب کی طرح زبان عربی کی تاریخ روشن ہے کہ یہ زبان سامی زبان کی پہلی زبان ہے، جسے قبائل یمن کے جد اعلیٰ قحطان نے جس وقت سے جزیرۃ العرب میں سکونت اختیار کی ہے اس زمانہ سے عرب اس زبان میں گفتگو کرتے آئے ہیں، جزیرۃ العرب ہی میں یہ زبان قحطان سے پھیلی ہے۔ یہ عرب تاریخی زبان میں عرب عاربہ کہلاتے ہیں۔ انہیں یمنی قبائل میں سے جرہم کا قبیلہ ہے کہ جس نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے آمد کے پیشتر مکہ کی سکونت اختیار کی تھی لیکن جب حضرت اسمعیل علیہ السلام مکہ کو آئے تو آپ نے ان سے رشتۂ مصاہرت جوڑا۔ مکہ کی توطن پذیری اختیار کی، وہاں آپ کی ذریت بکثرت پھیل گئی۔ مسلم ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام عبرانی آدمی تھے۔ مادری زبان عبرانی تھی، جو سامی زبان کی دوسری زبان کہلاتی ہے اور آپ کی والدہ محترمہ برگزیدہ (ہاجرہ) ایک مصریہ شریفہ خاتون تھیں جن کو ان کے محترم خاوند حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے انھیں اور فرزند دلبند حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ساتھ لاکر بحکم خداوندی عز وجل مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے عرب عاربہ کی زبان کو روز بروز ایک ایک لغت کر کے قبیلۂ جرہم سے اخذ کیا اور لازمی عادتی طور پر بعض ان الفاظ عبرانیہ کو بھی زبان عربی میں داخل کر دیا جو پہلے سے آپ کے ذہن میں متمکن تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ نے بھی بعض مصری زبان کے الفاظ کو زبان عربی میں شامل کیا اور اس طرح کا استعمال لغات مستعملہ کے ترکیب میں عینی مشاہدہ ہے۔ واضح باد کہ مورخین حضرت اسمعیل اور آپ کی اولاد کو عرب متعربہ سے موسوم کرتے ہیں۔ لہذا زبان عربی کی دو شاخ ہوئیں۔ ایک حمیری۔ دوم عدنانی حجازی جو اولاد اسمعیل علیہ السلام کی لغت ہے۔ ہر دو زبان کے لہجے اور تعبیر کے طریقے بطور اغلب زاید مختلف نہیں ہوتے۔ البتہ اختلاف بعض ایسے الفاظ میں ہوتا ہے کہ جن کو حمیری تو استعمال کریں اور حجازی نہ کرتے ہوں یا ان الفاظ میں کہ جن کو حجازی استعمال کرتے ہیں اور حمیری نہیں کرتے۔ اسی وجہ الفاظ معینہ کا جوینده ان الفاظ کے غرابتہ کی علت سامعت کے ناآشنا ہونے کو قرار دیتا ہے اور ان میں ایسی صلابتہ وصعوبتہ محسوس کرتا ہے کہ ان کے مترادف الفاظ حجازیہ میں نہیں پاتا۔ ظاہر ہے کہ لغت کی ضرورت صرف متکلم کے مقاصد کے اظہار کے لئے ہے اسی کی خاطر کلام کیا جاتا ہے زبان کی ابتدائی نشاۃ چند قلیل ترین علامات سے ہوتی ہے جن کو لوگ امی حاجتہ کے موافق وضع کر لیتے ہیں اور اکثر بطور ابتداء چند ایسے کلمات ہوتے ہیں کہ جن پر حس واقع ہو۔ حسیتہ اشیاء پر دلالت کرتے ہوں اور جوں جوں حاجات ومطالب کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے کلمات والفاظ کا دائرہ بھی تدریجی طور پر یوماً فیوماً کشادہ ہوتا جاتا ہے جو ان مقاصد پر دلالت کرنیوالے ہوں۔ پس یہ ترقی یافتہ زبان عربی بھی دوسری زندہ زبانوں کی طرح مرور ایام کے قدم بقدم مزید علو و رفعت کی جانب گامزن رہی اور نہایت سرعت سے معراج کمال کو پہنچی۔

حضرات کرام مخفی مباد کہ زبان عربی کے توسیع کے تین طریقے رائج تھے۔ اول۔ تجدید وضع قبائل عرب کبھی جدید الفاظ وضع

کرنے کی جانب محتاج ہوتے تھے۔ بسا اوقات ان کے وضعوں میں اختلاف ہوتا تھا لہٰذا ایک ہی معنی کے مقابلہ میں بہت سارے کلمات قبائل مختلفہ کی جانب سے جدا جدا وضع کئے جاتے تھے اور بعض اسماء ایسے بھی ہوتے ہیں جو مسمی کے صفت سے ماخوذ ہوتے ہیں اس قسم کو مترادف کہتے ہیں، اس مترادف کو آپ ان اشیا کے اسماء میں اکثر اس طور پر ملاحظہ فرمائینگے کہ جن کی جانب ہر شخص کی احتیاج ہو جس سے کوئی فریق چھوٹ نہ سکے۔ جیسے تلوار۔ نیزہ۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ جنگ۔ گھوڑا۔ شراب وغیرہ کے اسماء۔

دوم تجویز یعنی الفاظ مجازیہ کا استعمال کرنا۔ اور یہ اس طرح تھا کہ کسی نئی چیز کو دیکھ لیتے اور اس شئی جدید اور ایک ایسی شئی کے درمیان کچھ مناسبت ومشابہت پالیتے کہ جس کا نام پہلے سے ان کے پاس موجود تھا تو پہلی شئی قدیم کا نام شئی جدید ثانی کو دیدیتے تھے اور وہ اسی نام سے نامزد ہو جاتا۔ لیکن مرور زمانہ کی طوالت کی وجہ یہ چیز معرض نسیان میں پڑ جاتی کہ کونسی شئی اول تھی اور کونسی آخر۔ گویا اول وثانی کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ دیکھنے والا گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ اسم اصل لغت میں ابتدائی وضع کے طور پر ان ہر دو معنوں کیلئے وضع ہوا ہے اور یہ فیصلہ صادر کرتا ہے کہ یہ کلمہ مشترکہ ہے اور کبھی ناظر کے ذہن کی رسائی اس ارتباط تک نہیں ہوتی کہ جس کا لحاظ عربوں نے ابتداء وضع میں کیا تھا اسی لاعلمی کی وجہ وہ تعدد وضع کا قائل ہو جاتا ہے۔

مجاز برتنے کے بارے میں عرب ایسی عمدہ باریکیوں کو پیش نظر رکھتے ہیں جو نہایت دلنشیں وجاں فریب ہوتی ہیں، اور ہمیشہ ان معانی کو اشارۃً وکنایۃً ادا کرتے ہیں کہ جن کو وہ قبیح تصور کرتے ہیں اور جن کی صراحت ان کے خاص ناموں سے پسند نہیں کرتے لہٰذا ان کے لئے ایسے بہترین الفاظ مستعار لاتے ہیں جو عمدہ معنی کے لئے موضوع ہیں، جب یہ الفاظ بھی مشہور ہو جائیں اور خسیس معنی میں استعمال ہونے کے قریب ہو جائیں تو ان سے بھی عدول کرکے دوسرے عمدہ الفاظ استعمال کرنے لگتے ہیں دیگر یہ کہ عرب کے پاس ایک دوسری قسم بھی تجویز کی ہے جہاں لفظ سے تعبیر کیجاتی ہے اور اس سے لازم کا ارادہ کیا جائے، اس قسم کو کنایہ کہتے ہیں۔

طریق سوم۔ تعریب ہے وہ اس طرح کہ کسی دوسری زبان کا لفظ قواعد معلومہ کے تحت زبان عربی میں داخل کرلیا جائے عرب کو اس بارہ میں ید طولی حاصل تھا اسلئے کہ وہ تجارت واسفار میں پہلے ہی سے مشغول رہتے تھے اور انھوں نے پارس، روم۔ اندلس۔ حبشہ۔ ہندوستان۔ جزائر ہند سیلون۔ مالابار۔ جیسے مقامات میں مختلف زبان کے لوگوں کے ساتھ سکونت اختیار کی تھی اور بہت سارے ممالک فتح کئے تھے جس کی وجہ سے بعید مخلوق تابع فرمان ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ غانۃ (اقصیٰ افریقہ) سے لیکر فرغانہ (اقصیٰ خراسان) تک ان کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی بلکہ سندھ کے انتہائی سرحد تک پہنچ گئے تھے۔ لازمی طور پر ان کی سماعت تک جدید اشیاء کے اسماء پہنچتے تھے کہ جن سے وہ بالکل نامانوس تھے تو فوراً ان اسماء کو ان اقوام سے لے کر کچھ تصرف کرکے

بعد اپنے اسلوب عربی پر ڈھال لیتے تھے تاکہ اُن کا تلفظ آسان ہو۔

حضرات کرام! مشاہدہ سے بڑھکر بیان کیا ہوسکتا ہے کہ کلمات معربہ کے استعمال کا عظیم ترین واسطہ شعرعربی ہی کا تھا۔ کیونکہ شعرعرب کے پاس اشاعت ونشرزبان کا ایک اس قدر بہترین ذریعہ تھا کہ جس طرح آج کل ہمارے پاس جرائد۔مطابع۔ ریڈیو اسٹیشن وغیرہ ہیں۔

اشعار سنانے اور تجارتی سامان کی خرید وفروخت کی خاطر تین مشہور ترین مقامات میں میلے جمتے تھے۔ تجارتی سامان کی منڈیاں بھرتی تھیں۔ اول۔عکاظ۔ دوم۔مجنت، سوم۔ ذوالمجاز، عکاظ کا میلہ مقام نخلہ وطائف کے درمیان جمتا تھا اور یہ یکم ذی القعدہ سے بیکر بیس دن تک رہتا تھا۔ بعد ازاں مجنت کا بازار مقام مرظہران میں ختم ذی قعدہ تک قایم رہتا۔ پھر ذوالمجاز کا میلہ بھرتا، اور یہ میلہ قریب عرفہ ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ تک رہتا۔ پھر ان سب میلوں سے فارغ ہوکر لوگ عرفہ تک پہنچتے تھے۔ان ہر سہ میلوں میں عرب کے شعرا ہر طرف سے آتے تھے اور اپنے طبعزاد اشعار لوگوں کو سنایا کرتے تھے جہاں شعر شاعری کا بڑا امتحان ہوتا۔اگرکسی کے شعر کو ماہرین شعر نے پسند کرلیا تو اس کا اعلان علی رؤس الاشہاد کیا جاتا اور اُسکی شہرت ازشرق تاغرب پھیلجاتی، اور گھر گھر اس کا چرچہ ہونے لگتا تھا۔عرب کے ممتاز شعرا عدنانی اور اُن کے قرب وجوارمین کے رہنے والے جیسے امراء القیس اور اوس وخزرج کے شعرا مانے جاتے تھے حاصل کلام یہ کہ ان ذرائع مذکورہ سے زبان عربی کو بہت بڑا فائدہ پہنچا جس سے اس زبان کی ہمہ گیری کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زبان میں اظہار مافی الضمیر کی جس قدر قوت وقدرت ہے کسی دوسری زبان میں نہیں۔علاوہ بریں یہ دوسری باتوں سے بھی بقدر حاجت اقتباس کرنیکی اپنے میں پوری قوت رکھتی ہے اور لغت تلفظ کے وقت زبان وسمع پر نہایت مقبول ومرغوب ہے جس کا احساس ہر ذی شعور اسی مبارک زبان میں کرتا ہے۔

مذہب اسلام ایسے وقت جلوہ گر ہوا کہ زبان عربی اپنے مدارج ترقی میں اوج کمال تک پہنچ چکی تھی بڑے بڑے مشہور شعرا بکثرت پائے جاتے تھے لیکن فصاحت وبلاغت میں خاندان قریش کو طرۂ امتیاز حاصل تھا۔جب ہی مصلح اعظم سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان معجز بیان سے انا افصح من نطق بالضاد۔ یعنی میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں) فرماکر چار چاند لگا دیئے۔

اسی امتیاز وخصوصیت کی وجہ قریشی زبان اعلیٰ وارفع سمجھی جاتی تھی جس کا اعتراف کل عرب کرتا تھا۔اسی لئے قرآن عزیز بھی اسی زبان قریشی میں نازل ہوئی۔

حضرات کرام، جزاکم اللہ خیرا! اس زبان کی اہمیت مخفی نہیں اس کے چند حیثیت ہیں۔ ایک دینی وحکم شرعی کی حیثیت، دوم فضیلت کی حیثیت۔سوم یہ کہ زندہ زبان۔زندہ قوم کی کہ جس کا اہتمام واعتناء عوالم متمدنہ کے پاس بدرجۂ اتم ہے اور

دنیا اس زبان کو جمیع السنہ پر ترجیح دیتی ہے اس زبان کی اہمیت باعتبار حکم شرعی یہ ہے کہ اس مبارک زبان کا سیکھنا لازمی اور فرض ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نماز کی فرضیت کی طرح زبان دانی ہم پر فرض ہے اس کے بغیر دین و مذہب کی حفاظت نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ لغات کی حفاظت نہ کی جائے۔ دیگر یہ کہ رسول امین علیہ السلام نے اس عربی زبان کے تعلیم کی ترغیب دی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ (من تکلم بالعربیۃ کان کلامہ ذکرا۔ من اراد علم الاولین والاخرین فلیتدبر القرآن، یعنی جو شخص عربی زبان میں گفتگو کرتا ہو اس کا کلام ذکر و عبادت میں شمار کیا جاتا ہے اور جو اولین و آخرین جمیع علوم کا عالم بننا چاہتا ہو، وہ قرآن کی تلاوت تدبر و تفکر سے کرے۔ واضح ہے کہ قرآن عظیم کے مطالب و مقاصد میں تدبر کیسے ہو سکتا ہے۔ تاوقتیکہ قرآنی زبان عربی سے آشنا نہ ہو پہلے زبان سے واقفیت حاصل ہو تو بعد ازاں تدبر ممکن ہے جس زبان سے آپ واقف ہی نہ ہوں اس کے مطالب میں کس طرح تدبر کر سکتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ماثور و مروی ہے جو نہایت با سطوت اسلامی ڈکٹیٹر مانے جاتے ہیں جن کی کمال صداقت و صلابت فی الدین کی شہادت خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے فرمایا کہ بیشک خدائے تعالیٰ نے عمر کی زبان و قلب میں حق و صداقت ودیعت رکھی ہے یعنی حق کہتے ہیں۔ ہمیشہ حق کا خیال رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم سنن و فرائض و لحن یعنی عربی زبان کو اس طرح سیکھو جس طرح سیکھتے ہو تاکہ تمہیں دین میں تفقہ اور حسن عبادت پیدا ہو۔ عربی زبان سے فہم پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رض نے تفہم فی العربیۃ کا ذکر فقہ و عبادت سے بالکل متصل فرمایا ہے جس سے اشارہ اس جانب ہے کہ عربی سیکھنا بھی فقہ و عبادت کی طرح ایک شرعی لازمی شیٔ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ زبان عربی سیکھو۔ اس سے مروۃ زائد اور عقل مستحکم ہوتی ہے۔ آپ نے زبان عربی کو عقل و فہم کے استحکام اور ازدیاد مروۃ کی علت غائی قرار دی ہے۔

حضرات۔ آپ مجھے یہ کہنے میں خاطی نہ سمجھیں گے، اگر میں زبان اشارۃ النص عرض کروں کہ ایک مسلم حقیقی مسلم ہونے کے اعتبار سے بجا طور پر یقین رکھتا ہے کہ قرآن عظیم کو زمانہ کے حوادث مغیر و مبدل نہیں کر سکتے اور وہ روز قیامت تک اپنی حقیقت مقصودہ کو لے کر باقی و دائم رہے گا۔ عادل کا عدل نہ ظالم کا ظلم مبدل کر سکے گا۔ دوام قرآن کے لوازمات سے ہے اور روز قیامت تک نسلاً بعد نسل زبان قرآن کے سمجھنے والے موجود رہیں گے جن کے ذریعہ قرآنی زبان کی حفاظت ہوتی رہے گی، اگر ایسا نہ ہو تو قرآن کی حفاظت وعدہ خداوندی (انا لہ لحافظون یعنی ہم اس قرآن کی حفاظت کریں گے) کے تحت غیر ممکن ہو جائے گا۔ محافظ خانوں میں صرف الفاظ و اوراق متبرکہ قرآنیہ کی حفاظت کی جائے اور وہاں سمجھنے والے موجود نہ ہوں جیسی طرح دیگر کتب سماویہ انجیل و توراۃ ہوں جس کا جاننے والا کوئی نہیں۔ شرقاً و غرباً روئے زمین پر ایک فرد بھی اس دور حاضر میں نہیں ملے گا اور نہ کوئی ایسا شخص ملے گا جو یہ بتلا سکے کہ یہ کتابیں کن کن زبانوں میں

نازل ہوئی تھیں اور ان زبانوں سے بولنے والی اس وقت کون کون سی اقوام ہیں اور کہاں ہیں۔ لیکن قرآن عظیم کی ہمہ گیری ملاحظہ فرمائیے کہ اس وقت بسیط ارض پر بےشمار نفوس انسانیت کو بقدر امکان اس قرآنی زبان عربی کے سمجھنے والے موجود پائینگے جن کی تعداد اس وقت ساٹھ کروڑ سے زائد ہے اور روز بروز فوج در فوج اس قرآن کے دین و مذہب میں بلا جبر واکراہ داخل ہوکر تعداد میں اضافہ کئے جارہے ہیں۔ حالانکہ کما ینبغی اشاعت ہوتی نہ تبلیغ کے خاطر پروپاگنڈے کئے جاتے ہیں، بلکہ خود اس کی جاذبیت وحقانیت کشاکش اپنی جانب دنیا کو کھینچ لاتی ہے۔ علاوہ ازیں کروڑ ہا انسانوں کی خالص عربی زبان مستقل طور پر ہے اس زبان کا ایک مخصوص وصف یہ ہے کہ یہ نہایت صاف وسلیس ہے۔ اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں۔ زبان پر نہایت آسان۔ واضح۔ تعبیر ما فی الضمیر کی کامل ذمہ دار۔ جس کی طرف قرآن مجید کا اشارہ (لسانٌ عربیٌ مبینٌ) موجود ہے۔ دوسرے السنہ کا مقابلہ اس سے کہاں ہو سکتا ہے مقابلہ تو مماثل اشیاء کے درمیان ہوتا ہے لیکن جہاں مماثلت نہیں۔ مقابلہ نہیں۔ اور شئی اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

اس زبان کے متعلق اہتمام و اعتناء کی وجہ یہ کہ عالم اسلامی کے جمیع اوطان وطن واحد کا حکم رکھتے ہیں۔ اور مسلم اپنے مسلم کا بھائی ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی رہے۔ انما المؤمنون اخوۃ، اور وطنیت اسلامی کیلئے کسی ملک و دار کی شرط نہیں، اور امت مسلمہ کی چونکہ ایک ہی ملت کا ملہ اور ایک قومیت اور ایک ہی تمدن و سیاست ہے۔ پس ملت کی وحدت سیاست وتمدن کی یگانگت قومیت کی وحدت پر متقاضی ہے کہ زبان میں بھی وحدت ہو جو ملت واحدۃ کے جمیع افراد کو ایک ہی رشتۂ محبت و الفت میں جوڑ دے اور سب کی ترجمانی کر سکے۔ اسی مصلحت عظمیٰ کے مد نظر خطبہ نماز وغیرہ بھی ایک ہی زبان عربی میں ادا کئے جاتے ہیں۔ آپ اس طرح کی ہمہ گیری قوت و وسعت قرآنی زبان یعنی عربی کے سوا کسی اور میں ہرگز نہیں پائیں گے بلکہ میں نہایت جراءت وکامل وضاحت سے بلا خوف تردید عرض کروں گا کہ جس عافیت وسلامتی کی دنیا اس وقت متمنی نظر آرہی ہے اور جس رشتۂ امن وامان کے جستجو میں نہایت سرعت کر رہی ہے وہ رشتۂ عافیت اسی زبان کی جاذبیت وطلاوۃ میں دستیاب ہو سکتا ہے اور یہی سبب اس زبان کے ترجیح کا ہے۔

اس زبان کی سیاست ممالک متمدنہ کے نگاہ میں مضمر نہیں۔ جس کے متعلق میں آپ کے سامنے چند اخباری شہادتیں پیش کرتا ہوں، اس خصوص میں ان دو خبروں کو سب سے زیادہ اہمیت ہے، ایک یہ کہ جریدہ اہرام مصریہ کے ذریعہ گذشتہ ماہ یہ خبر نہایت خوشی سے سُنی گئی ہے کہ اٹلی نے اپنے مدارس ثانویہ میں عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی ہے اس کے انتظام کے لئے بلاد عربیہ مصر۔ لبنسیا وغیرہ سے علماء عربیہ کو طلب کیا گیا۔ اسی طرح حکومت فرانس بھی اس زبان کی توسیع کے لئے نہایت سرعت سے کام کر رہی ہے چنانچہ بحوالہ اہرام مصر اا رڈسمبر فرانسیسی اخبار نے "عربی زبان ہمارے لئے اجنبی نہیں ہے" کے عنوان پر ایک طویل مقالہ لکھا ہے جس میں کہتا ہے کہ حکومت فرانس کو زبان عربی کی بڑی اہمیت ہے اور وہ ایک اسلامی حکومت

کی طرح ہوگئی ہے کیونکہ اس کے زیر سایہ تقریباً ڈھائی ہزار مسلمان بستے ہیں اسلئے حکومت فرانس کو چاہیئے کہ عربی زبان کی تعلیم کو اپنے ملک میں رواج دے، فرانسیسی مستشرقین کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت فرانس میں عربی کی تعلیم صرف مدارس السنہ مشرقیہ تک محدود ہے لیکن عربی کے طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ میوزائی وزیر تعلیم نے مدارس ثانویہ مدرسہ لوی لیجران پیرس اور مدرسہ بیر بہ مرسیلیا میں عربی کی تعلیم جاری کرنے کی اجازت دیدی ہے، میو مالبستون نے ایک مرتبہ کہا کہ مجھے یہ دیکھکر سخت تکلیف ہوتی ہے کہ پیرس میں شریعت اسلامیہ کا کوئی فاضل نہیں ہے۔ میرے نزدیک عربی تعلیم کے مراکز الجزائر۔ بیروت اور قاہرہ و دمشق کے عربی ادارے ہیں۔ بحر متوسط کے ساحلی ملکوں پر حکومت فرانس کا سکہ جمانے میں فرانسیسی مستشرقین نے بڑا کام کیا ہے، حکومت کو چاہیئے کہ وہ عملی حیثیت سے عربی سیاست اختیار کرے۔ اپنے مدارس میں عربی تعلیم جاری کرے کیونکہ عربی عصر حاضر کی زندہ زبان ہے۔ سات کروڑ انسانوں کی مادری زبان ہے، جس میں متعدد اخبار اور جرائد روزآنہ شائع ہوتے ہیں اور جس کی اہمیت کو بلیسوں ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر کیا جاتا ہے اور یہ ہمارے لئے اجنبی نہیں بلکہ ہماری قومی میراث کا جزلاینفک ہے۔

حضرات! آپ کے لئے اس امر کا اظہار موجب دلچسپی ہوگا کہ جس طرح اٹلی اور فرانس عربی زبان کی سرپرستی کر رہی ہے اسی طرح حکومت جرمن۔ برطانیہ وغیرہ بھی نہایت شدومد سے اس زبان کی اشاعت کر رہی ہے اور اپنے جامعات برلن۔ لندن۔ لیڈن وغیرہ میں اس کی تعلیم شریک وجاری رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں مستشرقین کی ایک کثیر جماعت موجود ہے جو کتب عربیہ کی طباعت میں منہمک ہیں اس زبان کی تعلیم و تدریس میں اس قدر مشغول ہیں کہ حد بیان سے باہر ہے۔ امریکہ بھی اس جانب پیش پیش ہے۔ چنانچہ اس خصوص میں ایک جریدہ نظر سے گذرا۔ معلوم ہوا کہ محمد ابراہیم امریکی کی وساطت سے ایک وفد علامہ مراغی شیخ جامعہ ازہر کے پاس وفد امریکہ سے حاضر ہوا تھا۔ اور شیخ ازہر سے یہ خواہش کی تھی کہ ایک جمعیت مصریہ بغرض تعلیم و اشاعت زبان عربی امریکہ روانہ کی جائے۔ پس اس تقریر سے آپ حضرات کے روبرو یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ دنیائے متمدنہ مہذبہ کے لئے اس زبان کی کتنی اہمیت ہے۔ کیا ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے زائد مستحق نہیں ہیں کہ اس زبان عربی کی خدمت و اشاعت، تعلیم و تعلم کے فروغ کو سیاسی۔ دینی۔ خدمت خلق کے اعتبار سے بھی اپنا شعار بنالیں۔

حاضرین کرام۔ اس محفل مبارک کی مناسبت سے اس امر کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے سامنے دو چار علمی تعلقات کا تذکرہ کروں کہ جہاں سے اس زبان کی اشاعت بطور اکمل ہوا کرتی ہے جو اس سلطنت ابد قرار خصوصی میں نور افشاں ہیں۔ ایک جامعہ نظامیہ ہے جو ۶۲ سال سے اپنی علوم عربیہ کی ضیا باری سے تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے جس کے موسس و بانی ایک عالم ربانی ہیں جن کی بہترین یادگار عالم فیض علوم کی شکل میں موجود، اور جن کے اوصاف جمیلہ

واخلاق جلیلہ چار دانگ عالم میں معروف و مشہور ہیں وہ حضرت مولانا سیدنا محمد انوار اللہ ملقب بفضیلت جنگ مرحوم سابق صدر الصدور ومعین المہام حکومت آصفیہ اسلامیہ کی ذات ستودہ ہے۔ خدائے عزوجل ان کی مزار انوار کو منور فرمائے اور ان کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ اگرچہ میں ان سے بظاہر دُور ہوں، لیکن وہ میرے قلب میں حاضر ہیں۔

دوم لجنۃ عربیہ «مجلس احیاء المعارف النعمانیہ» جس کی ہیئت تالیفی علماء نظامیہ کی جماعت سے مرکب ہوئی ہے اس لجنہ نے بھی علامۃ کبیر فاضل متقن مولانا سیدنا ابوالوفا محمود شاہ مدرس جامعہ نظامیہ اور علامۃ جلیل فضل وفضیلت کے مالک مولانا رحیم الدین مفتی صدارت العالیہ بہ مملکت آصفیہ کو سیادت رائیۃ میں علوم عربیہ کی باوجود مدت قلیلہ وبضاعت قلیلہ ایسی خدمتیں انجام دی ہیں کہ عقول محو حیرت ہو جاتی ہیں۔ اس کے متعلق آئے دن ممالک اسلامیہ وغیر اسلامیہ اقطاع ارض سے متعدد خطوط آتے رہتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس مجلس کو غیر معمولی شہرت ہو چکی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کل دنیائے علم اس لجنہ کی خدمت کو نہایت استحسان کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔

سوم۔ دائرۃ المعارف النظامیہ یہ دائرہ موقرہ نے بھی علوم عربیہ کی اشاعت میں نہایت اعلیٰ قابلیت کا مظاہرہ اتحاد زبان کے ساتھ ساتھ کر رہا ہے جس کا ہر ادنیٰ واعلیٰ مفرد معترف ہے یہ دائرہ جمیع عالم کے اکثر علمی یادگاروں میں بہت بڑا رتبہ رکھتا ہے۔

چہارم، کتبخانہ آصفیہ اس کے متعلق تو کچھ نہ کہئے وہ تو ایک بیش بہا خزانہ ہے جس کا اندازہ بہت سارے اذہان سے خارج ہے سلطنت آصفیہ اسلامیہ کا اعلیٰ ترین کارنامہ ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ کتبخانہ اپنی نوعیت میں کتب نادرہ کی وجہ دنیا کے افضل ترین کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے، نادر سے نادر کتاب اپنے پاس رکھتا ہے اگر تمام دنیا کے کتبخانوں سے مایوس بھی ہو جائیں تو یہاں نہ ہوں گے۔

پنجم کتبخانہ سعیدیہ یہ بھی اپنی حیثیت میں نہایت قابل تعریف ولائق التفات ہے جو اسی مبارک شہر میں موجود ہے۔

اختتام تقریر پر یہ گزارش مناسب سمجھتا ہوں کہ میری بڑی آرزو علم دین کے طلباء سے ہے خواہ وہ روئے زمین کے کسی حصہ میں بھی ہوں اور میری خصوصی تمنا جامعہ نظامیہ کے طلباء سے نہایت اشد ہے۔

اس نوجوان روشن دماغ کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس پر واجب ولازم ہے کہ اس زبان عربی کے احیاء ونصرۃ کیلئے نہایت قوی دست کھڑے ہو جائیں یہ نوعمر قوی جوان اگر عربی کے تعلم وتفہیم کیجانب تدریجی طور پر آگے بڑھتے گئے تو اپنی حیات کو حیات روحیہ بنا سکتے ہیں اور اپنی زندگی کو سعادت معنویہ سے آراستہ کر سکتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ علم کی بقاء اور مملکت آصفیہ وممالک اسلامیہ کیلئے مولانا السلطان شاہ دکن پناہ شمس الملت والدین سریر آرائی سلطنت جلالت مآب شاہ میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع کی حیات قائم ودائم رکھے۔

عون الٰہی شامل حال ہو اور نصرت خداوندی مؤید ہو، عافیت و سلامت سے دائما متمتع ہوں اور صاحب جاہ و حشمت
والاشان حضرت ولی عہد بہادر و دیگر اولاد و احفاد کی حیاۃ طیبہ سے فرحت بخش زندگی بسر کریں۔ والسلام مع الختام۔

مکتبہ جامعہ کی تازہ ترین علمی کارنامے

وقت کی تین لاجواب کتابوں کی اشاعت

(۱) ہندوستانی (۲) جوہر اقبال (۳) مضامین محمد علی

ہندوستانی ۔ جو تقریریں آل انڈیا ریڈیو نے ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء سے ۲۵ فروری ۱۹۳۹ء تک نشر کرائی
تھیں مکتبہ جامعہ نے ۰ فروری ۱۹۳۹ء کی صبح کو انہیں ایک وقت اپنے تینوں دفاتر دہلی۔ لاہور۔ اور لکھنؤ سے شائع کرایا

ڈاکٹر تارا چند، مولوی عبدالحق، بابو راجندر پرشاد

ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت برج موہن دتاتریہ، مسٹر آصف علی

نے

وقت کے اہم ترین مسئلہ کا حل جس طرح پیش کیا ہے آپ کو صرف اس کتاب سے معلوم ہوگا کتاب اردو اور ہندی دونوں
خطوں میں شائع کیگئی ہے۔ قیمت اردو ایڈیشن ۱۲ر قیمت ہندی ایڈیشن ۱۲ر

جوہر اقبال ۔ علامہ اقبال کی زندہ جاوید بے مثال شخصیت پر ہندوستان کے چوٹی کے ارباب علم و فضل ڈاکٹر ذاکر حسین،
ڈاکٹر عابد حسین، مولوی عبدالحق، سید سلیمان ندوی، مہاتما گاندھی، سر سپرو، سر اکبر حیدری، پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر رشید احمد صدیقی،
وغیرہ حضرات کے مضامین و پیامات قیمت مجلد عہ

مضامین محمد علی مرتبہ پروفیسر محمد سرور صاحب مولانا کی سیاسی، مذہبی، ادبی، اجتماعی زندگی سرگرمیوں کا نہایت دلاویز
مرقع جس میں ان کی شخصیت وطن و ملت کے مسائل سیاسی اور اجتماعی تحریکات کی شکل میں پیش کیگئی ہے یہ مولانا کی خود نوشت
سوانح عمری ہے اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ۔ ضخامت ۶۰۰ صفحات قیمت مجلد عہ

رعایت ۔ تینوں کتابوں کا محصول ڈاک ۱۵ر ہے جو حضرات منی آرڈر پیشگی بھیجدیں گے ان کے ساتھ نصف
محصول ڈاک کی رعایت ہوگی یعنی منی آرڈر ۱۰/۸ کے بجائے ۵/۸ کا کیجئے۔

۱۔ مکتبہ جامعہ قرول باغ نئی دہلی ۔ ۲۔ جامع مسجد دہلی ۔ ۳۔ امین آباد لکھنؤ

۴۔ لوہاری دروازہ لاہور۔

عون الٰہی شامل حال ہو اور نصرت خداوندی مو ید ہو عافیت و سلامت سے دائما متمتع ہوں اور صاحب جاہ و حشمت والاشان حضرت ولی عہد بہادر و دیگر اولاد و احفاد کی حیاۃ طیبہ سے فرحت بخش زندگی بسر کریں۔ والسلام مع الختام ؛

الف۔ بہ تعمیل ارشاد خداوند عالم ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر علماء باعمل کی ایسی جماعت کا تیار کرنا جو علم دین کی اشاعت احکام اسلام کی تبلیغ اور تعلیم علوم دینیہ کے قابل ہو اور عامۃ المسلمین کے لئے اون کی تمام مذہبی ضروریات کی سرانجامی و رہبری کرسکے۔

ب۔ عامۃ المسلمین کے لئے بقدر ضرورت دینی تعلیم کا انتظام۔

ج۔ فرزندان الخدمات شرعیہ کی تعلیم کا خاص انتظام

د۔ تبلیغ و اشاعت اسلام تقریر اور تحریر۔ تالیف و تصنیف۔ وصیانت اسلام۔

مقاصد مدرسہ میں مقصد الف اصل و بالذات ہے اور دوسرے مقاصد درجۂ ثانویہ میں ہیں اور تعلیم قرآن مجید قراءۃ و تجوید اور بعض تمہیدی تعلیمات مثل قدر ضرورت۔ فارسی۔ ریاضی۔ سب مقصد اول میں داخل ہوں گے۔ مقصد اول باعتبار نوعیت کے کبھی نہیں بدل سکتا۔ البتہ نصاب تعلیم میں بقدر ضرورت تغیر و تبدل ہوسکتا ہے لیکن اسی حد تک کہ اصل مقصد میں نقص نہ آئے۔

سرپرست جامعۂ نظامیہ | جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے سرپرست حضرت غفران مکاں نواب میر محبوب علی خاں شاہ دکن رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کے بعد

۲۔ جلالت مآب شمس الملت والدین اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے بنفس نفیس اس جامعہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔

جامعہ نظامیہ کی سب سے پہلی مجلس مشاورت | چونکہ جامعہ نظامیہ کا قیام توکل علی اللہ اور باہمی امداد و مشاورت پر تھا اس کے نظم و نسق کے لئے ایک کمیٹی منتخب ہوئی جس میں مولانا حاجی غلام قادر صاحب دہاجیر اور مولانا محمد مظفر الدین صاحب معلیٰ جیسے رکن تھے سب سے پہلے مہتمم مولوی محمد عبد العزیز خاں صاحب تاجر مقرر ہوئے ابتداء میں یہ جامعہ افضل گنج میں قائم تھا۔ ۱۳۰۲ھ میں چنچہ دروازہ (بازار گھانسی) میں منتقل ہوا، اور مولوی قاضی محمد امیر الدین صاحب پونیری اس کے مہتمم مقرر ہوئے[۲] یہ قصبہ پونیر تعلقہ منچلے گاؤں کے قاضی اور بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے ان کو مسلمانوں کی تعلیم سے خاص دلچسپی تھی ۱۳۰۵ھ میں جب کہ حضرت فضیلت جنگؒ عازم حج بیت اللہ ہوئے تو قاضی صاحب موصوف نے جامعہ نظامیہ کی خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دیا[۳] ان کا سلسلہ ۱۳۱۵ھ تک رہا۔ (باقی)

۱۔ جریدہ روزگار جلد (۱۶) شمارہ (۳۲) ۹۔ اگسٹ ۱۸۹۰ء (۲) رپورٹ جامعہ نظامیہ ۱۳۰۵ھ

۳۔ مجلہ مکتبہ جلد (۶) آذر ۱۳۴۶ف ص ۶

جامعہ نظامیہ کی دوسری مجلس مشاورت | ابتدا سے جامعہ نظامیہ میں مجلس مشاورت قائم تھی جس میں ہر وقت تبدیلی اور اضافے اس غرض کیلئے ہوا کرتے تھے کہ تعلیم سے متعلق مفید مشورے حاصل ہوں تاکہ ان مشوروں کی قوت سے جامعہ کو تقویت پہنچے۔ چنانچہ مولانا کے آخری وقت یعنی ۱۳۲۶ھ میں مجلس شوریٰ حسب ذیل ارکان پر مشتمل تھی:-

۱۔ مولانا محمد عبدالصمد صاحب قندہاری (۲) مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ بغدادی (۳) مولانا سید محمد صاحب رفاعی بغدادی (۴) نواب اقبال یار جنگ بہادر (۵) نواب فیروز یار جنگ بہادر (۶) جناب طالب محمد عبدالقیوم صاحب سابق تعلقدار (۷) مولوی میر عبدالمجید صاحب (۸) مولوی بشیرالدین احمد صاحب ناظم نظم جمعیت (۹) مولوی محمد عبدالقادر صاحب رجسٹرار (۱۰) مولوی سید کرم اللہ شاہ صاحب قادری (۱۱) مولوی احمد زماں صاحب (۱۲) مولوی شرف الدین احمد صاحب (۱۳) مولوی سید محمد علی صاحب شطاری (۱۴) مولوی سید صلاح الدین صاحب شطاری (۱۵) مولوی سید شاہ برہان اللہ حسینی صاحب قندھاری (۱۶) مولوی عبدالغفار خاں صاحب (۱۷) مولوی خواجہ شریف الدین صاحب (۱۸) مولوی سید مظفر حسین صاحب (۱۹) مولوی خواجہ عبدالصمد صاحب (۲۰) مولوی سید عبداللطیف صاحب (۲۱) مولوی محمد عبدالقدیر صاحب (۲۲) مولوی بہاؤالدین صاحب محتسب قندھار (۲۳) مولوی سید یوسف حسینی صاحب (۲۴) مولوی عبدالکریم خاں صاحب جمعدار (۲۵) مولوی سید ابراہیم صاحب منتظم مدرسہ فخریہ (۲۶) مولوی محمد مظفرالدین صاحب معلّی معتمد

۱۳۲۱ھ میں مجلس شوریٰ کے ارکان میں نواب رحیم یار جنگ بہادر کا بھی تقرر عمل میں آیا اور حضرت حجۃ الاسلام کے حیات تک مندرجہ بالا ارکین کے مشورہ سے جامعہ کے خدمات انجام پاتے رہے البتہ حضرت موصوف کے آخری زمانہ میں مولوی محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ اور مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم کا بھی مجلس مشاورت میں اضافہ ہوا ۔ حضرت بانی کے عہد میں جامعہ نظامیہ انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔ طلبہ کی مجموعی تعداد ایکہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ہند اور تمام بلاد اسلامی میں اس سرچشمہ علم کی تعلیمی شہرت پھیلی اور ہر سال عالم اسلام سے طلبہ کی ایک کثیر تعداد فیضیابی کے لئے آتی اور فیض رس واپس جاتی تھی اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت علیہ الرحمہ کے عہد میں دستور العمل اور اقامت خانے کے قواعد خاص طور پر مرتب اور نافذ العمل تھے

اور خود حضرت علیہ الرحمہ بہ نفس نفیس تعلیم کی نگرانی فرماتے اساتذہ اور ملازمین کو ہدایات دیا کرتے تھے۔
حضرت فضیلت جنگ کے وصال کے بعد اظہار افسوس و عقیدت کے لئے جو فرمان مبارک شرف صدور

لایا وہ یہ ہے۔

فرمان مبارک | مولوی محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس و تورع و ایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے وہ والد مرحوم کے اور میرے نیز میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قایم کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف و عوارف سے متمتع ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہامی امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کرسکیگا بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔

یادگاری وظائف | میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے ۲۵۔ ۲۵ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قایم کئے جائیں یہ وظیفے کس درجہ کے طالبعلموں کو کسی مدت کیلئے اور کن شرائط سے دئے جائیں گے اس کے متعلق علیحدہ تجاویز پیش کرکے میری منظوری حاصل کی جائے۔ میرا یہ حکم جریدۂ غیر معمولی میں شائع کیا جائے" (۱)

جامعہ نظامیہ کا دوسرا دور | حضرت حجۃ الاسلام کے رحلت کے بعد جامعہ نظامیہ کی نگرانی حسب فرمان خسروی مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب نواب صدر یار جنگ بہادر صدر الصدور سرکار عالی کے ۱۳۲۶ف م ۱۳۳۶ھ میں تفویض ہوئی۔ آپ کے عہد میں مجلس مشاورت کے حسب ذیل اراکین تھے۔

۱۔ مولانا محمد عبد الواسع صاحب مرحوم (۲) مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی (۳) مولوی محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ (۵) مولوی محمد مرتضی صاحب مرحوم (۶) مولوی خان فضل محمد خان صاحب ناظم

(۱) جریدۂ غیر معمولی ۱۳ رجب ۱۳۳۶ھ

تعلیمات (۷) مولوی اللہ بخش صاحب سابق صدر مہتمم تعلیمات بلدہ (۸) مولوی سید محمد تقی صاحب مددگار صدارت العالیہ معتمد تھے اس عہد میں جامعہ نظامیہ کی تعلیم اور تربیت کے قواعد مرتب ہوئے بلدہ اور اضلاع میں شاخیں قایم ہونے کی تجویز منظور ہوئی نصاب اور طریقہ تعلیم کے اصلاحات کے نسبت وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات جاری ہوئے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر اس جامعہ کا تعلق حسب فرمان مبارک جناب صدر الصدور صاحب سے علیحدہ کر دیا گیا اور ۱۳۳۱ھ ف م ربیع الاول ۱۳۳۴ھ سے مولوی

جامعہ نظامیہ کا تیسرا دور ۱۳۳۴ھ تا ۔۔۔	محمد احمد صاحب دیو بندی مفتی عدالت العالیہ کے تفویض ہو آپکے عہد میں سب سے پہلے حجۃ الاسلام حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے

خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

اس خصوص میں پیشگاہ خسروی جہاں پناہی سے ذریعہ فرمان واجب الاذعان متر شدہ ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ ف ارشاد ہوا کہ

جامعہ نظامیہ کی شاہانہ سرپرستی اور اوس کا اعزاز شاہی سے ممتاز ہونا	مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی ہوئی ایک عالم و فاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت میں صرف کی اور دنیاوی معاملات سے

احتراز کیا۔ یعنی مولانا انوار اللہ صاحب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور۔ ان کا ارادہ تھا کہ اس مدرسہ میں صرف دینیات کی تعلیم دیجائے اور دوسری قسم کی تعلیم سے اس کو تعلق نہ رہے چنانچہ مولوی صاحب مرحوم و مغفور نے اکثر مجھ سے بالمشافہ بھی کہا تھا۔ چونکہ یہ مدرسہ خاص ان کا ایجاد کردہ ہے اور اُن کے بعد ان کی یادگار ہے لہذا مجھے ضروری ہے کہ اس کی بقاء و بہبودی کی طرف متوجہ ہوں۔ لہذا حکم دیتا ہوں کہ اس کا تعلق صدر الصدور سے علیحدہ کر کے خاص سید محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند (جن کا تقرر میں نے حال میں مفتی عدالت العالیہ کی خدمت پر کیا ہے) کے سپرد کیا جائے جن کو مولوی صاحب مرحوم و مغفور سے قدیم پہچانت تھی اور ایک قسم کا خلوص تھا۔ اور یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ اس مدرسہ میں جو جو خرابیاں واقع ہوئے ہیں ان کی درستی اور مدرسہ کا کام اچھی حالت میں چلنے کی غرض سے ایک کمیٹی منعقد کیجائے تین ارکین کی۔ جس میں سید محمد احمد صاحب صدر نشین کی حیثیت سے کام کریں گے اور ارکین رکن الدین صاحب اور ایک صاحب جن کو سید محمد احمد صاحب اس کام کے اہل سمجھیں مقرر ہوں۔

اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ از سر نو گذشتہ اور حال کے واقعات پر ایک نظر ڈال کر جو جو خامیاں اس میں موجود ہیں ان کو درست کرے اور اس کے انتظام سے متعلق ماہانہ راست رپورٹ بغیر کسی توسط کے صدر نشین میرے ہاں حکم مناسب یا اطلاع کی غرض سے پیش کریں جس وقت سید محمد احمد صاحب یہاں جائزہ لینے آجائیں اس وقت میرے اس حکم کی ایک نقل تعمیلاً و اطلاعاً ان کے ہاں روانہ کردیجائے اور اسی حکم سے صدر الصدور مطلع کئے جائیں پ ر (۱)

پس براہ کرم حسب فرمان خسروی جہاں پناہی تعمیل فرمائی جائے ۔

مہتممین جامعہ نظامیہ | جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے مہتمم مولوی محمد عبدالعزیز خاں صاحبؒ تا جر تھے۔ جن کا زمانہ اہتمام من ابتداء ۱۲۹۳ھ لغایۃ ۱۳۰۲ف م ۱۲۹۵ھ تک رہا۔

۲۔ دوسرے مہتمم مولوی قاضی محمدؐ امیر الدین صاحب پونیری از ۱۳۰۲ف تا ۱۳۰۷ف م ۱۳۱۵ھ

۳۔ مولوی سید یحییٰ صاحب

۴۔ مولوی احمد عبدالعلی صاحب از ۱۳۰۸ف م ۱۳ھ تا ۲ر رجب ۱۳۳۲ھ تک رہے۔

۵۔ مولوی سید ابراہیم صاحب

۶۔ مولوی محمدؐ رکن الدین صاحب

۷۔ مولوی حکیم ابوالفدا محمود احمد صاحب

۸۔ مولوی محمدؐ ولی صاحب از یکم اسفندار ۱۳۴۰ف تا ۶ر آذر ۱۳۴۲ف

حسب تجویز مجلس انتظامی ۲۷ر فروردی ۱۳۴۹ف ایک جدید جائداد مسجل کی قایم کیجا کر مولوی اکرام علی صاحبؒ کو مسجل کی خدمت پر مامور کیا گیا۔

ناظرین جامعہ نظامیہ | مولوی قاضی محمدؐ امیر الدین صاحب مہتمم کے بعد سے ناظر کی خدمت بڑھادی گئی جس کے ذمے دفتر کی تنظیم اور مراسلت وغیرہ جیسے فرائض تھے سب سے پہلے ناظر

۱۔ مولوی احمد عبدالعزیز صاحب مقرر ہوئے جو ۱۳۱۷ف سے چند سال تک رہے۔ اسکے بعد

۲۔ مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب مولانا محمدؐ رکن الدین صاحبؒ اور مولوی حکیم ابوالفدا محمودؒ احمد صاحب بھی اس خدمت پر فائز رہے ہیں ۔

---

(۱) مراسلہ صدارت العالیہ ۱۲۱۹ ۱۳۱ف نشانمثل ۲۶ ۱۳۱ف

امرائے جامعہ نظامیہ | جامعہ نظامیہ کی خدمت میر مجلسی پر حسب ذیل اصحاب مامور رہے۔

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ از ۱۲۹۲ھ تا آخر جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

۲۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب نواب صدر یار جنگ بہادر از جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ تا ربیع الاول ۱۳۴۰ھ (۱)

۳۔ جناب حافظ مولوی مفتی محمد احمد صاحب دیو بندی از ربیع الاول ۱۳۴۰ھ تا جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ [illegible]

۴۔ جناب غلام احمد صاحب محاسب جنگ ۔ (۵) نواب فخر یار جنگ بہادر از ۱۳۳۹ف تا ۱۳۴۸ف

۶ ۔ مولوی محمد عبد القدیر صاحب قادری بدایونی

معتمدین جامعہ | جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے معتمد مولانا محمد مظفر الدین صاحب معلّی تھے جن کا سلسلہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ سے ۲۵ شوال ۱۳۳۵ھ تک رہا آپ کے بعد حسب ذیل اصحاب جامعہ کی خدمت معتمدی پر مامور رہے۔

۱۔ مولانا محمد عبد اللطیف صاحب (۲) مولانا سرفراز الدین صاحب (۳) مولوی اکرام علی صاحب حال وظیفہ یاب دوم تعلقدار وصیل جامعہ (۴) مولوی محمد نقی صاحب سابق مددگار صدارت العالیہ (۵) مولوی صفی الدین صاحب ناظر دار الترجمہ (۶) نواب محاسب جنگ صدر محاسب صرف خاص مبارک (۷) مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب ناظم طبابت یونانی سرکار عالی (۸) مولوی غلام محمد صاحب المخاطب نواب محمد یار جنگ بہادر

جامعہ نظامیہ کے نظماء | جناب حافظ محمد احمد صاحب کے عہد میں مہتمم کے علاوہ ایک اور خدمت نظامت یعنی پرنسپل کی قایم کیگئی اس خدمت پر سب سے پہلے مولانا علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب (نظامیہ) استاذ حضرت والاشان شہزادگان بلند اقبال اطال اللہ عمرہما مامور ہوئے جن کا سلسلہ [illegible] شوال ۱۳۴۰ھ تک رہا۔

(۲) دوسرے ناظم مولانا مفتی سید محمود صاحب جو ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۲ھ تک رہے۔

---

(۱) حسب فرمان خسروی مرقومہ ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ یہ ارشاد مبارک شرف صدور لایا کہ مدرسۂ نظامیہ اور اشاعت علوم وفنون (مجلس اشاعۃ العلوم) کی صدر نگرانی مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی سے متعلق رہے گی اور ان کی رائے سے ایک کمیٹی مقرر ہوگی جس کے توسط سے کام جاری رہے گا اور جس کے میر مجلس وہ خود رہیں گے علاوہ اس کے سرکاری کتب خانہ آصفیہ بھی ان کی نگرانی میں رہے گا۔ از جریدہ اعلامیہ ۱۷ اردی بہشت ۱۳۲۷ف جلد ۴۹۔

(۳) تیسرے ناظم حافظ محمد ولی صاحب سابق مہتمم جیل گلبرگہ مامور ہوئے جو یکم اسفندار ۱۳۴۳ف تا ۷ر آذر ۱۳۴۶ف تک رہے۔

(۴) چوتھے ناظم مولانا محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ ابتداء ۲۵ر تیر ۱۳۴۶ف لغایتہ ۲ر اسفندار ۱۳۴۹ف

(۵) پانچویں ناظم مولوی اکرام علی صاحب سابق معتمد جامعہ از ۳ر اسفندار تا ۲۷ر فروردی ۱۳۴۹ف

(۶) چھٹے ناظم جناب محمد عبدالہادی صاحب بدایونی فرزند مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی مہتمم مجلس جو ۲۸ر فروردی ۱۳۴۹ف م ۲۲ر محرم ۱۳۵۹ھ سے مامور ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے صدر الاساتذہ | جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے صدر مدرس حجۃ الاسلام مولانا حافظ قاری محمد انوار اللہ خاں علامہ فضیلت جنگ مرحوم و مغفور تھے اور جب آپ کا تقرر ۱۳۰۸ھ میں اعلیٰ حضرت آصف جاہ سادس میر محبوب علی خان بہادر نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ سابع و حضور نظام مملکت آب شمس الملت والدین شاہ دکن و برار خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی تعلیم کے لئے عمل میں آیا تو آپ نے صدارت جامعہ پر دوسرے عالم شخص کا انتخاب فرمایا اور خود بہ نفس نفیس روزآنہ تعلیم کی نگرانی اور وقتاً فوقتاً عام انتظامات میں مشورے دیا کرتے تھے اس لحاظ سے جامعہ کی خدمت صدر الاساتذہ پر حسب ذیل اصحاب مامور رہے۔

(۱) مولانا محمد عبدالوہاب صاحب بہاری (جن کا عہد چند سال تک رہا)

(۲) مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب از ۱۳۰۷ف م ۱۳۱۵ھ تا ۱۱ آذر ...

(۳) مولانا محمد یعقوب صاحب محدث از ۱۰ر ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ تا ... ۳۰ر تیر ...

(۴) مولانا شاہ سید محمد شطاری صاحب حال صدر جامعہ ۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ سے مامور ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے مفتی | ابتداء قیام جامعہ ہی سے "افتاء" کا شعبہ قایم تھا لیکن غرہ ۱۳۲۸ھ م یکم آبان ۱۳۱۹ف سے شعبہ دار الافتاء مستقل طور پر قایم کیا گیا۔

(۱) سب سے پہلے مفتی مولانا محمد رکن الدین صاحب (نظامیہ) تھے جو غرہ رمضان ۱۳۰۸ھ سے ۲۵ر شعبان ۱۳۳۷ھ م ۲۰ر تیر ۱۳۲۸ف تک رہے۔

(۲) دوسرے مفتی مولانا سید عبدالکریم صاحب صدر الاساتذہ جامعہ تھے۔

(۳) تیسرے مفتی مولانا محمد یعقوب صاحب صدر الاساتذہ جامعہ تھے۔

(۴) چوتھے مفتی مولانا سید مخدوم حسینی صاحب (نظامیہ) شیخ الفقہ جامعہ میں جن کی مسلمہ قابلیت شہرۂ آفاق ہے عدالت العالیہ سرکار عالی کی خدمت افتاء کو ۱۴ سال تک نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے مسئلہ جبایات سے متعلق جو کتاب حکومت کی جانب سے ترتیب دی جارہی ہے اس میں مولانا موصوف کی مساعی خاص طور پر شامل ہیں اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اصل مرتب کا اعزاز مولانا موصوف کو ہی حاصل رہا ہے۔

جامعہ نظامیہ کے نائب مفتی | دار الافتاء جامعہ کے سب سے پہلے نائب مفتی مولانا محمد رحیم الدین صاحب [illegible] سے [illegible] تک رہے۔

(۲) دوسرے نائب مفتی مولانا ابو الوفا صاحب صدر مجلس علمی احیاء المعارف النعمانیہ

(۳) تیسرے نائب مفتی مولانا سید احمد صاحب رضوی المتوفی ۱۳ آبان [illegible] ف م ۱۲ جمادی الثانی [illegible]ھ

(۴) چوتھے نائب مفتی مولانا محمد عبد القادر صاحب المتوفی ۲۷ آبان [illegible] ف م ۳ ربیع الثانی [illegible]ھ

عہدہ داران اقامت خانہ | جامعہ نظامیہ میں ابتداء سے اقامت خانہ کا نظم بھی ہے جس میں غیر مستطیع اور شوقین طلبہ کے لئے طعام و لباس اور ان کی رہائش کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے اس شعبہ کے انتظامات کے لئے جو اصحاب مامور ہوئے وہ سب داروغہ (منتظم طعام خانہ) مطبخ کے نام سے موسوم رہے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) مولوی محمد عبد القادر صاحب (۲) مولوی نذیر احمد صاحب (۳) مولوی محمد عثمان صاحب بلگامی (۴) مولوی شیخ عثمان صاحب بیلری (۵) مولوی محمد یٰسین صاحب (۶) مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب (۷) مولوی قاری محمد عبد الرزاق صاحب (۸) مولوی سید محی الدین صاحب (۹) مولوی محمد عبد الرشید صاحب (۱۰) مولوی سید زین العابدین صاحب (۱۱) مولوی محمد ابراہیم صاحب اور اس وقت مطبخ کے انتظامات کو عمدگی سے انجام دے رہے ہیں جو طلبہ اور اساتذہ میں "دادا" کے نام سے موسوم اور ہر دلعزیز ہیں۔

دواخانہ | چونکہ جامعہ نظامیہ میں شب و روز طلبہ کی رہائش کا انتظام ہے اور ان کے جملہ ضروریات کا تعلق جامعہ ہی سے ہے اس لئے ان کی صحت کی حفاظت اور صحت سے متعلق مشورے دینے کی غرض سے ایک طبیب بھی مامور ہے جن کے نام پچاس ماہوار کی امداد سرکار سے اجرا ہوئی ہے (۱)

---

(۱) احکام محکمۂ سرکار صیغہ طبابت یونانی ۲۵ یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ م ۷ فروردی ۱۳۲۲ف

(۱) سب سے پہلے طبیب مولوی حکیم محمد حسین صاحب (نظامیہ)

(۲) دوسرے طبیب مولانا حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب (نظامیہ)

(۳) تیسرے طبیب جناب حکیم امام بخش صاحب کامل (نظامیہ) جو اس وقت اپنی خدمت کو اعلیٰ قابلیت اور نہایت خوبی سے بلا شکایت انجام دے رہے ہیں۔

تیسرے دَور کے بعض حالات | مولوی حافظ محمد احمد صاحب کی میرمجلسی کے ساتھ حسب فرمان خسروی مرقومہ ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۷ھ مجلس شوریٰ کے حسب ذیل اراکین مقرر ہوئے۔

۱۔ مولانا محمد رکن الدین صاحب استاذ حضرت ولیعہد بہادر رکن و ناظم جامعہ

۲۔ مولوی غلام احمد صاحب (نواب محاسب جنگ مرحوم) صدر محاسب صرفِ خاص مبارک رکن

۳۔ مولوی محمد عبد الحی صاحب فرزند مولوی محمد عبد الرحمن صاحب سہارنپوری رکن

۴۔ مولوی صفی الدین صاحب ناظر دار الترجمہ سرکار عالی رکن و معتمد (۱)

مولوی حافظ محمد احمد صاحب نے تجاویز اصلاح جامعہ نظامیہ سے متعلق بارگاہ خسروی میں ایک یادداشت پیش فرمائی جس کے بموجب حکم ہوا کہ۔

۱۔ مدرسہ میں دو شاخیں قایم کی جائیں۔

الف۔ ایک میں مولانا مرحوم کے منشاء کے مطابق علوم عربیہ دینیہ کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی دیجائے اس شاخ کا انتظام و خرچہ الگ رہے گا۔

(ب) اور دوسری شاخ میں الخدمات شرعیہ کے لڑکوں کو معمولی فقہ و عقائد کی تعلیم دیجائے گی جس کا انتظام جداگانہ ہوگا۔ محکمہ صدارت العالیہ کے ذریعہ خرچہ ادا ہوگا ان دونوں شاخوں کا انتظام ایک ہی ناظم (پرنسپل) کے ماتحت رہے گا جو کمیٹی انتظامی کے پاس ذمہ دار رہیگا۔

۲۔ میری منظوری کے بعد جو دستور العمل نصاب نافذ ہوگا اس میں کوئی کمی بیشی تغیر و تبدل میری منظوری کے بغیر نہ ہوسکیگا۔

۳۔ مدرسہ کیلئے پرنسپال یعنی ناظم کا انتخاب و مستقل تقرر خود میں منتاقب کروں گا۔ اس وقت تا حکم ثانی مولوی رکن الدین صاحب منصرمانہ حیثیت سے ناظم کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ (۲)

---

(۱) فرمان مبارک ۱۱ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۷ھ (۲) ملاحظہ ہو فرمان مبارک ۲۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۷ھ

مولوی محمد عبدالحی صاحب مولوی خلیل الرحمن صاحب اور مولوی مظہر الحق صاحب وکلاء ہائیکورٹ کا مدرسہ نظامیہ کی رکنیت پر تقرر عمل میں آیا۔

ضابطہ مدرسہ نظامیہ کی منظوری حضرت حافظ صاحب کے عہد میں جامعہ نظامیہ کیلئے ایک ضابطہ منظور ہوا جس میں ناظم جامعہ کے لئے یہ فرمان شرف صدور پایا کہ

ناظم مدرسہ کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم با استعداد۔ ذی اثر۔ با وجاہت اور قوت انتظامی رکھنے والا ہو اور ناظم تعلیم کا قیام شب و روز احاطہ مدرسہ میں لازم ہوگا۔

کامل دو تین سال تک شرائط ضابطہ کے موافق ناظم جامعہ نظامیہ کی خدمت پر تقررات عمل میں آتے رہے بعد میں منشاء ضابطہ کے خلاف نظامت پر ایک غیر عالم کو مامور فرمایا گیا جس کی وجہ سے جامعہ نظامیہ کو عہد ماضی میں جو کچھ ترقی حاصل ہوئی تھی اور اس کے جو کچھ آثار موجود تھے وہ سب جاتے رہے علاوہ انتظامی میں اضافہ ہوا مدرسہ کی رقم پانی کی طرح خرچ میں لائی گئی جیسا کہ مولوی سید خورشید علی نائب ناظم دفتر دیوانی ومال نے اپنی رپورٹ میں جو محکمہ سرکار میں پیش فرمائی ہے اس میں بتلایا ہے کہ مولانا فضیلت جنگ مرحوم کے وفات کے وقت مدرسہ کی سلک میں کئی ہزار کا ایک معقول پس انداز جمع تھا اب وہ بات باقی نہیں رہی ہے اور چرم قربانی وغیرہ کے سوا اہل خیر سے کسی معقول عطیہ یا آمدنی کا بظاہر کوئی سلسلہ نہیں ہے نتیجہ یہ ہے کہ اب اس مدرسہ کی بقاء وفلاح کا دارومدار بالکل سرکار عالی کی ماہواری امداد پر ہے اور اس کی قومی آمدنی تقریباً مسدود ہو چکی ہے بانی جامعہ کے ایام حیات میں مدرسہ نظامیہ کی فیض بخشیاں دور دراز ممالک تک اپنا اثر پہونچاتی تھیں لیکن اب دائرہ اس قدر وسیع نہیں رہا اور نہ اعلیٰ تعلیم کا شعبہ چنداں نمایاں ہے طلبہ میں سے بعض کے متعلق شاید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مدرسہ کی مہمان نوازی سے مستفید ہوتے ہیں غرض یہ رپورٹ کے چند فقرے تھے جس سے واضح ہوگا کہ اس عہد میں جامعہ نظامیہ کو کسی قسم کی کوئی ترقی نصیب نہیں ہوئی

مولانا محمد رکن الدین صاحب استاد حضرت والا شان ولیعہد بہادر اور مولوی صفی الدین صاحب نظامت اور معتمدی سے سبکدوش کردئے گئے مولوی حکیم محمد وحید الدین صاحب عالی اور مولوی مفتی محمد عبداللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ اور مولوی حکیم مقصود علی خان صاحب کا انتخاب رکنیت انتظامی کی خدمت پر عمل میں آیا

(۱) ملاحظہ ہو مثل صدارت العالیہ ــــ بابتہ ــــ

مولانا محمد رکن الدین صاحب نظامت پر صرف ایک سال ۱۲؍ ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۹ھ تک رہے اسکے بعد دو سال تک مولانا مفتی سید محمود صاحب کا تقرر عمل میں آیا جو ۱۳۴۲ھ تک اس خدمت کو عمدگی سے انجام دیتے رہے اور اسی سال جامعہ نظامیہ کے ہمدرد و علم دوست علماء مولانا مفتی سید محمود صاحب اور مولانا حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب خدمت نظامت اور مہتممی سے علحدہ ہوئے اور ان دونوں کی خدمت پر حافظ محمد ولی صاحب سابق مہتمم جیل گلبرگہ کا جامعہ نظامیہ جیسے عالیشان درسگاہ کی خدمت نظامت پر انتخاب عمل میں آیا

یہ واقعات جو لکھے گئے ان کی حیثیت تاریخ کی ہے جامعہ کی تاریخ کے سلسلہ میں یہ ہر مورخ کیلئے ضروری ہے کہ اس عہد کے واقعات کو بلا کسی تغیر کے لکھے تاکہ آنے والی نسل کیلئے سبق ہو

صاحب مطلع انوار نے بتلایا ہے کہ

”مولانا کے وصال کے بعد اسلامی اخوت تو رہی ایک طرف“ جذبہ دینی ایک طرف ملکی اور غیر ملکی کے تباہ کن احساسات نے مدرسہ نظامیہ کو اس حال پر پہونچا دیا کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے خدا اپنے حبیب کے تصدق سے اس کو اعدا کے ہاتھوں محفوظ رکھے [1]

جامعہ نظامیہ کا چوتھا دور مولانا مفتی محمد احمد صاحب تقریباً ۱۳۴۴ھ تک خدمت میر مجلس پر رہے اس کے بعد جامعہ نظامیہ کا جملہ انتظام نواب محاسب جنگ مرحوم معتمد جامعہ کے تفویض ہوا

اس عہد میں بھی مولوی محمد ولی صاحب خدمت نظامت پر رہے اور جامعہ کے نظم تعلیم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی البتہ اقامت خانہ اور امتحانات کے قواعد مرتب و نافذ ہوئے عملہ دفتر کی علی حالہ زیادتی رہی اس عہد میں بھی جامعہ کو کسی قسم کی ترقی نصیب نہیں ہوئی

حسب احکام سرکار مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی کے عہدہ افتاء کا کام جامعہ نظامیہ کے تفویض ہوا مولانا مفتی سید محمد رحیم حسینی صاحب (نظامیہ) مفتی و شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ نے اس خدمت کو نہایت کمال سے انجام دیتے رہے توقع تھی کہ مجلس عالیہ عدالت کی خدمت افتاء دائمی طور پر جامعہ نظامیہ کے تفویض رہیگی لیکن چند سال کے بعد اس خدمت کا تعلق جامعہ سے جاتا رہا

اس عہد میں میر مجلس پر کسی کا انتخاب عمل میں نہیں آیا معتمد جامعہ ہی بحیثیت میر مجلس جملہ انتظامات جامعہ انجام دیتے رہے مجلس مشوری کے حسب ذیل اصحاب تھے۔

(۱) مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب ناظم طبابت یونانی سرکار عالی

(۱) مطلع الانوار صفحہ (۷۸)

۱۔ مولوی غلام احمد محاسب جنگ بہادر معتمد
۲۔ مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ رکن
۳۔ مولوی سید وحید باد شاہ صاحب قادری رکن
۴۔ مولوی سید پیراں قادری صاحب بی۔ اے۔

محاسب جنگ بہادر کے عہد میں مدرسہ نظامیہ کی اصلاح و ترقی سے متعلق متعدد تحریکات اخبارات میں شائع ہوتے رہے ایڈیٹر صاحب رہبر دکن نے کئی مرتبہ ایڈیٹوریل نوٹ لکھے ملک کے تمام نظامیین ایک مرکز پر جمع ہوئے۔ اس طرح ۱۳۴۶ھ ف میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی تنظیم جدید عمل میں آئی یہ انجمن کسی ذاتی اغراض کے تحت قائم نہیں کیگئی بلکہ اس کے مقاصد میں اصلاح و ترقی جامعہ نظامیہ کا عنصر غالب تھا و نیز اصلاح مسلمانان اس کا اہم نصب العین تھا جس کی اس وقت ملک میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ اس تاریخ سے ملک میں اس تحریک کو عام مقبولیت نصیب ہوئی اور انجمن نے اس تھوڑے سے وقت میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ملک میں احساس اور افراد ملک کے پژمردہ جذبات میں اشتعال پیدا کرا دیا جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کا ہر فرد جامعہ نظامیہ سے ہمدردی اور تعاون کو اپنا فرض تصور کرتا ہے۔ نواب محاسب جنگ مرحوم کا ۱۳۴۹ھ میں انتقال ہوا ہمدردان جامعہ نظامیہ اور اراکین جامعہ کے مشوروں سے نواب فخر یار جنگ بہادر کی میر مجلسی اور نواب محمد یار جنگ کی معتمدی کیلئے سرپرست جامعہ حضرت اقدس و اعلیٰ کے ملاحظہ میں معروضہ پیش کیا گیا جس کو منظوری کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ اس روز سے جامعہ نظامیہ کی زندگی میں ایک نئی روح پیدا ہوئی اور اس کا یہ اثر ہوا کہ مجلس انتظامی جامعہ میں بالالتزام فارغین نظامیہ کی شرکت اور ان کی نمائندگی لازمی اور ضروری قرار دیگئی۔

جامعہ نظامیہ کا پانچواں دور حسب فرمان خسروی جامعہ نظامیہ کی خدمت میر مجلسی پر نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام فینانس کا تقرر عمل میں آیا۔ آپ کے عہد میں حسب ذیل انتظامی ارکان منتخب ہوئے۔

۱۔ مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی (۲) مولانا سید وحید باد شاہ صاحب قادری موسوی (۳) نظامیین کی جانب سے مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب (۴) مولانا سید محمد باد شاہ صاحب

قادری (۵) مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب (۶) نواب محمد یار جنگ بہادر معتمد مدرسہ۔

اس عہد میں بھی ایک طویل عرصہ تک محمد ولی صاحب ہی نظامت کی خدمت پر رہے۔ مدرسہ کے نصاب میں تبدیلی ہوئی۔ قواعد امتحانات کی ترتیب عمل میں آئی۔ اسناد نظامیہ کا ایک حد تک مناسب تصفیہ عمل میں آیا ملازمین مدرسہ کے وظیفہ حسن خدمت کی کارروائی طے کیگئی لیکن مدرسہ نظامیہ میں جو روح پیدا ہوئی تھی وہ نہیں ہوسکی اور نہ مدرسہ کی سابقہ شہرت علمی واپس آئی۔ غرض یہ عہد بھی ایسا کامیاب نہیں رہا جیسی توقع تھی۔

اس میں شک نہیں ہمارے نواب فخر یار جنگ بہادر نہایت محتاط اور دوراندیش بزرگ ہیں۔ اور ہر وقت موصوف کو مدرسہ نظامیہ کی ترقی کا خیال رہا لیکن فینانس کے کاروبار سے اتنی فرصت نہیں ملی کہ جس کے سبب وہ مدرسہ کے کاروبار میں زیادہ حصہ لے سکیں دوسری وجہ یہ بھی کہ نواب صاحب موصوف کی صحت اچھی نہیں رہی غرض چند ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ جس کی وجہ سے مدرسہ نظامیہ کے مقاصد و اغراض میں وسعت نہیں ہوئی۔ آپ کے مبارک عہد میں بضمن سلور جوبلی جامعہ نظامیہ کی جانب سے حضرت جلالت مآب شاہ دکن و برار کے ملاحظہ میں "شمس الملت والدین" جیسے الفاظ کے اضافہ کی خواہش کیگئی جو منظور ہوئی۔ آخر اوائل سال ۱۳۴۹ف میں خدمت معتمدی سے مستعفی ہوگئے۔

کتب خانہ | حضرت بانی علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۲ھ م ۱۳۱۳ف میں اساتذہ اور طلبہ کی ضروریات کے لئے ایک کتب خانہ قائم فرمایا اور اس کا نام امداد المعارف تجویز فرمایا جس میں علوم و فنون کے بہت سے نوادر و ذخائر علمی فراہم و جمع کئے گئے ہیں جو اپنی نوعیت میں انمول ہیں اسی کتب خانہ میں مجالس (۱) طلبہ کے کتب خانے بھی ضم کردئے گئے اس کے علاوہ درسیات کا بھی کتب خانہ ہے۔ جہاں سے طلبہ کو درسی کتابیں پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں جس میں ہر فن کے متعدد نسخے موجود ہیں

کتب خانہ دارالافتاء | اس کتب خانہ میں فقہ مذاہب اربعہ کے مستند اور معتبر فتاوے موجود ہیں جن سے حضرت مفتی صاحب کو ترتیب فتاوی میں مدد ملا کرتی ہے یا وہ طلبہ جو تحقیقاتی کام انجام دیتے ہیں ان کے لئے اس کتب خانہ کی کتابیں کارآمد اور مفید ہوتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ کی آمدنی | جامعہ نظامیہ کی ابتدا ہی توکل علی اللہ پر ہوئی۔ اس لئے ایک عرصہ تک

---

(۱) انجمن معراج الاسلام۔ انجمن مخزن الانوار

قومی تائید سے چلتا رہا۔ ۲۴ر جمادی الاول ۱۳۰۹ھ میں سرکار عالی کی جانب سے پچاس ماہوار جاری ہوئی اسی طرح ۱۳۱۰ھ میں ایکسو اور ۱۳۱۴ھ میں اور ایکسو جملہ دوسو ماہوار کی امداد جاری ہوئی[1] اور ۱۳۱۵ھ میں مزید پانچسو جملہ سات سو کی امداد جاری ہوئی اور ۱۳۱۷ھ میں جبکہ اعلیحضرت جلالتمآب شمس الملت والدین کی فیاضانہ نظر پڑی تو اسکی ماہوار امداد دوہزار تک کردی گئی حضرت بانی علیہ الرحمہ کی آخری تحریک اضافہ بھی بعہد میر مجلسی نواب صدر یار جنگ بہادر منظور فرمائی جاکر جملہ ڈھائی ہزار امداد ماہوار قرار دیگئی جس کی وجہ سے اس دینی جامعہ کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی۔

چونکہ ڈھائی ہزار کی امداد اس جامعہ کی ضروریات کیلئے غیر مکتفی ہورہی تھی۔ مولوی محمد احمد صاحب کے میر مجلسی کے عہد میں اضافہ کے متعلق ذریعہ فرمان مبارک مرقومہ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ یہ فرمان شرف صدور لایا کہ صیغہ فینانس کی رائے پیش ہو جس کی بناء پر سررشتہ فینانس نے مولوی خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی ومال کو مدرسہ نظامیہ کی تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا اور بعد تحقیقات صاحب

خورشید علی کمیٹی موصوف نے اپنی رپورٹ میں اس امر کو ظاہر کیا کہ مدرسہ نظامیہ کی انتظامی حالت بعض ضروری اصلاحات اور توجہ کے قابل ہے۔ عملہ تدریس سرکار کی توجہ کا مستحق ہے اس مدرسہ کو سرکاری کردینا اس کی حفاظت اور استحکام کا موجب ہوگا اس یادداشت پر محکمہ فینانس نے ذریعہ عرضداشت ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ بارگاہ جہاں پناہی میں عرض کیا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں مذہبی تعلیم کی گنجائش کے کل مسئلہ کیلئے ایک کمیٹی کا انعقاد ضروری ہے تاکہ مذہبی تعلیم کے لئے کوئی مکمل اسکیم مرتب کیجاکر نافذ کیجاسکے چنانچہ اس خصوص میں بارگاہ خسروی سے ذریعہ فرمان مبارک مرقومہ ۱۴ر جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ یہ حکم محکم شرف صدور لایا کہ :۔

اس عام مسئلہ پر غور کرنے کے لئے حسب ذیل اراکین کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔

شیروانی کمیٹی (۱) مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی صدر نشین

(۲) ناظم امور مذہبی رکن (۳) نائب ناظم تعلیمات رکن (۴) پرنسپل جامعہ عثمانیہ

(۵) مولوی محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی رکن (۶) مولوی خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی ومال رکن

---

(۱) اجرائی امداد کی ابتدائی کارروائیوں میں نواب عماد الملک مرحوم ناظم تعلیمات سرکار عالی کا بھی خاص حصہ رہا ہے کیونکہ نواب صاحب موصوف کو عربی تعلیم سے خاص شغف تھا اس لئے موصوف نے جامعہ نظامیہ کی امدادی کارروائی میں ہر وقت ممکنہ مدد فرمائی۔

مندکرہ صدر کمیٹی کے متعدد اجلاس ہوئے بالآخر ۳۰ شہریور ۱۳۴۲ف کے اجلاس میں قرار پایا کہ
(۱) جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت تعلیمی اور انتظامی بالکل درست نہیں ہے۔ فوری اصلاح کی محتاج ہے
(۲) جامعہ کو سرکاری کردیا جائے (۳) جامعہ کے انتظام کے لئے بورڈ آف گورنرس قایم کیا جائے،
جس کے ارکان حسب ذیل ہو۔

۱۔ صدر الصدور (۲) مفتی صاحب عدالت العالیہ (۳) معتمد صاحب فنیانس (۴) ناظم صاحب تعلیمات (۵) ایک عالم جید حیدرآباد کے علماء سے (۶) سابق طلبہ جامعہ نظامیہ میں سے ایک عالم۔

۴۔ بورڈ آف گورنرس کے ارکان مسلمان ہونے چاہئیں اگر کوئی غیر مسلم ہو تو ان کی جگہ محکمہ مذکور کے دوسرے مسلمان حاکم کا انتخاب ہو۔

۵۔ اس کمیٹی کی رائے میں مولانا فضیلت جنگ نے جس اصول پر جامعہ کو قایم فرمایا تھا وہ ہمیشہ پیش نظر رکھے جائیں۔

سنا گیا کہ اس کارروائی کا ہنوز کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ باوجود اس کے کہ فنیانس نے بھی اصولی طور پر رپورٹ سے اتفاق کرلیا ہے لیکن ابھی تک بارگاہ جہاں پناہی میں پیش نہ ہوسکی جس کو (۸) سال کا عرصہ ہوتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمدردان تعلیم جامعہ نظامیہ نے اپنی درخواست کے ذریعہ حکومت سے استدعا کی تھی کہ مدرسہ نظامیہ کے ابتدائی اور انتہائی دور میں قوم کی اعانت رہی ہے اور قومی اعانت ہر طرح سرکاری اعانت کے مقابل میں زیادہ رہی ہے اس اعتبار سے مدرسہ کی حیثیت سرکاری قرار نہ دیجائے بلکہ اس کو قومی حیثیت سے باقی رکھا جائے۔ سنا گیا کہ حکومت نے صدر مدرسہ نواب فخر یار جنگ بہادر سے اس خصوص میں رائے طلب فرمائی تھی[1] مگر نواب صاحب نے اپنی کوئی رائے نہیں دی اور آخر ۱۳۴۸ف میں خدمت میر مجلسی مدرسہ اور فنیانس سے مستعفی ہو گئے

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ

مقاصد جامعہ نظامیہ کی ترقی اور توسیع کی غرض سے جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل اصحاب نے ایک مجلس سمی بہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ قایم کی اس مجلس کے مقاصد میں ترقی جامعہ نظامیہ

۱۔ اخبار رہبر دکن بہمن ۱۳۴۹ف

علاوہ ترقی ملک وملت کے ابتدا ہی شریک ہیں۔

اس مجلس کی تنظیم جدید ۱۳۶۲ف میں عمل میں آئی اس تاریخ سے فارغین نظامیہ میں نہ صرف ملک وملت کی خدمت کا خاص طور پر احساس پیدا ہوا بلکہ ان کے پژمردہ جذبات میں اشتعال پیدا ہوا۔ نظامیہ برادری کی تنظیم شروع ہوئی جس کا نتیجہ ہے کہ ملک پہلے سے زیادہ نظامئین کے خدمات سے واقف ہوا، اور آج آنکے ساتھ تعاون عمل کرنے پر آمادہ نظر آتا ہے۔ ذیل میں نظامئین کے تعلیمی اور سیاسی خدمات کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے جس سے جمعیتہ کی کارگزاری وکارروائی کا صحیح علم ہوسکیگا۔

جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت اور اس کی اصلاح جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت کا اگر اندازہ کرنا چاہتے ہو تو ایک مریض جاں بلب کے بستر مرگ کو دیکھو یا پرانے کھنڈروں کو دیکھو جہاں کی بہت سی دیواریں گر چکی ہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی گرنے کے قریب ہے ظاہر میں مدرسہ ہے، مدرسین ہیں، طالبعلم ہیں مگر نہ کوئی تعلیمی روح ہے اور نہ نفخ روح کرنے والا ہے۔ جس کے اندر کسمپرسی تباہی اور بربادی کے سوا اور کوئی آثار نظر نہیں آتے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے متعدد مرتبہ ارباب جامعہ کو توجہ دلاتے رہے کہ جامعہ نظامیہ میں نفخ روح کے اسباب پیدا کرنے کیلئے بہترین اور قابل عالم کو ناظم جامعہ بنایا جائے اور حسب ذیل طریقے اختیار کئے جائیں تو امید ہے کہ جامعہ حقیقی معنوں میں اسلام کی خدمت گزار بن سکے۔

۱۔ موجودہ نصاب تعلیم میں اصلاح اور امتحانات کے قواعد کی ترتیب کیلئے ایک مجلس تعلیمی مقرر کی جائے۔

۲۔ موجودہ نظام تعلیم کو برقرار رکھکر ایک ایسے شعبے کا بھی افتتاح کیا جائے جس میں جماعت بندی کی قید نہ ہو۔

۳۔ تحتانی تعلیم اور ان کے اقامت خانے کا انتظام فوقانی تعلیم اور ان کے اقامت خانے سے بالکل علیحدہ رکھا جائے۔

۴۔ طلبہ کی تعلیم و تربیت پر خاص نگرانی رکھی جائے۔

۵۔ جامعہ میں چند مفید صنعتی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

۶۔ اصول جامعہ کے مطابق بلدہ اور اضلاع میں شاخیں قایم کی جائیں۔

۷ - فراہمی سرمایہ کیلئے قوم سے درخواست کیجائے ۔

۸ - جامعہ نظامیہ بالکلیہ غیر سرکاری رہے ۔

اصلاح نصاب کی تحریک | جامعہ نظامیہ کے طریق تعلیم اور نصاب تعلیم کے اصلاحی سلسلہ میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ۱۳۴۵ف میں ایک یادداشت مرتب اور منظور کرکے ارباب مدرسہ سے خواہش کیگئی کہ وہ اس یادداشت پر غور کرکے اصلاح تعلیم جامعہ نظامیہ کی فکر کریں تاکہ یہاں کے طلبہ علوم دینیہ کی واقفیت کی وجہ سے اہل دنیا کے سامنے محتاج اور بیکار نہ رہیں اور جو امور یا علوم طلبہ کی تہذیب اور اصلاح اخلاق کیلئے مفید سمجھے جائیں ان کے اجراء میں حتی الامکان سعی کیجائے

اس وقت ہمارے ملک میں قدیم اور جدید دونوں قسم کا نظام تعلیم رائج ہے اور آج اُسے سب بُرا کہہ رہے ہیں کیونکہ یہ نظام کسی وقت بھی ہماری قومی اور مذہبی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکا باوجود اس کے یہ برابر جاری ہے ۔

آج جبکہ دنیا تیزی سے بدل رہی ہے اور دنیا کے قوموں کی زندگی میں نمایاں تغیر ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں ہمارے نظام تعلیم میں بھی ایسی تبدیلی ہونی چاہیئے جس سے قوم کے مردہ جسم میں جان ڈال دے ۔

ہمارے پچھلے نظام تعلیم کا مقصد وہ مذہب کی خدمت اور اس کے زیر سایہ علوم فنون کی تحصیل تھا جس کا اثر یہ تھا کہ تعلیم نظام زندگی میں ایک دنیوی نہیں بلکہ ایک مذہبی فریضہ تھا دین کا ولولہ اور مذہب کا جوش ان کی زندگی کی روح تھی گو اس کا نظام تعلیم کتنا ہی برا ہو لیکن جو مقصد ہمارے پچھلے نظام تعلیم کا رہا ہے وہ کسی طرح تبدیل کے قابل نہیں ۔ البتہ اس کے نظام تعلیم میں ایسا تغیر پیدا کریں جس سے اصل مقصد کا اصول جلد تر اور صحیح معنوں میں ہو سکے ۔

آج کل قریب قریب سب تعلیم گاہوں میں ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم دیجاتی ہے اور ان سب کی مجموعی تعداد (۱۷) سال ہے اور یہی حالت ہمارے مذہبی تعلیم گاہوں کی ہے اس میں کمی کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے تاکہ ایک طالب العلم جس کا مقصد علم کو علم کیلئے پڑھنا ہو اس کے لئے سخت صعوبتیں حائل ہوتی رہتی ہیں اور تمام عمر مدت مقررہ کی تکمیل میں صرف ہو جاتی ہے ۔ اور جب وہ زندگی کے دوسرے شعبے میں داخل ہوتا ہے تو ایسے وقت نہ وہ دین کی خدمت اچھی

طرح انجام دیسکتا ہے اور نہ دنیادی شعبہ میں وہ کامیاب رہتا ہے۔ غرض مذہبی مدارس کے سب طلبہ ان مشکلات میں مبتلا ہیں اس لئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نہایت غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ پچھلی تعلیم کا جو مقصد تعلیم ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کیجائے بلکہ نظام تعلیم میں ذیل کی تبدیلیاں کی جائیں تو توقع ہے کہ جو مشکلات مذہبی تعلیم پانے والوں کے لئے آج پیش آرہی ہیں ان میں کمی ہوجائے گی اور عوام مسلمین میں دینی تعلیم کی رغبت وتحریص کا خاص احساس پیدا ہوجائے گا۔

۱۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم پر پوری توجہ کی جائے اور ان کی استعداد کے موافق ایسا نصاب مرتب کریں جو سادہ سے سادہ سہل سے سہل ہو

۲۔ موجودہ مدت تعلیم میں کمی۔

۳۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے بہتر نصاب کا مرتب کرنا جس کا جزاول دینیات سے متعلق رہے اور دوسرا حصہ علوم عقلیہ کا جن کے پڑھنے سے فائدہ ہو اور جن کی ترتیب میں ایسے اصول شامل ہوں جو آخری تمام تر اسلامی علوم کہلائے جاسکیں۔ اگر اس قسم کی کتابیں مصر یا دیگر ممالک میں مل سکیں تو انہیں شامل کرلیا جائے ورنہ علوم عقلیہ قدیمہ کے ساتھ جدید اصول عقلیہ کو بمطابقت سے تعلیم دلائی جائے اور اس قسم کے تمام امور کو جمع کرنے کا نظم رکھیں تو آخر میں ایک مستقل تالیف کی شکل اختیار ہوجاتی ہے اور اس طرح چند عرصہ کے بعد علوم عقلیہ کا تمام مواد اسلامی نقطہ نظر کے تحت ہماری زبان میں شریک ہوجاتا ہے۔

جماعت بندی کا موجودہ نظام یکسر علیحدہ کرنے کے قابل ہے اگر اس طریقہ عمل میں قدیم اصول کو رکھتے ہوئے چند اضافے اشارات کے ساتھ ترمیم کریں تو یقین ہے کہ ہماری موجودہ مدت تعلیم میں بہتر اور مناسب کمی ہوسکتی ہے اس کی تشکیل حسب ذیل طریقوں پر ہوسکیگی۔

۱۔ کل مدت تعلیم ۱۴ سال رکھی جائے۔ منزل ابتدائی کے لئے ۷ سال، منزل ثانوی کے لئے ۶ سال اور تکمیل کے لئے ایک سال، اس طرح پر کہ ان تمام منازل کی تعلیم جماعت بندی سے نہ ہو بلکہ کتابوں کی جماعت بندی ہو۔ البتہ امتحان جماعت بندی کے طریقہ پر لیا جائے اس طریقہ عمل میں سہولت یہ ہوگی کہ طالب علم اپنی استعداد کے موافق سال میں کئی کتابیں ختم کرسکیگا اور ان

کتابوں میں کافی مہارت بھی حاصل کر سکیگا اس طریقۂ عمل میں یہ بھی فائدہ ہے کہ جو طلبہ سب سے زیادہ ذہین اور شوقین و محنتی ہوں گے وہ ۱۴ سال کے بجائے ۱۲ سال میں تحصیل علم سے فارغ ہوجائیں گے۔

ہر منزل تا نوی کے دوسرے سال مولوی۔ عالم اور فاضل کے نام سے اسناد دیجائیں اور ایک سال تکمیل کیلئے کافی ہوگا فنون واری تکمیل ہوگی۔ فن حدیث میں دورہ حدیث بھی شامل رہے گا۔

(۲) مندرجہ بالا قاعدے کے فوائد اسی وقت ظہور میں آئیں گے جبکہ بچوں کی ابتدائی تعلیم قاعدے کے تحت اور تعلیم پر خاص نگرانی رہے۔

ان سب امور بالا میں نگرانی تعلیم اور بہتر نصاب کے ترتیب کی شدید ضرورت رہے گی۔

اسی طرح امتحانات کے موجودہ طریقۂ عمل میں بھی بہت کچھ اصلاح اور ترمیم کی ضرورت ہے جو طریقہ اس وقت چل رہا ہے وہ فائدہ بخش نہیں اگر ہمارا مقصود اچھے کام کرنے والے قابل رہنماؤں کو نکالنے کا ہے تو طریقہ امتحانات میں سخت تبدیلی کی ضرورت ہے وہ اس طور پر کہ بعض مضامین کا امتحان تحریری لیا جائے اور بعض کا تقریری لیتے وقت ممتحنین اپنی قابلیت کا اظہار نہ کرے بلکہ ممتحنین اس امر کو سمجھنے کی کوشش کرے کہ ایک لڑکے نے نفس مضمون کو کس حد تک سمجھا ہے یا کس حد تک ان مضامین سے واقفیت حاصل کی ہے۔

جب مدت تعلیم میں خاطر خواہ کمی ہوجائے گی اور ایک طالبعلم نہایت قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہوجائے گا تو وہ اس کے بعد زبان دانی کی حیثیت سے کسی دوسری زبان کی تحصیل کر سکیگا اور اس کو اجنبی زبان کے سیکھنے میں ایک اچھی مدت مل سکیگی۔

ہماری یہ بھی رائے ہے کہ جامعہ نظامیہ میں طب یونانی اور وکالت کی تعلیم کا بھی مناسب انتظام ہو اور ان جماعتوں میں تعلیم پانے والوں کیلئے ممکنہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

مدرسہ نظامیہ کے بجائے جامعہ نظامیہ کا استعمال

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نہایت سوچ بچار کے بعد اس کے مظاہر حیات کے اظہار کے لئے اولاً جشن ساٹھ سالہ کی تجویز منظور کی اور سنہ ۱۳۴۱ف میں مجلس عاملہ نے یہ قرارداد منظور کی کہ ہر سال بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ جامعہ نظامیہ کے یوم تاسیس کی تقریب منائی جائے اس تجویز کے دوران میں مجلس عاملہ انجمن نے سب سے پہلے سنہ ۱۳۴۳ف میں یہ قرارداد بھی منظور کی کہ مدرسہ نظامیہ میں ابتدائی اور انتہائی تعلیم قابل اطمینان طریقے پر دیجاتی ہے اور

جس کا ماضی عالم اسلام میں ممتاز رہا ہے اور مستقل طور پر اپنے میں جامعہ کی خصوصیات بھی رکھتا ہے تو خصوصیات جامعہ کوئی نہیں کہ حکومت اور عوام جامعہ نظامیہ کو مدرسہ نظامیہ سے خطاب کرے اس منظورہ قرارداد کے بعد انجمن نے جامعہ کے لفظ کا اعلان کیا اور قابل شکریات یہ ہے کہ عوام اور حکومت دونوں نے متفقہ طور پر آج مدرسہ نظامیہ کو جامعہ نظامیہ سے خطاب کر رہی ہے اور اس کی ترقی و اصلاح کی فکروں میں مصروف عمل ہے۔

نواب صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کی تقریر

عالیجناب نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی نے یوم موسس جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کے جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مولانا محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ میرے مخلص دوست تھے انہوں نے جامعہ نظامیہ کے متعلق کئی مرتبہ ذکر فرمایا تھا۔ میں نے ہر وقت امداد کا وعدہ کیا اور میں انشاء اللہ اس وعدہ کو پورا کروں گا واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت اقدس و اعلیٰ اس جامعہ کو بلند معیار پر دیکھنے کے متمنی ہیں۔ جس طرح جامعہ عثمانیہ کے فیوض سے ملک مستفید ہو رہا ہے اسی طرح جامعہ نظامیہ کا فیض بھی عام ہے ایک اور خاص بات یہ ہے کہ جامعہ نظامیہ کو حضرت اقدس و اعلیٰ کی سرپرستی کا اعزاز حاصل ہے۔ اس جامعہ کے وجود سے سلطنت آصفیہ کی بقاء اور استحکام کی توی توقع ہے"(۱)۔

تنظیم نظامیہ برادری اور تعارف کیلئے نظامیہ کا استعمال

برادری نظامیہ میں باہمی روابط اور تعلقات قائم رکھنے کیلئے اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ ہر طالبعلم اپنے نام کے محاذی "نظامیہ" لکھا کرے چنانچہ انجمن کی اس تحریک کا ملک میں خیر مقدم کیا گیا اور آج ہر تعلیم یافتہ اپنے نام کے ساتھ "نظامیہ" لکھ رہا ہے۔ اس حد تک اطمینان کے بعد انجمن نے اس ضرورت کو بھی محسوس کیا کہ اضلاع و تعلقات میں جو نظامیئین ہیں ان کو اولاً منظم کر لیا جائے چنانچہ گذشتہ سال سے اضلاع میں نظامیہ برادری کے نام سے مجالس قایم کئے جارہے ہیں اور اب تک (۱۲) مقامات پر اس قسم کے مجالس قایم کردئے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں ملک میں عام مقبولیت اور شہرت کا عام امتیاز حاصل ہو گیا ہے۔

(۱) اخبار رہبر دکن ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ (۲) اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۳۴۵ف

امتحانات اہل خدمات شرعیہ کی جامعہ نظامیہ میں منتقلی

جامعہ نظامیہ کے ابتدائی عہد میں اہل خدمات شرعیہ کے امتحانات
ہوا کرتے تھے لیکن چند سال سے یہ امتحانات صدارت العالیہ
کے ذریعہ سے جاری رہے ہیں اصولاً ان تمام امتحانات کا تعلق ایک باضابطہ تعلیمی ادارے سے متعلق
ہونا چاہیئے اسی بناء پر ایک قرارداد نواب صدر اعظم بہادر کی خدمت میں روانہ کیگئی ہے کہ امتحانات
اہل خدمات شرعیہ کا جملہ تعلق جامعہ نظامیہ سے کردیا جائے ۔ توقع ہے قریب میں ہماری یہ
تحریک کامیاب اور منظور ہو جائے گی۔ جس سے ملک کو پہلے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکیگا ۔

کارروائی الحاق مدرسہ محبوبیہ و مدرسہ اسلامیہ گلبرگہ

حضرۃ العلامہ زماں خاں شہید المتوفی ســــہ کی علمی و مذہبی
خدمات کی یاد مدرسہ محبوبیہ کے ذریعہ تازہ ہوسکتی ہے ۔ حضرۃ
العلامہ نے آج سے ایک صدی قبل حیدر آباد میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ظاہر ہیں مدرسہ
محبوبیہ آپ کی علمی کاوشوں کی ایک یادگار ہے جس میں اصلاحات کی شدید ضرورت ہے تاکہ
اس سرچشمہ علم سے ملک فیض رس ہوسکے چنانچہ اس نیک مقصد کے تحت انجمن طلبہ قدیم جامعہ
نظامیہ کے اجلاس مورخہ ۲ ربیع المنور ۱۳۵۵ھ م ۱۹ ابتیر ۱۳۴۵ف نے نواب صدر المہام بہادر
صرف خاص مبارک سے تحریک کی کہ مدرسہ محبوبیہ کو جامعہ نظامیہ میں ملحق کیا جائے ایک عرصہ تک
کارروائی جاری رہنے پر باَلآخر تصفیہ ہوا کہ مدرسہ محبوبیہ کی تعلیمی و انتظامی امور کیلئے ایک
مجلس قایم کی جائے چنانچہ اب ایک مجلس قائم ہوگئی ہے ۔ جس کے اراکین میں مولانا عبد القدیر
صاحب صدیقی مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) اور مولانا سید صابر حسینی صاحب
جیسے اصحاب شریک ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ موصوفین کے عہد میں مدرسہ محبوبیہ کو وہ درجہ
جلد از جلد ملجائیگا۔ جس کا وہ مستحق ہے ۔

(۲) گلبرگہ شریف میں درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ ایک مدرسہ دینیہ بنام
مدرسہ اسلامیہ قایم ہے اس مدرسہ میں نصاب نظامیہ کے موافق مولوی کی جماعت تک تعلیم
کے انتظام کیلئے کارروائی جاری ہے اور توقع ہے قریب میں اس مدرسہ کی بھی اصلاح
ہوجائے گی اور اس مدرسہ میں بھی نصاب نظامیہ کی تعلیم کا انتظام ہو جائے گا ۔

مدرسہ فوقانیہ نسوان نظامیہ کا قیام

لیڈی حیدری کے انتقال میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے

درخواست کی کہ ایک مدرسہ نسوان فوقانیہ نظامیہ قایم کیا جائے تاکہ اس مدرسہ کے ذریعہ عربی کے قابل اناث پیدا ہوں جن سے ملک کے نسوانی حلقے تعلیم علوم دینیہ سے مستفیض ہوسکیں چنانچہ دفتر پیشی نواب صدر اعظم بہادر بہ اطلاع وصول ہوئی ہے کہ مدرسہ نسوان فوقانیہ نظامیہ کے قیام سے متعلق جو تحریک کیگئی ہے وہ صیغہ تعلیمات میں روانہ کیگئی ہے۔[1] توقع ہے قریب میں مناسب تصفیہ عمل میں آئے اگر اس قسم کا مدرسہ قایم ہو جائے تو ملک کے خواتین بھی علوم دینیہ سے اچھی طرح مستفید ہوسکیں گے اور آئندہ ملک میں مذہبی تعلیم کی حقیقی روح اچھی ماؤں کے ذریعہ پیدا ہو سکیگی۔

نظامیین کا حصہ تصانیف میں

تصنیف اور تالیف کے شعبہ میں کسی اور ادارہ سے کم نہیں رہا حضرت بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی محققانہ اور محدثانہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں یہاں تک کہ بعض تصانیف کو کئی مرتبہ چھاپا گیا ہے۔ مولانا سید شاہ غوث الدین صاحب قادری کی مناظرانہ تصانیف اور بعد کے دور میں مولانا حکیم محمود صمدانی صاحب (سابق افسر الاطباء سرکار عالی) مولانا سید ابراہیم صاحب استاذ ادب جامعہ عثمانیہ مولوی زاہد علی صاحب استاذ نظام کالج اور مولوی حکیم محمد ہبتہ اللہ صاحب استاذ نظامیہ طبیہ کالج مولوی محمد عبد الوہاب صاحب عندلیب ڈاکٹر عبد الستار صاحب استاذ عربی جامعہ عثمانیہ فن تفسیر میں مولانا محمد فتح الدین صاحب اور حکیم الشعراء حضرت امجد کے تصانیف اس کی شاہد عدل ہیں اور ان سب کے تصانیف ملک کے دینی حلقوں میں آجتک قدر کی نگاہ سے دیکھی جا رہی ہیں۔

نئی پود کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جامعہ نظامیہ کے فضلاء نے احیاء المعارف النعمانیہ ادارہ ترقی تعلیم اسلامی۔ انوار المعارف اور انوار المصنفین کے نام سے چند مجالس قایم کرکے تصنیف و تالیف کے سلسلہ کو آغاز کیا ہے اور ایک ماہانہ رسالہ مجلہ نظامیہ کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔

ادارہ ترقی تعلیم اسلامی اور انوار المعارف کی جانب سے مطلع الانوار تاریخ دستور آصفی اور حقوق زوجین کے نام سے چند کتابیں شائع کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ام۔اے۔ (عثمانیہ) کامل (نظامیہ) پی۔ ایچ۔ ڈی کے اردو عربی اور جرمنی و فرانسیسی میں متعدد تصانیف ہیں جن کی مقبولیت نہ صرف ملک میں ہے بلکہ تمام

[1] مراسلہ نامہ سرکاری ... مورخہ ۱۳ ... نشانمثل ۲۳۷ ... ف

علمی دنیا میں خاص شہرت حاصل ہوگئی ہے آپ کی ہندوستانی میں قانون بین الممالک نامی کتاب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ غرض نظامیئین ہر حالت میں علمی مشاغل اور تالیف و تصنیف کے کاروبار میں مصروف عمل رہے ہیں۔

مجلس احیاء المعارف النعمانیہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل علماء نے مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے نام سے ایک مجلس بتاریخ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۴۸ھ ۲۰ مہر ۱۳۳۸ف حیدرآباد میں قایم کی ہے جس کا اصل کام ائمہ احناف کی گرانقدر غیر مطبوعہ نایاب تصانیف کو شائع کرنا ہے اور یہ کام جاری ہوگیا ہے

اب تک اس مجلس نے مندرجہ حاشیہ کتابوں کو عالم اسلام کے سامنے پیش کر دیا ہے اور یہ سب کتابیں علمی اور دینی حلقوں میں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہیں۔ اخبار سچ کی رائے ہے کہ:۔
فقہ حنفی کہنا چاہیئے کہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اصل کتابیں ناپید ہیں غواصی کرکے ان گم شدہ موتیوں کو ڈھونڈھکر نکالنا ایک بڑی دینی خدمت ہے

۱۔ کتاب العالم والمتعلم ملا امام ابی حنیفہ رح
۲۔ کتاب النفقات للخصاف مع شرح للصدر الشہید
۳۔ کتاب الآثار ملا امام ابی یوسف
۴۔ الجامع الکبیر ملا امام محمدؒ
۵۔ کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی
۶۔ کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ملا امام ابی یوسف

بڑی مسرت کی بات ہے حیدرآباد کے اہل علم (جماعت علمائے نظامیہ) کی ایک جماعت ادہر متوجہ ہوئی اور ایک مخصوص مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کو قایم کرکے علمی کام بھی شروع کردیا ہے۔
حیدرآباد اس وقت خدا جانے کتنے اہم علمی و دینی خدمات کا مرکز ہے وہاں سے زیادہ موزوں سرزمین اس کام کیلئے ملنی بھی دشوار ہے (۱)

علمائے مصر سے مولانا شیخ محمد زاہد کوثری قاضی ابو الاشبال احمد محمد شاکر اور شیخ محمد راغب طباخ حلبی نے احیاء المعارف کا خیر مقدم کرتے ہوئے اظہار مسرت کیا ہے اور اعزازی طور پر اپنے خدمات کو پیش کیا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر یوسف شخت صدر جماعت مستشرقین جرمنی نے بھی اس امر کا اظہار کیا ہے کہ احیاء المعارف کا کام نہایت مفید ترین کاموں میں سے ہے اہل حیدرآباد جس مقصد کیلئے مجلس کو قایم کیے وہ قابل مبارک باد ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ عند الضرورۃ خدمات لائقہ سے مجھے یاد فرمائینگے۔

(۱) رپورٹ احیاء المعارف ۱۳۵۴ھ صفحہ ۱۲

جو تعاون و تفاہم باہمی کیلئے ضروری ہے۔

اس مجلس کے انتظام کے لئے دو شعبے ہیں ایک انتظامی اور دوسرا علمی مولانا مفتی سید محمود صاحب (نظامیہ) سابق شیخ الجامعہ نظامیہ شعبہ انتظامی کے صدر ہیں اور مولانا ابوالوفا صاحب (نظامیہ) استاذ فقہ جامعہ نظامیہ شعبہ علمی کے میر مجلس اور بانی احیاء المعارف ہیں۔

مولانا حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب کئی سال تک اس مجلس کے معتمد رہے اور آپکے انتقال کے بعد مولوی محمد اکبر علی صاحب (نظامیہ) معتمد منتخب ہوئے۔

اسی طرح مجلس علمی کی معتمدی پر پہلے مرتبہ مولوی حاجی منیر الدین صاحب (نظامیہ) استاذ دینیات جامعہ نظامیہ فائز رہے اور دوسری مرتبہ مولوی ابو الخیر صاحب کنج نشین (نظامیہ) مدیر مجلہ نظامیہ و معتمد انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ معتمد مجلس علمی تقرر پائے اور اسوقت مندرجہ ذیل اصحاب علمی و انتظامی کمیٹی کی رکنیت پر مامور ہیں۔

۱۔ مولانا ابو الوفا صاحب (۲) مولانا مخدوم بیگ صاحب استاذ جامعہ نظامیہ (۳) مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب علیہ (۴) مولوی مفتی سید احمد علی صاحب واعظ (۵) مولوی حکیم سید شرف الدین صاحب (۶) مولانا حکیم محمد حسین صاحب استاذ جامعہ نظامیہ (۷) مولوی محمد عبد الحمید صاحب استاذ کلیہ نظامیہ (۸) مولوی حافظ محمد حسین صاحب (۹) مولوی حافظ محمد عبد الرحمن صاحب استاذ تجوید جامعہ نظامیہ (۱۰) مولوی حاجی منیر الدین صاحب استاذ نظامیہ (۱۱) مولوی قاضی میر انور علی صاحب شریعت پناہ بلدہ (۱۲) مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۳) مولانا سید حبیب عبد اللہ صاحب مصحح دائرۃ المعارف (۱۴) جناب مولوی حافظ سید حسن شاہ صاحب (۱۵) مولوی ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاذ قانون جامعہ عثمانیہ[2]

ضابطہ حقوق زوجین | حقوق زوجین سے متعلق ریاست بھوپال میں ایک قانون نافذ و جاری ہوا ہے اس قانون کے ذریعہ عورت شدید ضرورت پر عدالت کے ذریعہ شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے اس قانون کے نفاذ سے ہمارے ملک میں بھی ایک ہیجان عظیم پیدا ہوا خلیل زماں صاحب رکن ہائیکورٹ نے بزمانہ وکالت ایک مسودہ پیش کیا۔ علما کے درمیان بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر غور کرنے کے لئے انجمن نے یکم تیر ۱۳۴۸ ف م ۲۹ ذیحجہ ۱۳۵۵ھ

(۱) ۱۳۵۶ھ تا ۱۳۵۸ھ مجلس مذکور کے صدر بھی رہے ہیں (۲) رپورٹ احیاء المعارف ۱۳۵۵ھ

مسائل فقہ کے مفکرین کی ایک مجلس ترتیب دیگئی جس کے صدر علامہ ابوالوفا صاحب صدر شعبہ علمیہ احیاء المعارف تھے اس مجلس کے کئی اجلاس ہوئے آخری اجلاس میں طے پایا کہ ریاست بھوپال کا جاری کردہ قانون شریعت اور فقہ حنفی کے خلاف ہے اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی شائع کیا گیا اور مقامی اخبارات میں محققانہ مضامین شائع کرائے گئے جس کا محمود نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مخالفین کی تمام کوششیں بیکار ہوگئیں اور ملک کے مسلمانان صحیح اسلامی تعلیمات سے واقف ہوگئے۔

اس حد تک عملی کارروائی ہونے کے بعد دوبارہ مولوی خلیل الزماں صاحب صدیقی نے ایک مسودہ مجلس وضع قوانین میں پیش کرکے خواہش کی کہ حقوق زوجین سے متعلق ایک قانون منظور کیا جائے اس قانون پر بھی علماء کے مابین بحث مباحثے کے سلسلے شروع ہوئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ اور مجلس علماء دکن نے علیحدہ علیحدہ مجالس مقرر کرکے اس مسئلہ پر غور و فکر کئے۔ ملا عبد الباسط صاحب اور علمائے جامعہ نظامیہ کے مضامین عام اخبارات میں شائع ہوتے رہے بالآخر مجلس علماء نظامیہ نے حقوق زوجین سے متعلق احکام شرع شریف کی موجودگی میں بیرون ممالک اسلامی سے خلع وطلاق کے قواعد طلب کئے اور ایک تحقیقی رپورٹ حکومت اور عوام کی اطلاع کی غرض سے اخبارات میں شائع کرائی گئی اس رپورٹ میں بتلایا گیا کہ کسی طرح قاضی عدالت کو بلا رضامندی شوہر طلاق دینے کا اختیار نہیں۔ البتہ بضرورت شدید قاضی شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرنے کا مجاز ہے قطع نظر اس بحث کے بوقت انعقاد عقد عورت شوہر سے تفویض طلاق کا اختیار خود یا عدالت کے نام پر حاصل کر سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ کے متعلق تفصیلی مواد علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جار ہا ہے۔

تاسیس کے تقاریب | جامعہ نظامیہ کو قایم ہوکر (۶۰) سال سے زائد عرصہ ہوتا ہے اس کے مظاہر حیات میں تازگی اور زندگی پیدا کرنے کی غرض سے اس امر کی ضرورت تھی کہ ہر سال جامعہ کی تاسیس کی تقریب منائیں تاکہ مرکز سے طاقت حاصل کرنے کے بجائے اپنے جوش اور خوش عملی سے مرکز کو تقویت پہنچائیں چنانچہ اس تقریب کو منانے کی ابتداء ۱۳۴۷ھ ف م ۱۳۳۸ھ سے ہوئی۔ پہلے سال دو اجلاس ہوئے۔ نواب فخر یار جنگ بہادر اور نواب مرزا یار جنگ بہادر نے جلسوں کی صدارت کی علمی و مذہبی عنوانات پر نظامیین مقالے پڑھے دوسرے سال ۱۳۴۸ف

تین اجلاس نواب مرزا یار جنگ بہادر، مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) جج ہائیکورٹ اور نواب مہدی یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوئے اس سال فن خطاطی اور نایاب کتابوں کی نمائش کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا۔ قابل خطاط کو اسناد دیے گئے اور مولوی قدیر اللہ صاحب انتخاب رقم اور مولوی حشمت علی صاحب قادر رقم کو ان کے فن خطاطی میں جو خدمات لائقہ رہے ہیں اس اعتبار سے استاذ الخطاطین کی اعزازی سند دیگئی۔ تقریب کا تیسرا اجلاس ۱۳۴۹ھ ف میں مولوی سید عبد العزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی جملہ کارروائی صرف ایک جلسہ میں ختم کیگئی۔

مجلس یوم تاسیس نے اس سلسلہ میں یہ بھی طے کیا کہ تقاریب تاسیس کے خیالات کا سرمایہ جمع کر کے اس کو عام طور پر شائع کریں تاکہ سوچنے والوں کو سوچنے کا موقع ملے۔ وہ اس میں سے کتنا کام میں لگائیں گے اور کس طرح ہم میں سے ہر فرد زیادہ سے زیادہ شرکت اور مدد کرنے کے قابل ہو سکتا ہے اور آئیندہ یہی چیز مردہ قوی میں نفخ روح کا سبب ہو گی۔

مدارس میں قراءت کی تعلیم کا انتظام

مدرسہ دار العلوم میں ابتداء سے قراءت کی تعلیم کا انتظام تھا حال میں مدرس قراءت کے وظیفہ پر علیحدہ ہونے کی صورت میں تعلیم قراءت کا انتظام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نواب صدر المہام بہادر تعلیمات سے استدعا کی نواب صاحب موصوف جن کو مذہبی تعلیم سے خاص دلچسپی ہے اس معاملہ میں انجمن کی دستگیری فرمائی اور بالآخر خاص احکام اجرا فرمائے جس کی وجہ سے دار العلوم میں تعلیم قراءت کا انتظام ہو گیا۔ (۱)

توسیع مدارس شعبہ دینیات

سرکار عالی کے جملہ مدارس فوقانیہ میں شعبہ دینیات کی جماعتیں قایم ہونے سے متعلق انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ایک قرارداد منظور کی جس کی کارروائی سررشتہ تعلیمات میں جاری ہے اور اس خصوص میں سررشتہ تعلیمات نے اطلاع دی ہے وہ یہ ہے کہ ابتک (۹) مقامات پر شعبہ دینیات کی جماعتیں قایم ہو چکی ہیں۔ اگر یہ تحریک منظور ہو جائے تو ممالک محروسہ سرکار عالی کے تمام حصوں میں عربی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائیگی (۲)

مدرسۂ عثمانیہ خلد آباد

خلد آباد صوبہ اورنگ آباد میں جامعہ نظامیہ کی ایک شاخ مدرسہ

(۱) مراسلہ نظامت تعلیمات ۱۳۴۲ ۱۳/مہر ۱۳۴۵ف (۲)

عثمانیہ کے نام سے قائم ہے۔ یہ بھی (۲۵) سال سے خلد آباد میں تعلیم قرآن (۱۰) رضاکار و حفاظ کی جانب سے انجام رہتا رہا ہے۔ لیکن اس مدرسہ میں اور وسعت دینے کی ضرورت ہے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ چاہتی ہے کہ اس مدرسہ میں تعلیم حفظ قرآن کے ساتھ جماعت مولوی تک تعلیم کا انتظام کیا جائے تاکہ اورنگ آباد کے باشندے زیادہ تعداد میں مستفید ہوسکیں اگر موجودہ اخراجات اس کے مصارف کیلئے کافی نہیں ہوسکتے تو اہل صوبہ سے مدد لیجا سکتی ہے اور یقین ہے کہ صوبہ اورنگ آباد مدرسہ کی اچھی طرح امداد کے قابل ہیں اس طریقہ عمل سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اورنگ آباد اور اس کے ملحقات کے رہنے والے تعلیم علوم دینیہ سے مستفید ہوسکیں گے۔

ثقافت شرقیہ کی حفاظت | ملک میں تعلیم علوم دینیہ کی کمی کی وجہ ہے کہ دن بدن ملک میں اور بالخصوص مسلمانوں کی ذہنیتیں شعائر اسلامی سے متنفر ہوتی جارہی ہیں ملک کا وہ طبقہ جو یورپ کے تمدن و تہذیب کو اچھا سمجھتا ہے وہ اس امر کی کوشش میں ہے کہ تمام مسلمان یورپ کی تقلید میں رنگ جائیں اسلامی تہذیب کے بجائے یوروپی تہذیب کو اختیار کریں چنانچہ اس کی ابتدا پردہ کی برخواستگی سے شروع کیگئی ہے اور آج نہایت زور و شور سے بے پردگی پر زور دیا جارہا ہے۔ مدارس نسواں میں پردہ برائے نام رکھنے کی بھی سعی جاری ہے۔ وراثیٹی شو کے ذریعہ ہر وقت کوششیں رہا کرتی ہیں۔ غرض اس سیلاب عظیم کو روکنے کے لئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ہر وقت ممکنہ کوشش کرتی رہی ہیں اور دوسری طرف مجلس علماء کو بھی توجہ دلاتی رہی ہے علاوہ فتنہ قادیانی اور فتنہ دینیدار جماعت سے بھی ملک کو آگاہ کرنے کی سعی کیگئی ہے غرض انجمن ہذا کے پیش نظر اصلاح امت کی اسکیم ہر وقت زیر عمل رہی ہے انجمن نے متعدد مرتبہ اضلاع و دیہات کے نظامیین کو ہدایتیں دی ہیں کہ وہ اپنے مواعظ اور تقاریر میں تحفظ ثقافت شرقیہ کی ممکنہ کوششیں کریں خلاصہ یہ کہ اس شعبے میں بھی انجمن مصروف عمل ہے حقیقی اور آخری کامیابی افراد قوم کے تعاون اور انکی مدد پر منحصر ہے۔

فارغین نظامیہ کے سیاسی خدمات

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے جہاں مادر علمی کی خدمت گزاری کی ہے وہاں ملک کی عام خدمت میں بھی ہر وقت حصہ لیتی رہی ہے اور حتی الامکان اس امر کی کوشش میں رہی کہ ملک میں

امن وامان کے ساتھ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی تخلیق میں زیادتی ہو چنانچہ اس سلسلہ میں بعض اہم مسائل جن پر مجلس فارغین نے وقتاً فوقتاً غور کرتی رہی وہ یہ ہیں۔

مسئلہ وفاق | مسئلہ وفاق سے متعلق اجلاس انتظامی منعقدہ ۱۶ اردی ۱۳۴۶ف نے ایک یادداشت منظور کی اور اس کو اخبارات میں شائع کرنے کا انتظام کیا گیا اس رپورٹ میں تبلایا گیا کہ

۱۔ جغرافی صورت حال کے لحاظ سے ہندوستان کا متعین ومخصوص اغراض کیلئے وفاق اصولاً نامناسب نہیں جبکہ وہ مشترکہ مفاد کیلئے ہو۔

۲۔ چونکہ حیدرآباد ایک خود مختار سلطنت ہے اس لئے اس کی شرکت وفاق التجا اور شرف قبولیت پر مبنی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ نوشتہ شرکت کی حیثیت کو معاہدہ کا نام دیا جائے۔

۳۔ وفاق سے علیحدگی کا حق حکومت کے لئے ہر وقت محفوظ رکھا جائے۔

۴۔ اگر کسی وقت وفاقی حکومت کا دستور معطل ہو تو وفاق کے سپرد کئے ہوئے حقوق حیدرآباد کے حیدرآباد کو واپس ملیں۔

۵۔ چونکہ وفاق زیادہ تر تعلقات خارجہ اور فوجی اغراض کیلئے ہوگا اور حیدرآباد نے ان اغراض کے لئے سابق میں شمالی سرکار۔ اضلاع مفوضہ کرناٹک وبرار وغیرہ برطانوی حکومت کے تفویض کئے تھے اس لئے وفاقی اغراض کیلئے مزید کسی قسم کا مالی مطالبہ نہ کیا جائے بلکہ بعد اخراجات باقی رقم واپس کیجائے۔

۶۔ ہندوستان میں دیسی والیان ریاست کی آبادی (۸) کروڑ بتائی جاتی ہے مرکزی مجلس وضع قوانین میں ریاستوں کو ایوان بالا میں (۱۲) ایوان زیریں میں ۱۲۴ نشستیں دیگئی ہیں اور حیدرآباد کی آبادی ۱½ کروڑ ہے لیکن اس کو ایوان بالا میں (۵) اور ایوان زیریں میں ۱۶ نشستیں دی گئی ہیں حالانکہ اس کو (۱۷) اور (۱۲) ملنی چاہیئے تھیں۔

۷۔ سکے۔ ڈاک۔ اور معاہداتی حقوق کی توثیق صراحت سے کی جائے اور حجاج وزائرین کی ضرورتوں کے لحاظ سے بصرہ اور جدہ میں ایجنٹ مقرر کرنے پڑیں اس لئے معاہدہ سنہ ۱۸۰۰ئ کے نقرہ (۱۵) کا حق محفوظ رہے۔ ہماری سرکاری اور تعلیمی زبان میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہو۔ ہمارے عدالتی

... ... میں خلل نہ آئے۔ آثار قدیمہ کا تعلق وفاق سے نہ ہو۔ معاشی معاہدہ ۱۸۰۲ء
... ... الہ رابطہ۔ جاگیر اور انعام میں دئے ہوئے تمام علاقوں میں ہمارے علامات اقتدار اعلیٰ کی بحالی میں تمادی کے عذرات پیش نہ ہوں۔ ڈاک۔ موٹروں وغیرہ کے بادبانی ممبر اور محاصل اور مماثل چیزوں میں برطانوی ہند میں مساوات کا برتاؤ ہو۔ نمک اور افیون کے محاصل کی بے انصافیوں کو ختم کیا جائے۔

۸۔ سکندر آباد کا غیر فوجی رقبہ واپس دیا جائے۔

۹۔ چونکہ وفاق کے قیام سے فی الوقت صرف انگریزوں کو فائدہ ہے اور ریاستوں کو کچھ دینا ہی ہے اس لئے اس کے عوض میں کچھ مناسب چیزیں حیدر آباد کو ملنی چاہئیں۔

اصلاحات ایک عرصہ سے اہل ملک کی خواہش رہی ہے کہ ملک کے دستور حکومت میں تبدیلی کی جائے اور ایسی اصلاح کی جائے کہ جس کے سبب اہل ملک کو بھی حکومت میں حصہ لینے کا موقع ملے اس مقصد کے تحت حسب فرمان خسروی ایک کمیٹی کی ترتیب عمل میں آئی اور کمیٹی نے اعلان کیا کہ عوام بھی اپنے خیالات اور تجاویز سے کمیٹی کو مدد پہنچا سکتے ہیں۔ چنانچہ ملک کے متعدد اداروں نے اپنے تجاویز روانہ کئے فارغین نظامیہ نے بھی اس ضرورت کو محسوس کر کے ایک تفصیلی رپورٹ کے ذریعہ حکومت پر یہ امور واضح کئے کہ

۱۔ ابھی عوام میں نہ تو تعلیم کافی ہے اور نہ سیاسی شعور ہے اس لئے اصلاحات کا نفاذ غیر ضروری ہے اگر اصلاحات کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو ہماری رائے ہے کہ ہندسی تعداد کو نہیں بلکہ سیاسی اہمیت کو تجویز و ترتیب کی بنیاد قرار دی جائے۔

۲۔ مجلس مقننہ ایک ایوانی ہو جس کی حیثیت محض قانون ساز جماعت کی ہو

۳۔ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب

۴۔ علماء کی موثر نمائندگی

۵۔ صدر الصدور کے عہدہ کا احیاء

۶۔ اس امر کا اعلان کہ ریاست اور فرمانروا کا مذہب حنفی اسلام ہے۔

۷۔ اضلاع اور تعلقات میں انتخاب اور نامزدگی کے مشترکہ اصول پر مقامی اجتماعی کی تخلیق۔[1]

---

(۱) مجلہ نظامیہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۵ در رپورٹ کمیٹی اصلاحات صفحہ ۲۱۹

قانون اصلاحات کا اعلان ۱۳۵۸ف م ۱۹۴۸ء میں ہوا چونکہ یہ قانون اسلامی مفاد پر اثرانداز ہو رہا تھا اس لئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے حکومت کو حسب ذیل امور کی طرف توجہ دلائی

۱- دستور میں عوام کو اقتدار اعلیٰ کا جو سرچشمہ قرار دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرح ترمیم ہونی چاہیئے کہ مملکت آصفیہ کے اقتدار اعلیٰ کی حامل ذات جلالتمآب شاہانہ ہے

۲- دولت آصفیہ بلحاظ معاہدات اور اس کے عمل کے لحاظ سے اسلامی حکومت ہے لیکن دستور میں اس حیثیت کو تسلیم نہیں کیا گیا اس لئے دستور میں سلطنت کو اسلامی سلطنت قرار دیا جائے۔

۳- دستور میں مسلمانوں کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن نشستوں کی تقسیم میں مسلمانوں کو مساوی نشستیں بھی نہیں دیگئی ہیں و نیز علماء و مشائخین کی نشستوں کا تحفظ نہیں کیا گیا ہے غرض دستور میں بہت کچھ اصلاحات اور اضافوں کی ضرورت ہے اس لئے تمام مسائل کے تصفیہ کیلئے ایک گول میز کانفرنس منعقد کی جائے تو مناسب ہوگا ورنہ خوف ہے کہ عجلت میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جائے جس کی تلافی نہ ہو سکے۔

مؤتمر اسلامیہ یا مسلم کانفرنس مسلمانوں میں پیدا شدہ پستی اور مذہب سے بے اعتنائی کے کیا اسباب ہیں ان علل و اسباب کو دریافت کرنے کے لئے اہل الرائے حضرات سے رائیں طلب کی گیئں اور جو رائیں وصول ہوئی تھیں ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ جلد سے جلد کل حیدرآباد مسلم کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے چنانچہ اس مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے نواب بہادر یار جنگ بہادر کے مکان پر مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) معتمد مجلس علماء دکن کی صدارت میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا، اور چند ابتدائی مسائل طے پائے لیکن عاملانہ کاروائی کا آغاز نہ ہو سکا تاہم انجمن کے اجلاس عاملہ نے طے کیا کہ صدر مجلس اتحاد المسلمین کو انعقاد کانفرنس کی جانب متوجہ کرے اس خصوص میں دوبارہ تحریک کا آغاز ہوا۔ بالآخر اجلاس اتحاد المسلمین نے نفس کانفرنس سے اتفاق کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ مسلم کانفرنس کی شکل کو جلسہ سالانہ صدر مجلس اتحاد المسلمین میں منتقل کیا جائے چنانچہ اس تجویز کے موافق سال ۱۳۴۸ف میں بلدہ حیدرآباد میں مجلس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس تفصیلی رو داد کے لکھنے کا مطلب

یہ ہے کہ ملک میں سیاسی شعور اور بیداری پیدا کرانے کے ہر موقع میں نظامیین کے خدمات بھی برابر کے شریک رہے ہیں ۔

عہدہ صدر الصدوری کا قیام | عہد قدیم سے سلطنت اسلامیہ آصفیہ میں صدر الصدوری (شیخ الاسلام) کا عہدہ قایم ہے لیکن چند سال سے اس عہدہ پر کسی کی ماموری عمل میں نہیں آئی ملک کے متعدد ادارات و اخبارات نے متعدد دفعہ حکومت کو توجہ دلانے کی سعی کی ہے اس سلسلہ میں انجمن طلباء قدیم جامعہ نظامیہ نے بھی اولاً ایک قرارداد کے ذریعہ احیاء عہدۂ صدر الصدور کا مطالبہ پیش کیا ہے اور اب اس انجمن نے اس عہدہ کے قیام کو اپنے مقصد میں شامل کرکے ہر سال حکومت کو توجہ دلا رہی ہے اگر ہماری یہ کوششیں برابر جاری رہیں تو کامیابی کی یقینی توقع ہے۔

شمس الملت والدین کی پیشکشی | انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نواب فخر یار جنگ بہادر میر مجلس جامعہ سے اس طرح استدعا کی کہ حضرت جلالتماب شاہ دکن و برار کے جشن سیمیں میں علمائے نظامیہ کی جانب سے شمس الملت والدین کا خطاب پیش کیا جائے تو مناسب ہوگا جس کی بناء پر انجمن کی اس تحریک سے اتفاق فرمایا گیا اور بتاریخ ۹ ۲۷ رجب ۱۳۵۵ھ م فروردی ۱۳۴۵ف بمقام باغ عامہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی خدمت میں اراکین مجلس انتظامی علما اور طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے اس قسم کا دعا نامہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی کہ "ملازمان خسروی "شمس الملت والدین" کو بھی اپنے القاب مبارک کا جز بنائیں جواب میں ارشاد خسروی ہوا کہ :۔[1]

'میں اس عقیدت کی قدر کرتا ہوں اور تحفہ کو قبول کرتا ہوں'

فارغین نظامیہ پر توجہات شاہانہ | اس کے اوپر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت جلالت الملک شاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کو جامعہ نظامیہ سے خاص محبت ہے اور ہمدردی ہے اور ہر وقت جامعہ کی ترقی و اصلاح سے متعلق جلالت الملک کے فرامین شرف صدور ہوتے رہے اور اب بھی متعدد دفعہ طلبہ جامعہ کو مدعو فرماتے اور تحائف سے سرفراز فرماتے ہیں۔ مولانا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد دو مرتبہ تشریف فرمائی سے رونق بخشی گئی ۔ اور

(۱) مجلہ نظامیہ جلد اول ص۲۴ و مجموعہ سیاسنامجات مرتبہ باب حکومت

جب کبھی فارغین نظامیہ کی کاروائیاں پیش ہوتی رہتی ہیں ان پر مراحم خسروانہ کا نزول ہوتا رہتا ہے
۲ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ کی وہ مبارک تاریخ ہے جبکہ انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے سوانح
حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا نسخہ بغرض انتساب شاہانہ پیش ہونے پر مضمون انتساب کے
شائع کرنے کا فرمان مبارک شرف صدور لایا اور حسب ذیل مضمون انتساب کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔
مضمون انتساب کی منظوری | ایک جلیل القدر بزرگ کی سوانح حیات کا انتساب جو سلاطین
آصفیہ کی تین پشتوں کا استاد رہ چکا ہے۔ ایسے ہی عظیم المرتبت بادشاہ ذیجاہ سے موزوں
تھا جو اس سلسلہ کا سب سے نامور فرمانروا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا الحافظ الحاج محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سوانح
حیات (مطلع الانوار) کو مولانا کے ذیشان شاگرد تاجدار دکن اعلیحضرت سلطان العلوم
نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے نام نامی و اسم گرامی سے
معنون کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے جس کی حضرت اقدس و اعلیٰ نے بخلوص ارادت اجازت
مرحمت فرمائی ہے۔"(۱)

خلاصہ یہ کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کے احسانات جامعہ نظامیہ پر بے انتہا ہیں۔ الیوم
اکملت لکم دینکم نازل فرمانے والے خدا سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے سے اس
خادم دینی (جامعہ نظامیہ) کو حساد و اعداء کے فتنہ و فساد سے مامون و مصئون رکھے کیونکہ
دولت اسلامیہ آصفیہ میں یہی ایک درسگاہ دین و علوم دین کی محافظ ہے۔

جشن خود مختاری دولت آصفیہ | جلالت مآب شاہ دکن و برار نے اپنے فرمان مؤرخہ یکم شعبان
۱۳۶۶ھ کے ذریعہ اس امر کو واضح فرمایا کہ اس عظیم الشان (اعلان خودمختاری) واقعہ کی
یاد اس قابل ہے کہ اس کو دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوشش
عمل میں لائیں چونکہ مملکت سرکار عالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے اس کو زرین موقع
حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال اور مطمئن بنائے۔ اس لئے ۱۳۶۶ھ سے پہلی مرتبہ ملک میں اس
تقریب سعید کا آغاز ہوا، اور دو صد سالہ جشن آزادی سرکاری طور سے منایا گیا، اور
۲۹ رجب کا روز ہر سال قومی عید اور تعطیل کا دن قرار دیا گیا۔ ملک کے تمام فرقے بلا لحاظ

(۱) نیم سرکاری محکمہ سرکار عالی صیغہ مذہبی ۳۸۲ع ۳۱ امرداد ۱۳۴۸ف

مذہب و ملت اس تقریب کو مختلف طریقوں سے منانے لگے۔ سنہ ۱۳۵ھ م ۱۹۴۲ء سے انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے تقریب آزادی کو اہتمام اور نہایت اعلیٰ انتظام سے منانے سے متعلق اپیل شائع ہوئی اور خود مختاری کی تقریب میں روح عمل پیدا کرنے کی سعی کی گئی جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کے ہر فرد میں آزادی اور حریت کے خاص جذبات موجزن اور موجود ہیں اور آج ہر تعلیم یافتہ طبقے میں خدمتگزاری ملک و مالک کے صحیح احساسات پائے جارہے ہیں بہرحال میں ترقی ملک کے ہر شعبۂ حیات میں نظامیہ کا حصہ ہا ہے

مجلس علماء دکن | مجلس علماء دکن میں جو علما خدمت انجام دیرہے ہیں وہ مدارس اسلامیہ خصوصاً جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ ہیں جن کی مخلصانہ کوششیں اور خفیہ جد و جہد کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ تمام علماء ایک مرکز پر جمع ہیں۔

اس جمعیت کا ابتدائی قیام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے عہد میں ہو چکا تھا مگر نفخ روح کا عمل نظامیہ کے ہونہار قابل سپوت علامہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور حقیقت میں یہی عہد علماء کی زندگی اور موت کے کشمکش کا ہے اگر ایسے وقت مولانا بادشاہ حسینی صاحب رہنمائی نہ کرتے تو یقین تھا کہ علماء کبھی بھی ایک مرکز پر جمع نہ ہوتے تاہم آج جماعت علماء میں حقیقی بیداری پیدا ہو گئی ہے اور علماء احیائے ملت کے ہر کام میں اپنی قوت عمل کو صرف کرنے آمادہ نظر آرہے ہیں پہلے سے زیادہ دیہات سدھار کے کام میں مصروف ہیں تو دوسری طرف سیاسی مسائل میں دانشمندانہ طریقہ پر حصہ لے رہے ہیں اور مسلمانان دکن کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور ان میں اتحاد کی روح پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں جس کی نظیر آج تاریخ ہند میں نہیں ملتی۔

مجلس حزب اللہ | جامعہ نظامیہ کے ایک ہونہار سپوت نے اس ضرورت کو محسوس کر کے عسکری تعلیم مسلمانوں کے لئے ضروری ہے مسلمانان دکن میں عسکری روح کو پیدا کرنے کے لئے مجلس حزب اللہ کے نام سے ایک مجلس قایم کیا ہے جس نے اپنی زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ میں ملک میں فوجی اسپرٹ کی روح پیدا کر دی اور آج سارا ملک اور سارے مسلمان فوجی اصول اختیار کرنے پر آمادہ نظر آرہے ہیں۔ یہ سب کوششیں مولوی سید ولی اللہ حسینی صاحب (نظامیہ) چشتی کی محمود کوششوں کے مساعی حسنہ ہیں۔

مذہب وملت اس تقریب کو مختلف طریقوں سے منانے لگے ۱۳۵۰ھ م ۱۳۴۰ف سے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے تقریب آزادی کو اہتمام اور نہایت عالی انتظام سے منانے سے متعلق اپیل شائع ہوئی اور خود مختاری کی تقریب میں روح عمل پیدا کرنے کی سعی کی گئی جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کے ہر فرد میں آزادی اور حریت کے خاص جذبات موجزن اور موجود ہیں اور آج ہر تعلیم یافتہ طبقے میں خدمتگزاری ملک و مالک کے صحیح احساسات پائے جارہے ہیں ہر حال میں ترقی ملک کے ہر شعبۂ حیات میں نظامیئین کا حصہ ہے۔

مجلس علماء دکن | مجلس علماء دکن میں جو علما خدمت انجام دیرہے ہیں وہ مدارس اسلامیہ خصوصاً جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ ہیں جن کی مخلصانہ کوششیں اور خفیہ جدو جہد کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ تمام علماء ایک مرکز پر جمع ہیں۔

اس جمعیت کا ابتدائی قیام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے عہد میں ہو چکا تھا مگر نفخ روح کا عمل نظامیہ کے ہونہار قابل سپوت علامہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور حقیقت میں یہی عہد علماء کی زندگی اور موت کے کشمکش کا ہے اگر ایسے وقت مولانا بادشاہ حسینی صاحب رہنمائی نہ کرتے تو یقین تھا کہ علماء کبھی بھی ایک مرکز پر جمع نہ ہوتے تاہم آج جماعت علماء میں حقیقی بیداری پیدا ہو گئی ہے اور علماء احیائے ملت کے ہر کام میں اپنی قوت عمل کو صرف کرنے آمادہ نظر آرہے ہیں پہلے سے زیادہ دیہات سدھار کے کام میں مصروف ہیں تو دوسری طرف سیاسی مسائل میں دانشمندانہ طریقہ پر حصہ لے رہے ہیں اور مسلمانان دکن کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور ان میں اتحاد کی روح پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں جس کی نظیر آج تاریخ ہند میں نہیں ملتی۔

مجلس حزب اللہ | جامعہ نظامیہ کے ایک ہونہار سپوت نے اس ضرورت کو محسوس کرکے عسکری تعلیم مسلمانوں کے لئے ضروری ہے مسلمانان دکن میں عسکری روح کو پیدا کرنے کے لئے مجلس حزب اللہ کے نام سے ایک مجلس قایم کیا ہے جس نے اپنی زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ میں ملک میں فوجی اسپرٹ کی روح پیدا کرلی اور آج سارا ملک اور سارے مسلمان فوجی اصول اختیار کرنے پر آمادہ نظر آرہے ہیں۔ یہ سب کوششیں مولوی سید ولی اللہ حسینی صاحب (نظامیہ) چشتی کی محمود کوششوں کے مساعی حسنہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے کے لحاظ سے نصاب کا مسئلہ قابل غور ہے ممکن ہے نصاب میں تبدیلی کرنی پڑے اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ نصاب کچھ بھی ہو مگر تعلیم کا اول و آخر "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" میں مضمر ہے اور یہی اصول ہمارے نصاب کا نصب العین ہونا چاہیئے۔

مجھے اس جامعہ کے قدیم طلبہ سے بڑی توقع ہے اور میں ان کے اشتراک عمل کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھوں گا آخر میں دعا فرمائی کہ شمس الملت والدین اعلیحضرت سلطان العلوم کے سایہ عاطفت میں جامعہ پھلے پھولے اور رب العزت مجھے توفیق عطا فرمائے کہ "خدمت مفوضہ" کو باحسن الوجوہ انجام دے سکوں۔ (۱)

فارغین نظامیہ کا پہلا خط | انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ اسفندار ۱۳۴۹ف کے ذریعہ اس امر کو واضح کیا کہ :-

آپ کے دور صدارت میں علم و مذہب کا یہ سرچشمہ اپنے خصوصیات کو قایم رکھتے ہوئے ترقی کے اعلیٰ منازل طے کریگا اور آپ کا وجود حقیقی معنوں میں نہ صرف جامعہ بلکہ عامۃ المسلمین کیلئے مفید ثابت ہوگا اور آپ کے عہد میں فارغین نظامیہ کے تمام توقعات جو اس جامعہ کی اصلاح و ترقی سے متعلق ہیں پورے ہوں گے۔

پانچویں دور کی پہلی مجلس انتظامی | سند تقرر میر مجلس میں جدید کابینہ کی ترتیب سے متعلق کوئی ہدایت نہیں تھی اس لئے مولوی عبد القدیر صاحب میر مجلس جامعہ کے جائزہ کی تاریخ ۲۸ اسفندار سے ۔۔۔ مجلس انتظامی کی تشکیل حسب ذیل قرار پائی۔

۱- مولوی محمد عبد القدیر صاحب بدایونی میر مجلس
۲- نواب محمد یار جنگ بہادر معتمد
۳- مولانا شاہ محمد عبد القدیر صاحب صدیقی رکن
۴- مولانا محمد رحیم الدین صاحب رکن
۵- مولانا سید شاہ محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری رکن
۶- مولانا سید وحید بادشاہ صاحب قادری رکن

(۱) اخبار رہبر دکن ۲۷ بہمن ۱۳۴۹ف

۷۔ مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب ناظم طبابت یونانی رکن

سرپرست جامعہ نظامیہ کی خدمت میں فارغین نظامیہ کا معروضہ

جامعہ نظامیہ کی اصلاح و ترقی سے متعلق فارغین نظامیہ نے بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ م ۱۳۴۹ف جلالت مآب شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی پیشگاہ عالی میں ایک معروضہ پیش کرنے کی عزت حاصل کی اس معروضہ [illegible]

۱۔ جامعہ نظامیہ ذات شاہانہ کی خاص سرپرستی اور شاہی خلق رہا ہے اس نے نمایاں و نمایاں مظاہرہ کے لئے بارگاہ سلطانی سے خانوادہ آصفی کے ایک رکن محترم شہزادہ حضرت بسالت جاہ بہادر کو صدر نشین مجلس اعلیٰ جامعہ نظامیہ کیلئے منتخب فرمایا جائے تو موجب مراحم الطاف خسروانہ ہے۔

۲۔ جامعہ نظامیہ کی حیثیت بلحاظ اپنے مقاصد و اغراض معینہ کے شاہانہ سرپرستی میں حسب عملدرآمد قدیم غیر سرکاری رہے گی لیکن نظم و نسق بجائے موجودہ مجلس منتظمہ کے تین مجالس کے ذریعہ انجام پانا سہولت بخش اور مفید ہوگا۔

۱۔ مجلس اعلیٰ ۲۔ مجلس تعلیمی ۳۔ مجلس مالی۔

متذکرہ صدر مجالس کے ارکان بجائے دواماً مقرر ہونے کے کسی معینہ مدت تک مامور فرمائے جائیں تو مناسب ہوگا۔

۳۔ مجلس اعلیٰ کو جسے تحت احکام خسروی جملہ انتظامات جامعہ مثل عطائے اسناد و معمولی و اعزازی و تقررات وغیرہ حاصل ہوں گے موجودہ مجلس منتظمہ کی جگہ مقرر کیا جا کر اسے ہدایت دیجا سکتی ہے کہ اپنے فرائض میں اس امر کی نگرانی بھی رکھے کہ طلبہ جامعہ نظامیہ فنون مدافعت کی بھی تربیت حاصل کریں اور حسب نمونہ سیدنا باب العلم جامع السیف والقلم بنیں۔

۴۔ مجالس تعلیمی و مالی کا تقرر اور فرائض کا تعین مجلس اعلیٰ خود [illegible] لیکن [illegible] کے پاس امور جامعہ کے بابت بہرحال مجلس اعلیٰ جوابدہ رہے گی جس کی تشکیل میں حسب ذیل عناصر کی شرکت مناسب معلوم ہوتی ہے۔

تشکیل مجلس اعلیٰ جامعہ نظامیہ مجلس اعلیٰ کی تشکیل حسب ذیل رہے گی۔

۱۔ صدر نشین ۱ ۲۔ میر مجلس

۳ - معتمد	۱	۴ - مہتمم	۱
۵ - شیخ الجامعہ (صدر مدرس)	۱	۶ - نمائندگان اساتذہ جامعہ کلیات	۳
۷ - نمائندگان علماء و مشائخین	۳	۸ - نمائندگان طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ	۳
۹ - کوئی مذہبی افسر فوج	۱ = جملہ	۱۵	

۵ - حسب عملدرآمد قدیم عہدہ داران اور ارکان مجلس جامعہ نظامیہ کا اہل السنت والجماعت سے ہونا ضروری ہوگا اور میر مجلس کو حسب قواعد نافذہ اعلیحضرت کی خدمت میں بمصالح جامعہ نظامیہ جو رائے پیش کرنے کا حق ہے اس کے متعلق وعدہ اللہ علی الجماعۃ کے موافق اپنی رائے کے ساتھ مجلس اعلیٰ کی رائے بھی ظاہر کرنا ضروری ہوگا۔

آخر میں مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی اور منیجر تاج احمد خاں صاحب کا نام بحیثیت معتمدی جامعہ اور نمائندہ فوج کیلئے پیش کئے گئے۔

اس یادداشت کے ذریعہ یہ توقع کیگئی کہ اگر یادداشت کے بموجب جامعہ نظامیہ کی انتظامی تشکیل قرار پا جائے تو جامعہ نظامیہ دکن یادگار عہد عثمانی کی ایک ایسی مستحکم و مفید یادگار قایم ہوجائے گی جس سے انشاء اللہ قیامت تک احیاء سنت کا کام ہوتا رہیگا اور فرزندان اسلام رہتی دنیا تک فخر سلاطین دکن حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے مزید مرہون منت رہیں گے۔

جدید کابینہ کی ترتیب اور اس کی سرگرم کارروائی کا آغاز

یہ افواہ عام طور پر پھیلی ہوئی تھی کہ جوں ہی میر مجلس صاحب کو انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی یادداشت بارگاہ خسروی میں پیش ہونے کا علم ہوا تو ساتھ ہی ایک جدید کابینہ کی فہرست بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ بغرض منظوری بارگاہ خسروی میں پیش کیگئی جو منظور ہوئی اس اعتبار سے میر مجلس صاحب کے جائزہ کے وقت کی کابینہ ۶ فروردی ۱۳۴۹ف تک کارگزار رہی لیکن دستور اور قانون کے لحاظ سے اس کا تعطل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ہنوز کابینہ قدیم کو اپنی معطلی کا سرکاری طور پر کوئی یقین نہیں دلایا گیا اور نہ تقرر میر مجلس صاحب میں جدید کابینہ کی ترتیب کا کوئی اختیار دیا گیا غرض دستور جامعہ نظامیہ کے فقرہ (۶) میں اس امر کی

صاف صراحت موجود ہے کہ میر مجلس صاحب

اس لحاظ سے قدیم کابینہ ہنوز قایم اور مدرسہ کے انتظامی امور میں برابر کی خدمت کا حق رکھتی ہے تاہم جو اراکین منتخب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں :۔

۱۔ مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی — میر مجلس

۲۔ نواب احسن یار جنگ بہادر — معتمد

ارکان مجلس منتظمہ

۳۔ مولانا سید صابر حسینی صاحب

۴۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب

۵۔ نواب ناظر یار جنگ بہادر

۶۔ نواب معشوق یار جنگ بہادر

۷۔ مولوی قاری قطب الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ

۸۔ مولوی مامون صاحب دمشقی واعظ سرکار عالی

۹۔ مولوی محمد عبد الہادی صاحب ابن مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی

فارغین نظامیہ کا دوسرا خط مجلس عاملہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے اپنے اجلاس مورخہ ۲۷ فروردی ۱۳۴۹ف میں قرار داد کے ذریعہ میر مجلس صاحب مدرسہ کی توجہ اس طرح مبذول کرنے کی سعی کی کہ

"انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ ان تبدیلیوں کا غور سے مطالعہ کر رہی ہے جو حال میں اس کے ارباب انتظام عمل میں لا رہے ہیں اسے ان ارکان سے بہت سی توقعات ہیں جن کا ابھی ابھی تقرر ہوا ہے اور یقیناً وہ سب حضرت بانی علیہ الرحمہ کے اصول و اغراض کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں گے کوئی ایسا عمل جو مغائر منشاء حضرت بانی نظامیہ ہو اس کو اختیار نہیں فرمائیں گے۔

یہ امر ہمارے لئے باعث حیرت ہے کہ جدید مجلس انتظامی میں فارغین نظامیہ کا کوئی نمائندہ نہیں ہے حالانکہ حضرت بانیؒ ہی کے عہد سے یہ امر تعاملاً و توارثاً چلا آرہا تھا اور

طے شدہ امر بھی ہے کہ مجلس انتظامی میں فارغین نظامیہ ضرور موجود رہیں اس کے کئی گونہ مقاصد ہیں :-

اولاً یہ افراد نظامیہ روایات کے حامل ہیں اور اس کے تربیت یافتہ ہونے کے باعث وہ ان امور کو نوعمر اور زیر تعلیم طلبہ میں منتقل کر سکتے ہیں دوسرے ان کو اپنی مادر جامعہ سے جو وابستگی اور ہمدردی ہوتی ہے اس کے باعث ان سے ہر قسم کے ایثار کی توقع کیجا سکتی ہے تیسرے اب یہ تمام دنیا کا مسلمہ قاعدہ بھی ہے کہ کسی ادارے کا انتظام کرنے میں وہیں کے فارغین کو زیادہ سے زیادہ مواقع دینا چاہیئے۔

ان وجوہات کی بناء پر انجمن طلبہ قدیم مستدعی ہے کہ مجلس انتظامی جامعہ میں کم سے کم چار ارکان کا اضافہ فرمایے جو فارغین نظامیہ ہوں اور اپنے فرائض کی اہمیت کے ساتھ ان پر نظامیہ برادری کو پورا اعتماد ہو۔ اسی طرح جناب مدیر صاحب رہبر دکن (۱) اور مدیر صاحب پیام (۲) نے اس اصولی تحریک سے تائید کرتے ہوئے ارباب مدرسہ کو توجہ دلائی کہ مجلس انتظامی میں نظامیہ کے نمایندوں کی شرکت ازبس ضروری ہے۔

میر مجلس صاحب مدرسہ کا پیغام فارغین نظامیہ کے نام | قرارداد مذکور الصدر کے جواب میں جناب میر مجلس صاحب نے حسب ذیل جواب مرحمت فرمایا

جناب معتمد صاحب انجمن !

عنایت نامہ وصول ہوا۔ شاید جناب نے فقیر کی سب سے پہلی تقریر اخبارات میں ملاحظہ فرمائی ہوگی میں بڑی خوشی سے آپ کی شرکت عمل کو قبول کروں گا۔ براہ کرم (۲۸ر فروری ۴۰ء) بعد نماز جمعہ ۲ بجے سے ۴ بجے تک جس وقت فرصت ہو غریب خانہ پر تشریف لائیں تاکہ تفصیلی تبادلہ خیال ہو سکے۔

ایک ہفتہ ہوتا ہے کہ فقیر نے بعض مدرسین مدرسہ کے معرفت جناب کو زحمت فرمانے کیلئے کہا تھا۔ معلوم نہیں آپ کو اطلاع ہوئی یا نہیں امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

فقیر محمد عبد القدیر القادری
میر مجلس انتظامی مدرسۂ نظامیہ

(۱) رہبر دکن ۲۶ر اردی بہشت ۴۹ف (۲) پیام مورخہ ۹ر اسفندار ۴۹ف

سلسلہ ۱۳۴۹ف

معتمد انجمن اور میر مجلس صاحب مدرسہ کے درمیان گفتگو اور ان کا محاصل

جناب میر مجلس صاحب مدرسہ کے ارشاد پر ۲۸ فروردی معتمد انجمن کی ملاقات ہوئی دوران گفتگو میں جناب میر مجلس صاحب نے فرمایا کہ جدید مجلس انتظامی میں نظامیین کے نام اسلئے شریک نہیں کیے گئے کہ خود نظامیین اپنے نمائندوں کو منتخب کرکے پیش کریں اور یہی عمل آئندہ ترقی جامعہ کیلئے سودمند ہوگا اس لیئے قریب میں مسئلہ زیر بحث کی یکسوئی کیلئے بعض اراکین انتظامی کو مدعو کروں گا جس میں انجمن طلبہ قدیم کے بھی اصحاب شریک رہیں گے جو امور اس جلسہ مشاورت میں طے پائیں گے اس کے بموجب مجلس انتظامی جامعہ میں نظامیین کے نمائندے لینے سے متعلق بارگاہ خسروی میں منظوری کیلئے معروضہ پیش ہوسکیگا چنانچہ اس اطمینان بخش گفتگو کے بعد جناب مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن نے اپنا ایک بیان اخبارات میں اسطرح شائع فرمایا۔

صدر انجمن کا عام بیان

اضلاع اور بلدہ کی نظامیہ برادری اور علوم دینیہ عربیہ کے دلدادہ احباب کے استفسارات کا سلسلہ بندھ گیا ہے کہ وہ جامعہ نظامیہ کی سرعت پذیر تبدیلیوں میں اس کے مستقبل سے متعلق تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میرے لیئے ہر ایک کا جواب ادا کرنا دشوار ہے اس لیئے ان سب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ

جامعہ نظامیہ حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض جاریہ کی بہترین یادگار ہے ہمارے شاہ ذیجاہ حضرت شمس الملت والدین سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی عطوفات شاہانہ جامعہ پر ہر وقت مبذول رہی اور ذات ہمایونی نے ہمیشہ اس کی سرپرستی فرمائی ہے۔

زمانہ کے ترقی پذیر رجحانات اور ضروریات حاضرہ کے مدنظر آخر عشرہ ذوالحجہ الحرام ۱۳۵۸ھ کو انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے جامعہ مذکور کی مزید اصلاحات پر مشتمل ایک اسکیم مرتب کی ہے جس کو میں نے بتوسط چیف سکرٹری نواب کاظم یار جنگ بہادر بارگاہ خسروی میں گذراننے کی سعادت حاصل کی ہے۔ لہذا سارے احباب سے گزارش ہے کہ وہ نتیجہ کا انتظار فرمائیں ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ان کے اطمینان کے لئے یقینی معلومات بہم پہنچانے کے قابل ہوں۔

استفسار کا دوسرا جز جو نئی کابینہ کی تشکیل میں نظامیین کی نشستوں پر مبنی ہے کہ انتظام جدید میں کیوں کمیٹی انتظامی کی ایک نشست تک بھی علمائے نظامیہ سے پُر نہیں کیگئی اس کا جواب بھی اطمینان بخش طریقہ پر اس وقت دسکوں گا جب کہ میرے فاضل دوست حال میر مجلس صاحب کمیٹی انتظامی اپنے وطن مالوف بدایون سے واپس تشریف لائیں کیونکہ صاحب معز کو اس خصوص میں نہ صرف تحریراً توجہ دلائی گئی ہے بلکہ ان کے اور معتمد صاحب انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے درمیان بالمشافہ گفتگو بھی ہو چکی ہے جو امید افزا تصور کیجا رہی ہے اور اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ قریب میں ایک تصفیہ کن مفاہمت کا امکان پیدا ہو جائے "(۱)

جناب میر مجلس صاحب مدرسہ کے مکان پر اجتماع اور مشاورت

اس کے قبل ظاہر کیا گیا ہے کہ ۲۰ر فروردی ۱۳۴۹ف کے جلسہ ملاقات میں جناب میر مجلس صاحب جلسہ مشاورت کے خیال کو ظاہر فرمایا تھا۔ اس کے بموجب بتاریخ ۱۱ر اردی بہشت ۱۳۴۹ف روز جمعہ حسب ذیل اصحاب میر مجلس صاحب کے دولتکدہ پر جمع ہوئے۔

(۱) جناب میر مجلس صاحب (۲) نواب احسن یار جنگ بہادر معتمد مدرسہ (۳) نواب ناظر یار جنگ بہادر (۴) جناب قاری قطب الدین صاحب (۵) مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) رکن ہائیکورٹ (۶) ابو الخیر صاحب معتمد انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ

ابتداء میں جناب امیر جامعہ نظامیہ نے [illegible] پالیسی کے نسبت ظاہر فرمائے اور آخر میں سبھی نے اس امر سے اتفاق کیا کہ نظامیین کا انتخاب ان کا نمائندہ ادارہ ہی حسب ضرورت کیا کرے چنانچہ انجمن کی جانب سے یہ چار نام رکنیت منتظمہ کیلئے پیش کئے گئے۔

۱- مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن ہائیکورٹ

۲- پروفیسر ڈاکٹر عبد الحق صاحب

۳- پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب

۴- مولوی میر مظہر علی صاحب (کامل) وکیل ہائیکورٹ

چونکہ یہ جلسہ کسی باقاعدہ مجلس یا کمیٹی کی نوعیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کا منشاء صرف ایک ایسے اجتماع کا موقع فراہم کرنا تھا کہ معزز ارکان منتظمہ میں سے چند اور خادمین انجمن

(۱) از اخبار رہبر دکن مورخہ ۷ر اردی بہشت ۱۳۴۹ف

طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے نمائندے ہم بزم ہوں اور ہر ایک دوسرے کے نقطہ نظر سے واقف ہو کر ہم سب کے مشترکہ مقصد یعنی خدمت جامعہ نظامیہ کی پیش رفت کیلئے تجاویز سوچیں چنانچہ جناب مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن اور معتمد صاحب مدرسہ و میر مجلس صاحب مدرسہ کے درمیان دوبارہ گفتگو اور تبادلۂ خیال کے بعد مجلس انتظامی مدرسہ نظامیہ منعقدہ ۲۹ رار دی بہشت ۱۳۴۹ ف میں مکتوب صدر صاحب انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ مورخہ ۲۴ ر صفر المظفر ۱۳۵۹ھ پڑھا گیا۔ طے پایا کہ انجمن کے پیشکردہ منتخبہ اصحاب سے فی الحال دو اصحاب نامزد کیئے جائیں۔ مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت العالیہ اور مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری کا انتخاب کرکے منظوری کیلئے بارگاہ خسروی میں دعانامہ پیش کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔

جامعہ نظامیہ میں نظامیئین کی نمائندگی | نظامیئین کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ اور انجمن طلبہ قدیم کے درمیان مجلس انتظامی جامعہ میں نظامیئین کی نمائندگی سے متعلق جو اختلافات تھے وہ بحمد اللہ جناب صدر صاحب انجمن کی مساعی سے دور ہوگئے اور آخر مجلس انتظامی نے بمصالح بارگاہ خسروی میں اس قسم کا ایک معروضہ پیش کیا کہ :۔

امیر جامعہ نظامیہ کا دعاتا | پیشگاہ حضرت اقدس اعلیٰ سے اراکین مجلس انتظامی مدرسہ نظامیہ کی منظوری شرف صدور پا چکی ہے اور اب مجلس انتظامی نہایت مستعدی سے اصلاح مدرسہ میں مصروف عمل ہے اس مدرسہ کے طلبہ نے ایک مجلس انجمن طلبہ قدیم کے نام سے قایم کی ہے ان کی استدعا ہے کہ انجمن مذکور کے اراکین میں سے بھی کچھ اصحاب مجلس انتظامی میں لئے جائیں چند نام بھی پیش کئے ہیں ان کے نام ایسے ہیں جن کا تقرر اگر مجلس انتظامی میں کیا جائے تو مناسب ہے۔ ایک مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری جو انجمن کے صدر ہیں اور دوسرے جناب خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت العالیہ چونکہ مجلس انتظامی کی ترتیب اور اس کا ہر تغیر و تبدل محتاج منظوری اقدس و اعلیٰ ہے اور بغیر ارشاد ہمایونی کوئی تغیر نہیں ہوسکتا۔ اس معروضہ کو پیش کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے آئندہ جو حکم محکم شرف صدور لائے حسبۂ تعمیل کیجائیگی (۱)

چنانچہ دفتر پیشی مبارک سے مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ میں نظامیئین کے دو نمائندے مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن اور مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت العالیہ کے

---

(۱) معروضہ مورخہ ۲۳ رصفر المظفر ۱۳۵۹ھ

ماموری کی منظوری شرف اصدار لائی^(۱)، اس طرح موجودہ مجلس انتظامی میں سب سے اہم امر کی جو کمی تھی اس کی تکمیل ہوئی۔

مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ کی مکمل تشکیل مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ کی آخری تشکیل حسب ذیل قرار پائی ہے۔

۱۔ مولوی محمد عبد القدیر صاحب بدایونی امیر جامعہ
۲۔ نواب احسن یار جنگ بہادر معتمد جامعہ

ارا کین

۳۔ مولانا سید صابر حسینی صاحب سجادہ
۴۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب (نظامیہ) صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ
۵۔ نواب ناظر یار جنگ بہادر
۶۔ نواب معشوق یار جنگ بہادر
۷۔ جناب قاری قطب الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ
۸۔ جناب مامون صاحب دمشقی مدرس مدرسہ دینیات سرکار عالی
۹۔ جناب محمد عبد الہادی صاحب
۱۰۔ از طرف نظامیئن ۱۰۔ مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ
۱۱۔ مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) رکن ہائیکورٹ

جدید مجلس انتظامی کا پہلا کارنامہ حال میر مجلس صاحب نے جدید کابینہ کی منظوری کے بعد سب سے پہلے حسب ذیل تقررات کئے ہے۔

۱۔ خدمت نظامت پر اپنے صاحبزادے جناب عبد الہادی صاحب بدایونی کو مامور فرمایا۔ (۲) مودبی پر فخر الحسن صاحب بدایونی کا انتظام کیا۔
۳۔ ایک جدید خدمت محصل کی قایم کیگئی^(۲)

یوم تاسیس جامعۂ نظامیہ نواب فخر یار جنگ بہادر کے عہد میں سال ۱۳۴۹ف کے جلسہ یوم تاسیس میں بیجا اور ناواجبی رکاوٹیں پیدا ہوگئی تھیں جس پر نہ صرف انجمن طلبہ قدیم نے

(۱) از اخبار رہبر دکن ۱۸ ارتیر سنہ ۱۳۴۹ف (۲) از اخبار رہبر دکن مورخہ سنہ ۱۳۴۹ف

احتجاج کیا، بلکہ ملک کے مفکرین اور مدیران اخبارات نے ارباب مدرسہ کو توجہ دلائی کہ کسی وجہ سے بھی یوم تاسیس نظامیہ کے جلسوں کو روکا نہ جائے یوم تاسیس کے جلسے حقیقی معنوں میں نظامیہ کے لئے مظاہر حیات ہیں جس کا نتیجہ ہوا کہ

ارباب مدرسہ نے بھی دوبارہ مسئلہ کی اہمیت اور وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے انعقاد جلسہ کی اجازت دیدی (۱) اس اجازت کے بعد تھوڑا عرصہ گذرنے نہیں پایا تھا کہ حال میر مجلس صاحب کا اقتدار قائم ہوا۔

افسوس ہے کہ اس عہد میں بھی رکاوٹیں پیدا کرنے کی ناکام سعی کیگئی آخر میں مدرسہ کے ہردلعزیز معتمد نواب احسن یار جنگ بہادر نے انجمن اور مدرسہ کے درمیان جس قسم کے اختلافات تھے ان سب کو اپنے تدبر اور تجربہ کی بناء پر دور فرمایا اور یوم تاسیس کے جلسوں کی اجازت دیدی (۲) اور مولوی سید عبد العزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی کی صدارت میں یہ جلسہ بتاریخ ۱۵ ارخورداد ۱۳۴۹ف جامعہ نظامیہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ منایا گیا۔

جامعہ نظامیہ کی سرعت پذیر تبدیلیوں کا اطمینان بخش تصفیہ

مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ میں نظامئین کی نمائندگی سے متعلق جو فرمان خسروی شرف صدور پایا اس سلسلہ میں اظہار تشکر و عقیدت کے طور پر مجلس انتظامی انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ذیل کا ایک بیان شائع کیا۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کا اپنے ابتدائے قیام سے یہ خیال اور مطالبہ رہا ہے کہ مجلس منتظمہ جامعہ نظامیہ میں فارغین نظامیہ کے نمائندوں کا ہونا اس دینی درسگاہ کی ترقی اور تحفظ روایات کیلئے ناگزیر ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ جدید میر مجلس صاحب اور ان کی زمانہ شناس کابینہ نے اس مطالبہ کی معقولیت کو تسلیم فرمالیا اور سرپرست جامعہ اعلیحضرت بندگان عالی کی خدمت میں دعانامہ پیش فرمایا کہ انجمن طلبہ قدیم کے بھی دو نمائندے مجلس منتظمہ جامعہ نظامیہ میں شریک فرمائے جائیں چنانچہ اب بارگاہ اعلیحضرت شمس الملت والدین جلالتمآب سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ سے اس کی منظوری شرف صدور لا لی ہے کہ

(۱) مراسلہ دفتر جامعہ نظامیہ ع ۱۶۵ مورخہ ۱۵ ار اسفندار ۱۳۴۶ف (۲) مراسلہ دفتر جامعہ نظامیہ ع ۳۶۹ مورخہ ۹ ارخورداد ۱۳۴۹ف

انجمن طلبہ قدیم کے پیش کردہ چھ ناموں میں سے جسٹس مولانا خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) اور مولانا سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کا بطور ارکان مجلس منتظمہ تقرر عمل میں لایا جائے۔

انجمن ہٰذا فضیلت مآب امیر جامعہ نظامیہ اور ان کی کابینہ کی اس حقیقت شناسی پر دلی اظہار قدردانی کرتی ہے اور بارگاہ علیم و قدیر جل و علا میں دست بدعا ہے کہ ہمارے ظل اللہ سلطان العلوم شمس الملت والدین جلالت مآب شاہ دکن کی عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائیے اور جلالت مآب کے ہاتھوں ملت و دین کے روز افزوں بڑے کام سدا انجام پاتے رہیں۔

مجلس مشاورت کا قیام اس سلسلہ میں انجمن ہٰذا نے یہ بھی طے کیا کہ اپنے ان نمائندوں کے ذریعہ لائحۂ عمل اصلاح جامعہ نظامیہ کی عاجلانہ تکمیل پر متوجہ ہو اور اپنے ان نمائندوں کو ایک مستحکم مجلس مشاورت کے خدمات بھی مہیا کردے تاکہ وہ اپنی نمائندگی میں نظامیین کی بہترین آراء اور خدمات سے ہر وقت مستفید ہوتے رہیں۔

جامعہ نظامیہ کے تقررات مجلس عاملہ انجمن نے جامعہ نظامیہ کے تقررات سے متعلق ذیل کی قرارداد منظور کی۔

طے ہوا کہ جامعہ نظامیہ میں تقررات کے وقت فارغین نظامیہ کے حقوق کو مرجح رکھنے کی پوری کوشش کی جائے اور فی الوقت جو تقررات جامعہ میں ہو رہے ہیں ان کے متعلق بطور خاص مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے (۱)

اس تحریک کا نتیجہ برآمد ہوا کہ موقوب کی خدمت پر جو ایک غیر نظامیین کو مامور کیا گیا تھا ان سے جامعہ کا نظم سنبھل نہ سکا مجبوراً مستعفی ہو جانا پڑا اسی سلسلہ میں جامعہ نظامیہ کی خدمت نظامت پر نظامیین سے ماموری کی خواہش تھی تاکہ مادر علمی کی حقیقی معنوں میں اصلاح و ترقی ہو اور انجمن کی یہ کوشش تخمیناً (۱۶) سال سے جاری تھی اس مرتبہ نمائندگان نظامیین کی خاص جد و جہد کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ مولوی محمد عبد الہادی صاحب فرزند جناب مفتی مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی میر مجلس خدمت نظامت سے مستعفی ہوئے اور حسب فرمان خسروی نظامت جیسی اہم خدمت پر علامہ مفتی سید محمود صاحب فاضل نظامیہ کا تقرر یکم دی ماہ ۱۳۵۸ف م ۴ شوال ۱۳۵۸ھ عمل میں آیا (۲)

(۱) از اخبار رہبر دکن ۲۷ ر تیر ۱۳۴۹ف (۲) از اخبار رہبر دکن مورخہ ۲۴ ر آذر ۱۳۵۰ف و نظیم ۲۷ ر آذر ۱۳۵۰ف

جامعہ میں طلبہ کے مجالس ابتداء سے جامعہ نظامیہ میں طلبہ کے کئی مجالس موجود تھے ان میں سے معراج الاسلام اور مخزن الانوار جیسے مجالس کو خاص اہمیت تھی ان کے مقاصد واغراض میں یہ جز بھی شامل تھا کہ طلبہ اصول مناظرہ کی سختی سے پابندی کریں اور اس کے ساتھ مذہب اسلام کی خوبیوں کو ثابت اور غیر مذاہب کے مطاعن واعتراضات کا بطریق احسن جواب دینے کی اہلیت پیدا کریں، غرض ایک عرصہ تک اس قسم کے مجالس جامعہ میں قایم اور اپنے مقاصد واغراض میں کامیاب رہے۔ یہانتک کہ ان مجالس کے اہتمام میں ان کے قایم کردہ کتب خانے بھی تھے جہاں توسیع معلومات کے لئے بہت سے عربی اور اردو اخبارات ورسائل آیا کرتے تھے۔ طلبہ کے اس قسم کے مشاغل اور مصروفیات کی وجہ سے جامعہ میں ایک خاص قسم کی علمی و مذہبی فضا پیدا ہوگئی تھی اور جامعہ کے درودیوار سے علمی فضا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں غرض اس عہد میں نفخ روح کے بہت سے اسباب پیدا کرائے گئے تھے[1]

اسناد جامعہ نظامیہ جامعہ نظامیہ کی تعلیمی حالت اور اس کا معیار تعلیم بلند ہونے کے سبب حکومت سرکار عالی نے بھی اسناد جامعہ نظامیہ کے معیار کو مغربی جامعات کے مانند مماثل قرار دیا اس اعتبار سے مولوی فاضل اور بی۔ اے دونوں کے مساوی و مماثل حقوق قرار دیئے گئے[2] اور محکمہ سرکار صیغہ فنیانس کیجانب سے احکام اجرا ہونیکی وجہ ابتدا تراد مدارس میں نظامئین کی ماموری سے متعلق کسی قسم کی کوئی دشواری نہیں[2]

اعلیٰ خدمات پر نظامئین کی ماموری اور اس کے احکام حضرت جلالت مآب شاہ دکن وبرار کے توجہات شاہانہ کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ مولوی فاضل کامیاب اشخاص بھی تحصیلداری، تعلقداری اور اسی قسم کے اعلیٰ خدمات پر مامور اور کارگزار ہیں مگر چند روز سے ان اعلیٰ خدمات پر ماموری عمل میں نہیں آرہی تھی، دوبارہ محکمۂ مال کو توجہ دلانے پر یہ تصفیہ ہوا کہ ان خدمات پر مولوی فاضل کو بھی بی۔ اے کے ساتھ منتخب ہونے کا کامل حق رہے گا[3]

خلاصہ یہ کہ دولت آصفیہ اسلامیہ کے یہ محمود برکات ہیں کہ اس ریاست میں علماء کی قدرو منزلت اور ان کی وقعت وعظمت میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں، ایک عالم واعظ بھی ہے تو اہلکار بھی عدالت کی اعلیٰ خدمت رکنیت پر بھی فائز ہے غرض دولت اسلامیہ آصفیہ نے دنیا کو یہ ثابت کر دکھایا کہ مذہب اور سیاست دونوں ایک ہیں، اور اس وقت ملک کے

(۱) رپورٹ پنج سالہ جامعہ نظامیہ بابتہ ۱۳۱۹ ف لغایتہ ۱۳۲۳ ف (۲) گشتی دفتر صدر محاسب سرکار عالی ۲۲/۱۹ اردی بہشت ۱۳۲۲ ف نشانمثل ۱۷۸/۱ صیغہ عام ۱۳۲۲ ف (۳) مراسلہ محکمہ سرکار صیغہ مالگذاری ۲۱۶/۲۷ اردی ۱۳۴۹ ف صیغہ تقرر نشانمثل ۸/۱۵ ۱۳۴۹ ف

اعلیٰ خدمات پر جامعہ نظامیہ اور جامعہ عثمانیہ کے قابل افراد فائز اور ملک کی خدمتگزاری کا شرف حاصل کر رہے ہیں ۔

ملازمین جامعہ کے لئے وظیفہ یا پنشن

حضرت اقدس و اعلیٰ نے جس طرح اس دینی جامعہ کے بقاء کا ضروری خیال فرماکر اس کی سرپرستی قبول فرمائی اور اس کی ترقی و عروج کے لئے وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات نافذ فرماتے رہے اسی طرح بکمال قدر افزائی اس جامعہ کے ملازمین کے لئے بھی وظائف کا حق منظور فرمایا۔ اب اس جامعہ کی تمام جائدادیں قابل وظیفہ قرار پا چکی ہیں ۔ (۱)

جامعہ نظامیہ میں صاحبان خدمات مذہبی کی تعلیم کا لزوم

دولت آصفیہ میں مذہبی خدمات قاضی، مفتی، محتسب، الملخدمات شرعیہ اور صاحبان درگاہ کی ایک کثیر جماعت موجود ہے جن کے نام حکومت کی جانب سے انعامات اور جاگیریں بحال ہیں حضرت اقدس و اعلیٰ نے جن کو بلالحاظ مذہب و ملت ملک کی عام تعلیم اور طبقات کی فلاح و بہبودی سے خاص شغف ہے ذریعہ فرمان مبارک مذکور الصدر صاحبان خدمت کی اولاد کی تعلیم و ترتیب جامعہ نظامیہ میں لازمی قرار دی ہے تاوقتیکہ جامعہ نظامیہ کے اسناد علمی پیش نہ ہوں اس وقت تک سررشتہ مال معاش بحال کرنے کا مجاز نہیں (۲) اس خصوص میں

جنرل کمیٹی جاگیردار کالج کی قرار داد

جنرل کمیٹی جاگیردار کالج منعقدہ ۵ ار فروردی ۱۳۳۴ف کی قرار داد بھی قابل غور ہے ۔

" جنرل کمیٹی کو صدر الصدور صاحب کی رائے سے اتفاق ہے کہ معاشداران مشروط الخدمت مذہبی کے اولاد کی تعلیم کا جملہ انتظام مدرسہ نظامیہ میں ہونا چاہیئے اور ان جاگیرات سے جو ٹیکس جاگیردار کالج کو وصول ہوتا ہے وہ مدرسہ نظامیہ کی آمدنی میں منتقل ہو جائے گا اس مسئلہ سے جنرل کمیٹی جاگیردار کالج کو اتفاق ہے چنانچہ اسی بناء پر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے محکمہ سرکار میں کارروائی جاری کیگئی ۔ بالآخر طے پایا کہ مشروط الخدمت جاگیرات کا ٹیکس فی صد کی حد تک مدرسہ نظامیہ کو دیا جائے۔ مراسلہ محکمہ سرکار صیغہ مذہبی نشان ۱۴۳۱ ۲۲ر تیر ۱۳۵۵ف نشانمثل ۲۳۵ سنہ ۱۳۴۶ف

جامعہ نظامیہ کی عمارت

جامعہ نظامیہ کی عمارت سے متعلق حضرت اقدس و اعلیٰ نے دو

(۱) احکام محکمہ سرکار صیغہ فینانس ۳۳۰ صیغہ فوج ۲۰ر خورداد ۱۳۴۲ف نشانمثل $\frac{۲۹۵}{۲}$ ۱۳ف
(۲) احکام محکمہ سرکار صیغہ مذہبی ۱۱ر آذر ۱۳۲۰ف م ۱۳ر صفر ۱۳۳۱ ۱۳۲۹ھ

فرمان مبارک نافذ فرمایے پہلے فرمان مبارک میں یہ ارشاد ہوا کہ پندرہ بیس ہزار کی لاگت میں مدرسہ کی عمارت تعمیر کردیجائے۔[1] دوسرا فرمان مبارک مزینہ ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ میں پچاس ساٹھ ہزار کی عمارت تعمیر کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا۔ ابھی تک اس کارروائی کا کوئی مناسب تصفیہ نہیں ہوا اگر تصفیہ ہوجائیے تو جامعہ نظامیہ کے لئے ایک نمایاں عمارت تیار ہوجائے گی جو عہد عثمانی کی بہترین علمی و مذہبی یادگار رہے گی۔

جامعہ نظامیہ و جامعہ عثمانیہ | جامعہ عثمانیہ نے جامعہ نظامیہ کے اسناد کو مسلمہ قرار دے کر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کے مساوی حقوق ملازمت کا تصفیہ فرمایا و نیز اجلاس مجلس انعقاد جامعہ عثمانیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳ ر فروری ۱۳۴۵ف میں ذیل کی قرار داد منظور کی۔

" جامعہ نظامیہ کے مولوی کامیاب طلبہ امتحان میٹریکیولیشن جامعہ عثمانیہ کے صرف مضمون انگریزی میں شریک ہوسکتے ہیں اور اس میں کامیابی کے بعد انٹرمیڈیٹ شعبہ دینیات کے سال اول میں شریک ہوسکتے ہیں "

اس سلسلہ میں اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے جانب سے ایک اور تحریک اس قسم کی پیش ہوئی کہ

ایف، اے اور بی، اے میں بھی عالم اور فاضل کو مولوی کی طرح شرکت کا موقع دیا جائیے اس خصوص میں حامی تعلیم مذہبی نواب مہدی یار جنگ بہادر نائب امیر جامعہ عثمانیہ کے خاص توجہات مبذول ہیں نواب صاحب موصوف کی علم دوستی سے توقع ہے کہ جامعہ نظامیہ کو مذکور الصدر مزید رعائت بھی حاصل ہوجائے گی اور رہتی دنیا تک نواب صاحب کا یہ علمی کارنامہ یادگار عالم رہے گا۔

جامعہ نظامیہ کا نصاب | جامعہ نظامیہ کا نصاب تعلیم وہی ہے جو بالعموم ہندوستان کے تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھایا جاتا ہے لیکن جامعہ نظامیہ کے نصاب نظامیہ اور ہندوستان کے درس نظامیہ میں نمایاں فرق ہے۔

جامعہ نظامیہ کے نصاب میں ضرورت زمانہ کے لحاظ سے بعض کتابوں میں تبدیلی اور اور بعض فنون کی زیادتی بھی ہوئی ہے۔ تحتانی اور وسطانی جماعتوں میں حساب، ریاضی اور

---

(۱) فرمان مبارک مزینہ ۱۹ ر شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

اقلیدس تاریخ وجغرافیہ جیسے مضامین بڑھائے گئے ہیں۔ حضرت بانیٔ جامعہ علیہ الرحمہ کے آخری عہد میں نصاب نظامیہ کو مولوی۔ عالم۔ فاضل اور کامل کی جماعتوں میں تقسیم کیا گیا اس طور سے اس تقسیم کی ابتداء ۱۳۲۵ھ سے شروع ہوئی اور نواب صدر یار جنگ بہادر میر مجلس وقت کے عہد میں تکمیل ہوئی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ (۲)

مولوی مفتی محمد احمد صاحب میر مجلس اور نواب فخر یار جنگ بہادر کے دور صدارت میں نصاب میں نمایاں تغیرات ہوئے۔ اس تغیر کی وجہ سے نصاب میں سختی بڑھا دی گئی الخدمات شرعیہ جن کی تعلیم وتربیت جامعہ کے تفویض تھی ان کے لیئے ایک علیحدہ نصاب مرتب کیا گیا اور چند سال تک یہ نصاب جاری رہا حال (۲) میر مجلس صاحب کے عہد میں تبدیلی نصاب کی سعی کی جارہی ہے۔ اور ایک کمیٹی اسی کام کے لئے بنائی گئی ہے جس میں ملک کے تجربہ کار علماء اور جامعہ کے اساتذہ شریک نہیں کیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے منشار حضرت بانی علیہ الرحمہ کے فوت ہونیکا اندیشہ ہو رہا ہے - - - - - - - - - - - - - - - - - بہرحال

جو تغیر بھی ہو اس میں منشاء بانی جامعہ کا پہلو غالب ہے۔ تب ہی ایسا نصاب مسلمان اور جامعہ دونوں کیلئے مفید ہو سکیگا۔

قواعد امتحانات | حضرت بانی جامعہ علیہ الرحمہ کے عہد مبارک میں طریقۂ تعلیم امتحانات اور اقامت خانے کے قواعد مرتب ونافذ العمل تھے اور سختی سے ان قواعد کی پابندی کرائی جاتی تھی مہینے میں چار مرتبہ اساتذہ امتحان لیا کرتے تھے اور سالانہ امتحان کے لیئے باہر کے علماء آتے تقریری اور تحریری دونوں حیثیتوں سے امتحان لیا کرتے تھے مولوی مفتی محمد احمد صاحب اور نواب فخر یار جنگ بہادر کے دور صدارت میں امتحانات کے قواعد کی ترتیب عام جامعات کی طرح کیگئی۔ اور بعض امتحانوں میں جامعات ہند سے زیادہ سخت قواعد رکھے گئے غرض جامعہ نظامیہ نصاب تعلیم، مدت تعلیم، نگرانی تعلیم اور قرارداد امتحانات بلکہ ہر حیثیت سے ہند کے مشرقی جامعات میں ایک نمایاں خصوصیات کا حامل ہے۔

طب کی تعلیم | حضرت بانی جامعہ کے عہد میں فن طب کی تعلیم کا بھی اہتمام تھا جہاں فارغ التحصیل طلبہ طب کی تعلیم پاتے تھے مگر بعد کے دور میں طب کی تعلیم کا انتظام برخواست کر دیا گیا۔

۲۔ مولوی مفتی عبد القدیر صاحب بدایونی۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے دوبارہ ارباب جامعہ سے طب کی تعلیم کو جاری کرنے کی سفارش کی ہے۔

ورزش طلبہ کی صحت اور ان کو قوی بنانے کی غرض سے حضرت بانی علیہ الرحمہ کے عہد میں ورزش جسمانی کا انتظام تھا لیکن اس شعبہ کو جیسی ترقی ملنی چاہیئے نہیں ملی بعد کے دو دور میں اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ آخر فخر یار جنگ بہادر کے عہد میں مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی کی تحریک پر ورزش کا شعبہ کھول دیا گیا جس میں طلبہ کو کود پھاند لکڑی چلانا اور مخصوص ورزشیں سکھلائی جاتی ہیں حقیقت میں یہ شعبہ حصول تندرستی کے ساتھ مسلمانوں کو ان کا اصلی مگر بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور ان میں جرأت و حوصلہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے توقع ہے کہ حال میر مجلس صاحب کے عہد میں اس شعبہ کو اور وسعت ہوگی، اور انجمن کی تحریک فوجی تعلیم کا رواج بھی ہوگا۔

(نوٹ) افسوس ہے کہ جامعہ میں شعبہ احتساب حفظ، فصل خصومات صفائی اور تعمیرات کے جُدا جُدا شعبے موجود نہیں ہیں اگر یہ شعبے قایم ہو جائیں تو طلبہ کی زندگی میں ایک خاص روح پیدا ہو جانے کی توقع ہو سکیگی۔

موجودہ حضرات اساتذہ کا ایثار جامعہ نظامیہ کے اساتذہ جس ایثار اور خلوص سے تعلیم دیتے ہیں اس کی نظیر سرکاری مدارس میں نہیں مل سکتی۔ سرکاری مدارس اور جامعہ میں اساتذہ ہفتہ میں چند گھنٹے تعلیم دیتے ہیں، ان کی تنخواہ کا معیار دو سو سے ہزار تک ہوتا ہے۔ مگر جامعہ نظامیہ کے باکمال اساتذہ روزآنہ (۸) گھنٹے پڑھاتے ہیں، ان کی تنخواہ کا اوسط تیس روپیہ ماہانہ ہے کالج کے دو سینیر پروفیسروں کی تنخواہ میں جامعہ نظامیہ کے جملہ مصارف چلائے جاتے ہیں ونیز ہندوستان کے قومی عربی مدارس کے مشاہرات پر بھی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے مقابلہ میں بھی اساتذہ نظامیہ کی تنخواہیں نہایت کم ہیں مثال کے طور پر دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس کی تنخواہ (ماصہ) کلدار حالی ماصہ عثمانیہ ہے، اس اندازہ سے جامعہ نظامیہ کے اساتذہ جس خلوص و للہیت سے اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں منہمک اور مصروف عمل ہیں اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی اور سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ نہیں کر سکتا غرض

دکن ہند اور عالم اسلام کا کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ ہوگا جہاں جامعہ نظامیہ کے سرچشمہ کی کوئی نہر مسلمانوں کو سیراب نہ کر رہی ہو۔

یاد رفتگان

تاریخ جامعہ نظامیہ کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ نظامیہ کے قدیم ممتحنین مرحوم اساتذہ اور قدیم طلبہ کے مختصر حالات کا تذکرہ بھی لکھا جائے تاکہ ان کے حالات مستقبل میں ہمارے لیئے مشعل ہدایت ثابت ہوں۔

جامعہ نظامیہ کے قدیم ممتحنین ہندوستان کے جملہ عربی مدارس کا بالعموم یہ طریقہ رہا ہے کہ رجب کے آخری دنوں میں سالانہ امتحانات شروع ہوکر آخر شعبان تک ختم ہو جاتے ہیں اور رمضان المبارک کے کامل مہینے کی چھٹیاں دیجاتی ہیں یہ طریقہ ابتداء سے جامعہ نظامیہ میں بھی رہا ہے اس کے سالانہ امتحانات کیلئے باہر سے علماء مدعو ہوتے اور طلبہ کے امتحانات تقریری اور تحریری لیا کرتے تھے اور ہر کتاب میں (۳۳) نمبر حاصل کرنے کا لزوم لازمی تھا اگر کسی کتاب کے تقریری یا تحریری امتحان میں (۴۰) نمبر سے کم حاصل کرنے کی صورت میں طالب علم کو کسی جماعت میں کوئی ترقی نہیں دیجاتی اور اس طریقہ عمل کی پابندی شدت سے کیجاتی تھی جو کسی اور مدرسہ میں عموماً نہیں پائی جاتی۔

یہ عمل حضرت بانیؒ کے عہد تک جاری رہا آپکے بعد تقریری اور تحریری امتحانات کے طریقوں میں بہت سی اصلاحیں کی گیئں اور تقریری امتحان کے طریقہ کو موقوف کیا گیا اور اس کے بجائے تحریری امتحان کے اصول کو رائج کیا گیا۔ اس کے لیئے خاص قواعد مرتب کئے گئے جو کسی طرح سرکاری مدارس اور جامعات کے امتحانات سے کم نہیں ہیں۔

ذیل میں عہد قدیم کے ممتاز اور قابل ممتحنین کی ایک فہرست لکھی جاتی ہے جس سے یہ اندازہ قائم ہوسکیگا کہ کس پایہ کے علماء جامعہ نظامیہ کے ممتحنین مقرر ہوا کرتے تھے۔

مولانا مفتی محمد لطف اللہ صاحب مفتی عدالت العالیہ۔ مولانا عبدالصمد صاحب۔ مولوی حکیم منصور علی خاں صاحب۔ مولوی عبدالعزیز صاحب استاذ مدرسہ منصبداران گلبرگہ۔ مولوی

عبدالجبار خاں صاحب صدر مدرسہ اعزہ ۔ مولوی[۶] عبدالوہاب صاحب صدر مدرسہ نورالدین شاہ ۔ مولوی[۷] محمد عزیز الدین صاحب ۔ مولوی[۸] حبیب الرحمٰن صاحب مدرس دارالعلوم ۔ مولوی[۹] حسن علی صاحب ۔ مولوی[۱۰] عبدالغنی صاحب ۔ مولوی[۱۱] سید ابراہیم صاحب منتظم مدرسہ فخریہ ۔ مولوی[۱۲] سید کریم اللہ صاحب ۔ مولوی[۱۳] حبیب اللہ صاحب ۔ مولوی[۱۴] محمد شاہ صاحب ۔ مولوی[۱۵] شرف الدین احمد صاحب ۔ مولوی[۱۶] حسن علی صاحب ۔ مولوی[۱۷] سرفراز الدین صاحب ۔ مولوی[۱۸] سید غلام افضل صاحب ۔ مولوی[۱۹] سید مظفر الحسین صاحب ۔ مولوی[۲۰] عبدالحکیم صاحب ۔ مولوی[۲۱] سید مرتضٰی صاحب ناظم ترقی علوم و فنون ۔ مولوی[۲۲] سید نادر الدین صاحب مدرس دارالعلوم ۔ مولانا[۲۳] حکیم عبدالرحمٰن صاحب سہارنپوری محدث ۔ مولوی[۲۴] محمد عباس علی خاں صاحب محدث ۔ مولوی[۲۵] شیر علی صاحبؒ مدرس دارالعلوم ۔ مولوی[۲۶] عبدالغنی صاحب مدرس مدرسۂ عربی ۔ مولوی[۲۷] الٰہی بخش صاحب صدر مدرس مدرسہ ابوالعلائی ۔ مولوی[۲۸] میر جعفر حسین صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ۔

دَورِ جدید کے ممتحنین | جامعہ نظامیہ کے عہد حاضر میں حسب ذیل اصحاب اس کے ممتحن رہے ہیں ۔

۱ ۔ مولانا سید بشیر علی صاحبؒ استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (۲) مولانا عبدالواسع صاحبؒ استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (۳) مولانا شاہ محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات (۴) مولوی سید مناظر احسن صاحب گیلانی (۵) مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب معتمد اشاعۃ العلوم (۶) مولانا سید وحید بادشاہ صاحب قادری (۵) مولوی قاری قطب الدین صاحب پروفیسر (۶) مولوی حکیم محمد بقیۃ اللہ صاحب استاذ نظامیہ طبی کالج (۷) مولوی ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (۸) مولوی عبدالمجید صاحب پروفیسر (۹) مولوی فضل احمد صاحب پروفیسر (۱۰) مولوی ہارون خان صاحب شیروانی (۱۱) مولوی احمد حسن صاحب سابق استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (۱۲) مولانا مفتی سید محمود صاحب (۱۳) مولوی حکیم محمود صمدانی صاحبؒ (۱۴) مولوی عبدالقادر صاحب بی اے عثمانیہ (۱۵) ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب (۱۶) مولوی سیف بن سلطان صاحب (۱۷) مولوی سید ابراہیم صاحب ادیب مولوی عبداللہ صاحب نقشبندی ثانی الزہ

مولانا قاضی محمد امیر الدین صاحب پونیری | آپ دکن کے قضاۃ سے تھے قصبہ پونیر علاقہ ناندیڑ کے رہنے والے تھے ۔ علوم دینیہ میں دستگاہ حاصل تھی اور ہمیشہ ترویج تعلیم علوم دینیہ میں کوششیں کیں ایک عرصہ تک جامعہ نظامیہ کی خدمت اہتمام کو نہایت عمدگی سے انجام دیا بڑے متورع اور متقی بزرگ تھے ۔ سنہ ۱۲۰۸ھ م ۱۲۹۳ف میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے ۱۳۱۵ھ

میں انتقال فرمایا اس وقت آپ کے ایک صاحبزادے مولوی قاضی عبدالمنان صاحب تعلقہ پاتھری ضلع پربھنی میں علم و مذہب کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

علامہ ملا محمد عبدالقیوم صاحب | سن ولادت تقریباً ۱۲۷۰ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالعلوم میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم ہندوستان میں ہوئی۔ تکمیل تعلیم کے بعد ملازم ہوئے ۱۲۹۱ف میں مددگار ناظم تعلیمات ہوئے ۱۲۹۶ف میں ڈپٹی کمشنر انعام ہوئے اور ۱۳۰۶ف میں ضلع لنگسگور کے تعلقدار ہوئے۔ آپ کی ملازمت میں یہ پالیسی تھی کہ کسی طرح رعایا مرفہ الحال اور خوش حال رہے۔

آپ نے اپنی صلح پسندی اور حسن اخلاق سے ملک میں ایک عالمگیر شہرت حاصل کرلی تھی۔ ہندو اور مسلمان دونوں آپ سے خوش اور آپ کے خدمات ملی کے دل سے قائل تھے۔

آپ جبری تعلیم کے بڑے حامی اور موئد تھے اور ایک رسالہ تعلیم جبری کے نام سے بھی شائع فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ حکومت کو جبری تعلیم کی طرف آمادہ کیا جائے آپ اس قسم کی تعلیم کے حامی تھے کہ قوت نظری اور دماغی کی تعلیم کے بجائے حکمت عملی کی تعلیم ملک میں عام ہو جسمانی ضروریات کے استیفاء کے بغیر کسی طرح ملک دنیوی و اخروی سعادات کا اکتساب نہیں کرسکتا اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اہل ملک کو وہ تعلیم دیجائے جس کے ذریعہ وہ ختم تعلیم کے بعد اپنی روٹی اپنے دست سے کماکر کھاسکیں معیشت میں سرکار کے دست نگر نہ رہیں طریقہ تعلیم کے اختیار کرنے میں ہم کو امریکہ - جاپان - اور یورپ کی پیروی اور تقلید کرنی چاہیئے ان ممالک کی ترقی جامعاتی اسناد کے ذریعہ نہیں ہوئی بلکہ اشاعت صنعت و حرفت و تجارت سے ہوئی بہرحال جو قوم اپنی ضروریات کو خود پورا نہ کرے اور دیگر اقوام کی محتاج و دست نگر رہے وہ کبھی بھی غلامی کی پستی سے ترقی و تہذیب کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتی۔ آپ جامعہ نظامیہ کے بھی رکن انتظامی تھے اسلئے آپ نے اپنے عہد میں جامعہ میں صنعت و حرفت کی تعلیم کا شعبہ بھی قایم کرنے کی سعی کی تھی۔ کتب خانہ آصفیہ اور دائرۃ المعارف کے قیام اور اس کی ترقیوں میں آپ کے خاص مساعی شریک رہی ہیں۔

جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کے موقع پر تعلیم صنعت و حرفت کے لیئے ایک فنڈ قایم کیا تھا اور مجلس چندہ حجاز ریلوے بھی قایم کی تھی۔ غرض ملا صاحب مرحوم کے متعدد تجاویز اور تحریکات اور اصلاحی مشاغل ایسے ہیں جن کو لکھنے سے ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ

ملک کے تعلیمی امور اور رفاہ عامہ میں حضرت ملّا صاحب نے کیا کیا کوششیں اور کون کون سی تدبیریں کی تھیں۔ اس اعتبار سے حضرت مُلّا کو فخر قوم کا اعزاز دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

آپ میں ایک نمایاں صفت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے عزم کے پکّے اور مستقل مزاج تھے اور اس عزم کا یہ محمود نتیجہ تھا کہ آپ کی سعی اور کوشش کی حرکت ہمیشہ اپنی طاقت کے انتہائی نقطہ پر آکے ختم ہوتی اور اکثر اوقات انہوں نے اپنے مقاصد میں کامیابی بھی حاصل کی۔ آخر علم و عمل کا یہ باکمال آفتاب ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۴ھ کی صبح کو نماز سے فارغ ہوکر اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال پر دکن اور ہندوستان کے ہر حصہ میں عالمگیر ماتم رہا۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں اور ان میں سے دو اعلیٰ خدمات پر فائز ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے فخر قوم کی تفصیلی سوانح حیات ابھی تک شائع نہیں ہوئی اور نہ ایسے جامع الاخلاق کی کوئی یادگار قایم ہوئی۔ ضرورت ہے کہ ملک اس یکتائے آفاق کے کارناموں سے واقف ہوکر عمل کی طرف بڑھے۔ گلبرگہ میں روضہ حضرت خواجہ دکنؒ میں دفن ہوئے۔ عزیزا اعزاز علی صاحب اعزاز نے تاریخ وفات اس طرح کہی ہے۔ (۱)

سالِ فوتِ ہجرِیش آید بروں (ہائے مُلّا مرد) خوانی چار بار
۱۳۲۴ھ

مولانا محمد یسین صاحب | یہ جامعہ نظامیہ کے قابل اور لایق طالبعلم تھے مدرسۂ منصبداران میں جہاں علوم عربیہ کی اعلیٰ تعلیم دیجاتی تھی مدرس مقرر ہوئے اور ایک عرصہ تک قوم کو علمی فائدہ پہنچاتے رہے۔ سنہ ۱۳۳۰ھ م ۱۳۲۱ف میں انتقال فرمایا۔

مولانا محمد حسین صاحب شاہ نوری | یہ شاہ نور کے رہنے والے تھے جامعہ نظامیہ میں درسیات کی تکمیل کی اور ختم تعلیم کے بعد جامعہ میں تدریس کی خدمت کو انجام دیتے رہے سنہ ۱۳۴۰ھ م ۱۳۲۱ف میں رحلت کرگئے۔

مولانا حافظ سید شاہ غلام غوث صاحب قادری الشطاری | واعظ، قاری، فقیہ، ادیب اور محدث تھے۔ بلدہ حیدرآباد کے مشاہیر علما اور ممتاز و با اثر مشائخین میں آپکا شمار ہے۔ زہد و اتقاء اور تبحّر علمی کیساتھ حلم و انکسار کا جوہر بھی قدرت کی جانب سے آپ کو عطا ہوا تھا۔ آپکے حلقہ درس حدیث میں شرکت کیلئے روزآنہ دُور دُور سے لوگ آیا کرتے۔ بالخصوص ادب، فقہ، منطق اور حدیث و رجال پر ایسا عبور تھا کہ شاید و باید۔ آپکے اساتذہ میں خاص طور پر بحر العلوم مولانا محمد عباس علی خاں صاحبؒ اور امام القراء قاری محمد تونسی صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔ دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مسلمانوں کو معاشی پستی سے نکالنے

(۱) آج (۳۵) سال کے بعد سال حال ۹ رمضان ۱۳۵۹ھ مسجد چوک میں نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارت میں ایک جلسہ یادگاری نظامیہ منتظمین کی جانب سے مقرر ہوا تھا جس میں ۵، ۶ اور ۶ ہزار سے زائد کا اجتماع تھا۔

کیلئے عروۃ الوثقیٰ کے نام سے ایک مجلس تجارت قایم فرمائی تھی۔ آخر عمر تک جامعہ نظامیہ کی خدمت کرتے رہے۔
۲۷ محرم ۱۳۳۱ھ م ۲۸ اسفندار ۱۳۲۲ف میں واصل بحق ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا غلام محبوب صاحب جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل محنتی اور شوقین طلبہ سے تھے ۱۳۱۳ف م ۱۳۲۲ھ میں سند فضیلت حاصل کی اور ۱۰ محرم ۱۳۳۲ھ م ۲۶ بہمن ۱۳۲۳ف میں اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔

مولانا حکیم حافظ احمد عبدالعلی صاحب جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ سے تھے علوم دینیہ میں آپ کو کافی شغف تھا ایک عرصہ تک جامعہ نظامیہ میں خدمت تدریس کو نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے اور آخر میں اس جامعہ کے پرنسپل ہوئے اپنی اعلیٰ قابلیت و دیانتداری کے ساتھ جامعہ نظامیہ کو عروج و کمال کے انتہائی درجہ پر پہنچانے کی بے انتہا کوششیں کیں اور اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے پورا قرآن بھی یاد کر لیا۔ آخر ۱۲ رجب ۱۳۳۲ھ م ۱۲ امرداد ۱۳۲۳ف میں وفات پائی۔

مولانا محمد مظفرالدین صاحب معلیٰ سن ولادت ۹ ذیقعدہ ۱۲۵۵ھ ہے۔ وطن تعلقہ احمد پور ضلع بیدر ہے۔ نسباً صدیقی ہیں۔ ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے پائی اور حضرت زماں خاں صاحب شہید سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ سرکار عالی کے سررشتہ ٹپہ میں مددگار ناظم مقرر ہوئے اور سرکاری خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے۔ تاہم دین و مذہب اور قوم و ملّت کی خدمت کا حق پورے طور پر ادا کرتے رہے۔ مدرسۂ محبوبیہ دائرۃ المعارف اور جامعۂ نظامیہ کے معتمد رہے، اور ان قومی اداروں کو نہایت عمدگی سے چلاتے رہے۔

سلوک اور تصوف سے بھی طبعی رغبت تھی۔ شیخ الوقت مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے بیعت کی۔ تین مرتبہ اپنے شیخ کی معیت میں حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نہایت باخدا خلیق مزاج ذی مروّت علم دوست اور صوم وصلوٰۃ کے پابند شب بیدار بزرگ تھے۔

شعر و سخن سے بھی خاصی دلچسپی تھی، عربی، فارسی اور اردو میں آپ کا ذوق رہا ہے۔

ریاض معلی کے نام سے آپ کے کلام کا مجموعہ شائع ہوا ہے وفات سے پہلے اپنے وفات پر اس طرح فرمایا :-

اے معلی گرچہ ہوں عصیاں میں غرق — رحمت خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں — بہر بخشائش وثیقہ ہے میرا
کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب — شافع محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اس کے کریم — دو کریموں پہ بھروسہ ہے میرا
جان نکل کر جسم سے کہتی ہے سن — بخشنے والا اب اللہ ہے میرا
١٣٣٥ھ

پوری زندگی تقوی وطہارت میں بسر ہوئی ٢٦ رشوال ١٣٣٥ھ م ٩ رمہر ١٣٢٦ف
ن انتقال ہوا، رود موسی کے کنارے کتب خانہ آصفیہ کے عقبی حصہ میں دفن ہوئے -

مولانا حافظ سید شاہ محمد علی صاحب قادری شطاری خاندان شطاریہ کے رکن رکین عالم باعمل تھے تمام عمر شب بیداری اور عبادت میں بسر کی تحصیل علم کی سند بحر العلوم مولنا محمد عباس علیخاں صاحب سے اور سبعہ قراءت کی سند امام القراء قاری محمد تونسی صاحب سے حاصل فرمائی - خدمت خلق آپ کی زندگی کا مقصد حید تھا معین المسلمین کے نام سے مجلس قرضہ حسنہ قایم فرمائی اور آخر عمر تک نہایت جفاکشی اور دیانت داری سے ابتغاءً لوجہ اللہ اس کو چلاتے رہے - ہزارہا مسلمانوں کو لاکھوں کے سود سے بچایا آپ کو حج و زیارت نبوی کا شرف بھی حاصل تھا - جامعہ نظامیہ کی خدمت انجام دیتے ہوئے ١٢ رجب ١٣٣٦ھ م ٢٠ رخورداد ١٣٢٧ف میں رفیق اعلیٰ سے جاملے - رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وحید الدین عالی وحید الدین نام عالی تخلص قریشی النسل تھے - کوہیر ضلع بیدر کے باشندے تھے - آپ کے والد منشی محمد صاحب پیدائش سے پہلے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ وہ بازار سے کچھ مچھلیاں لائے ہیں اور ان میں سے ایک مچھلی کے پیٹ سے ایک ہیرا نکلا مولانا عبد اللہ صاحب جو اس زمانہ کے بزرگ تھے خواب کی تعبیر یہ دی تھی کہ منشی صاحب کو ایک لڑکا ہوگا جو علوم عربیہ کا متبحر عالم بنے گا - چنانچہ آپ ٢٦ رمحرم ١٢٨٥ھ بلیت پیدا ہوئے اور خواب کی تعبیر صحیح ہوئی درس نظامیہ کے فارغ تھے متبحر عالم اور خداداد قا کے مالک ہوئے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے حدیث اور مولوی حکیم منصور علی خاں صاحب اور مولوی حکیم احمد سعید صاحب سے طب کی تکمیل کی - دائرۃ المعارف کے کتب

حدیث وعلوم قدیمہ کی تصحیح آخر تک کام آخر وقت تک انجام دیتے رہے۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس۔ اشاعت العلوم۔ کمیٹی انتظام مکہ مسجد۔ دائرۃ المعارف۔ مجلس طبابت سرکار عالی اور انجمن اطبا دارالتشخیص کے اعزازی رکن تھے اور ان سب خدمات کو نہایت کمال سے انجام دیتے رہے۔ آخر (۸۴) سال کی عمر میں ۱۹ ر شعبان ۱۳۴۲ھ م ۲۲ رآردی بہشت ۱۳۳۳ف رحلت کرگئے۔ مرحوم کی تعریف و توصیف میں آقا سید علی شوستری مرحوم نے اس طرح فرمایا تھا:۔

للہ در وحید الدین من فطن — مالاح لی مثلہ من ساکن الدکن

وحید الدین جو صاحب نظامت شخص ہیں ان کی خوبیاں خدا کی خوبیاں ہیں مجھے ساکنان دکن سے ایسا شخص آج تک نظر نہیں آیا۔

وحید الدین فی الفضلاء وحید — ولیس لقولنا ہذا جحید

وحید الدین فضلا میں وحید تھے — اس ہمارے دعوے کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

وحید الدین والدنیا بطبع — ذکائی فیہ تحجرہ ذکاء

دنیا اور دین میں اس کی طبیعت کی وجہ سے یکتا ہے جس کی ذکاوت کی روشنی سے آفتاب کو حسد ہے۔

مولانا سید شاہ صلاح الدین صاحب شطاری | جامعہ نظامیہ کے رکن انتظامی تھے مولانا عباس علی خان صاحب سے درسیات کی تکمیل کے ساتھ سند حدیث بھی حاصل فرمائی۔ ۶ ر صفر ۱۳۵۵ھ م ۳ ر تیر ۱۳۴۵ف انتقال فرمایا۔

مولانا سید غوث الدین صاحب قادری | سن ولادت نامعلوم ہے۔ سن رشد کو پہنچے تو جامعہ نظامیہ میں تعلیم کیلئے شریک ہوئے اور ۱۳۲۱ھ میں سند فراغ حاصل کرکے جامعہ میں درس و تدریس کی خدمت کو انجام دیتے رہے اور شیخ الفقہ کی اہم خدمت پر پہنچ گئے جس کی وجہ سے آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور ہر طرف سے طالبان علم آتے درس میں شریک ہوکر فیضیاب جاتے تھے تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی آپ کی ایک تصنیف مرجح غیب نامی مجلس اشاعت العلوم کی جانب سے شائع ہوچکی ہے جو ملک اور بیرون ملک میں بیحد مقبول ہوچکی ہے

اس کتاب میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حد تک علم غیب حاصل تھا اس کو نہایت وضاحت سے مدلل تبلایا ہے ابتک اس فن میں اس سے بہتر کوئی تصنیف شائع نہیں ہوئی۔

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ م ۸ ردے ۱۳۳۴ ف میں انتقال فرمایا۔

مولانا سید عبدالکریم صاحب | عالم اجل فاضل اکمل تھے۔ افغانستان کے شریف اور معزز خاندان اور سادات سے تھے۔ حضرت العلامہ مولانا شاہ محمدؐ صاحب رامپوری سے سند حدیث حاصل کی۔ علوم عقلیہ پر بہت ہی وسیع نظر تھی اور اس فن میں شان اجتہاد رکھتے تھے عبادت و ریاضت کی کثرت کے سبب رات کو بھی دن کی طرح مشغول رہتے جب حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ نظامیہ کی صدارت تفویض فرمائی تو آپ نے اس علمی اور مذہبی خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دی۔ نماز فجر سے مغرب تک پورا وقت درس میں صرف ہوتا اور طلبہ کے پیشکردہ ہر شکل سے مشکل مسائل کو نہایت حسن وخوبی سے حل فرما دیا کرتے تھے۔

طالبان علوم کے سوا وقت کے بہت سے علماء و مشائخ آپ کے ہاں آتے اور دولت علم و عرفان سے مالامال ہو جاتے تھے درس وتدریس کے سوا افتاء بھی آپ کی زندگی کا دلچسپ مشغلہ تھا روزانہ بہت سے استفتے ملک اور بیرون ملک کے وصول ہوتے اور اس کے جوابات لکھادئے جاتے تھے۔ پوری زندگی توکل اور سادگی پر گذاری۔ ساری عمر جامعہ نظامیہ سے (ماعدہ) سے زائد نہیں پائی۔ آخر یہ علم وفن کا آفتاب ہمیشہ کیلئے اہل دنیا سے غائب ہو گیا تاریخ وفات ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ م ۱۱ آذر ۱۳۳۴ ف ہے۔

سرپرست جامعہ جلالت الملک شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے بمراحم الطاف خسروانہ مولانا موصوف کے پسماندگان کے نام (صعہ) ماہانہ کی امداد منظور فرمائی۔

مولانا سید احمد صاحب رضوی | یہ جامعہ نظامیہ کے لائق اور قابل فرزند ہیں۔ جنھوں نے عربی ادب میں خاص کمال حاصل کیا تھا۔ خوش اخلاق منکسر المزاج تھے ۱۳ رجمادی الاول ۱۳۴۳ھ م ۸ ربہمن ۱۳۳۴ ف رحلت کر گئے۔

مولانا ابو المظفر سعید الدین انصاری | قصبہ رامپور ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے باپ کا نام شجاع الدین انصاری تھا نسب کا سلسلہ حضرت ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم

اپنے والد سے پائی اور درسیات کی تکمیل مولانا عبدالوہاب صاحب بہاری، مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی، مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری اور مولوی حافظ عنایت اللہ صاحب رامپوری سے تکمیل کی۔

خوش خلق تھے اور انکسار و تواضع مزاج کا خمیر تھے۔ دو مرتبہ جامعہ نظامیہ میں خدمت درس کیلئے مامور ہوئے علوم عقلیہ کے استاد تھے مسائل عقلیہ کو نہایت خوبی سے سمجھاتے تھے روزآنہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور دلائل الخیرات کا ورد فرمایا کرتے تھے آپ کی محفل میں سوائے تذکار علوم دینیہ کے کسی اور قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ شاعرانہ طبیعت کے بھی مالک تھے کبھی کبھی اردو۔ فارسی اور عربی میں کہا کرتے تھے۔ سعید تخلص اور ابو المظفر کنیت رکھتے تھے۔

۱۶ رجمادی الاول ۱۳۴۷ھ م ۱۰ ربہمن ۱۳۳۷ف میں آپ نے اس عالم فانی سے بعارضہ اسہال کبدی رحلت فرمائی۔

آپ کے پسماندگان میں تین لڑکے ایک لڑکی اور ایک اہلیہ بقید حیات موجود ہیں ان پسماندگان کے نام حضرت اقدس اعلی نے بمراحم الطاف خسروانہ مبلغ (۵۰) ماہوار مقرر فرمائی ہے۔

مرحوم کے دوسرے فرزند حکیم غفران احمد انصاری جو حکیم انصاری کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ الاعظم۔ طوفان۔ اقبال ہفتہ وار اعظم نیوز سرویس کے ایڈیٹر اور ملکی شفاخانہ یونانی کے مالک ہیں۔ دنیائے صحافت اور طب میں غیر معمولی شہرت و امتیاز کے مالک ہیں۔

مولانا سید عبدالرحمن صاحب قادری رفاعی بغدادیؒ سنہ ولادت ۱۰ رشوال ۱۲۸۰ھ اور وطن بغداد ہے بچپن میں تعلیم و تربیت والد بزرگوار حضرت سید عبدالرحیم صاحب قادری رفاعی کے سایۂ عاطفت میں ہوئی اور خرقۂ خلافت اور اجازت بیعت بھی حاصل فرمائی صاحب علم و فضل اور باعمل ارباب باطن ہوئے۔ اعلیحضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کے عہد میں بتاریخ ۵ رمحرم الحرام ۱۳۱۰ھ حیدرآباد دکن آئے آپ کے تقدس و تورع کی شہرت پھیلی۔ غریب سے امیر تک آپ کے فیض صحبت سے اکتساب کی سعی کی اور جو کوئی آپ کی مجلس میں بیٹھتا اس کا دامن گوہر مقصود سے معمور ہوتا یہی وجہ ہے حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور اعلیحضرت شمس الملت والدین وسع اللہ ملکہ وسلطنتہ بھی آپ کی بڑی عظمت و توقیر فرماتے۔ غرض

غرض سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد ایک ہزار ماہوار مقرر فرمائی وہ وصال تک برابر ایصال ہوتی رہی۔

ذکر و اشغال کے ساتھ ترویج علوم دینیہ میں بھی آپ کا انہماک رہا۔ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے حیات تک جامعہ نظامیہ کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ عبادت و ریاضت کی کثرت کے باعث رات کو بھی دن کی طرح مشغول رہتے۔ اسوہ حسنہ کے حامل اور مجسمہ خلق عظیم تھے۔ انتقال کے وقت قرآن شریف کی تلاوت شروع فرمائی " لقد جاءکم پڑھنے لگے جیسے ہی " رؤف رحیم " پر پہنچے سربسجود ہوگئے اور معشوق حقیقی سے جا ملے۔ تاریخ وفات ۱۰ رمحرم الحرام ۱۳۴۴ھ م ۲۶ رشہریور ۱۳۳۴ف روز شنبہ ہے۔ حسب فرمان خسروی درگاہ حضرت یوسف صاحبؒ وحضرت شریف صاحبؒ علیہ الرحمہ کے قریب مقام مدفون ہوئے بعد میں اس مقام کا نام " خطہ صالحین " رکھا گیا جس کا تاریخی مادہ ۱۳۴۴ھ ہے اس حساب سے آپ کا سن وصال اور تعمیر خطہ صالحین ایک ہی ہے آپ کے آثار باقیات ہیں ایک اہلیہ محترمہ اور تین صاحبزادے اس وقت موجود ہیں[1] رحمہم اللہ تعالیٰ

مولانا محمدؒ رکن الدین صاحب ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پڑھی درسیات کی تکمیل جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ آپ جامعہ نظامیہ کے قابل فارغ التحصیل طلبہ سے ہیں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا ہے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد جامعہ نظامیہ میں مدرس ہوئے۔ افتاء اور شیخ الجامعہ کی خدمت کو بھی انجام دیئے اور زندگی بھر جامعہ نظامیہ کی خدمت میں مصروف رہے۔

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کو آپ سے غایت درجہ محبت تھی۔ سلوک اور تصوف میں بھی آپ ہی سے فائز المرام ہوئے۔

بڑے متورع اور متقی بزرگ تھے۔ عزم کے پکّے تھے۔ کسی اہل دولت یا صاحب حکومت کا رعب آپ کے دل پر مسلط نہیں ہوتا تھا یہی وجہ تھی حضرت فضیلت جنگؒ نے آپ کو حضرت شہزادگان دکن (حضرت والاشان پرنس ولیعہد بہادر اور حضرت والاشان پرنس معظم جاہ بہادر) اطال اللہ عمرہما کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر فرمایا۔ آپ نے اس خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے

(۱) جنابؒ سید عبد الکریم حسینی صاحب۔ سید محمد عبد الخالق حسینی صاحب اور میاں سید محمد عبد السلام حسینی صاحب۔

جامعہ نظامیہ کی ایک کارروائی کے سلسلہ میں حضرت اقدس و اعلیٰ کا یہ فرمان شرف صدور لایا کہ۔

"اس سے بڑھکر ان کے کیارکٹر کی صداقت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ سررشتہ صاحبزادوں کی مدرسی پر مقرر ہیں ورنہ وہ اس خدمت کے اہل نہ سمجھے جاتے۔" (۱)

غرض آپ نے اپنے عہد میں دین و مذہب اور قوم و ملّت کی خدمت کا حق پورے طور پر ادا کرنے کی سعی کی اور ساتھ ساتھ حج و زیارت نبوی سے بھی مشرف ہوئے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند خوش اخلاق منکسر المزاج بزرگ تھے آثار باقیات میں دو صاحبزادے صاحب علم و فضل چھوڑے(۲) ۶ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ م ۱۶ فروردی ۱۳۳۸ف اس عالم فانی سے رحلت کر گئے۔

مولانا محمدؐ یعقوب صاحب محدث | آپ اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے والد کا نام مولوی محمد پیارے صاحب تھا۔ ابتدائی تعلیم مقامی علما سے حاصل کی اور حج و زیارت نبوی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا احمد حسین صاحب کانپوری سے مدرسۂ فیض عام کانپور میں درسیات کی تکمیل فرمائی۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب سے حدیث کی سند حاصل کی۔ معلوم ہوا ہے کہ مولانا مفتی محمدؐ عبد اللطیف صاحب سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا محمدؐ عمر صاحب کرنولی آپ کے ہم درس تھے۔

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے عہد میں بلدہ حیدرآباد تشریف لائے جامعہ نظامیہ میں دین و مذہب کی خدمتگزاری کیلئے مامور ہوئے۔ عسرت سے زندگی کو ترجیح دے کر خدمت خلق و خالق میں مصروف رہے، ۲۵ سے ۱۰۰ تک تنخواہ پائی۔

علوم میں قرآن و حدیث فقہ پر پوری دسترس حاصل تھی۔ افہام اور تفہیم میں خاصی مہارت تھی۔ حسن و خوبی کے ساتھ ہر مشکل مسئلہ کو سمجھانے کے سبب طلبہ نہایت آسانی سے سمجھ جاتے تھے۔ ہزارہا تشنگان علم اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے طرز عمل نہایت ہی سنجیدہ اور متین تھا۔ آخر عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا تھا۔ ۱۳۵۲ھ میں حج و زیارت نبوی سے مشرف ہوئے اور ہر آن یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آخر علم و عمل حکمت و معرفت کا یہ

---

(۱) فرمان مبارک مشرشدہ یکم جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ (۲) مولوی محمدؐ وحید الدین صاحب کامل نظامیہ اور مولوی محمدؐ فصیح الدین صاحب عالم نظامیہ۔

یہ درخشندہ آفتاب بعمر ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ م ۱۰؍ فروری ۱۳۴۳ف روز پنجشنبہ کو غروب ہو گیا۔ درگاہ حضرت شجاع الدین صاحبؒ کے احاطہ میں آپ کی قبر موجود ہے۔

مولانا حکیم محمود صمدانی صاحب | ۵ ذیقعدہ ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوئے جامعہ نظامیہ میں ابتدائی اور انتہائی تعلیم پائی۔ ۱۳۱۲ف میں سند فضیلت حاصل کی اور علم طب کی تعلیم حکیم احمد سعید امروہی اور حکیم مقصود علی خاں صاحب سے حاصل کی اور سرکاری امتحان میں بدرجہ اول کامیابی حاصل کی۔

نام کی برکت و گھرانے کی عالمانہ فضیلت نے اس ہونہار کی فطری سعادت مندی نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ خدمت طبابت کو آخر دم تک انجام دیتے رہے۔

ابتداء میں صدر شفاخانہ یونانی کے مہتمم گودام مقرر ہوئے اور آخر میں افسرالاطبا کی خدمت تک پہنچ گئے نواب حکمت جنگ مرحوم کی علالت میں کامل تین سال تک دواخانہ پیشی مبارک پر بھی مامور رہے۔ نواب لطف الدولہ بہادر کے استاد انجمن اطباء یونانی اور مجلس اشاعۃ العلوم کے معتمد بھی رہ چکے ہیں اور جامعہ نظامیہ کی خدمت نظامت بھی نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے اس طرح پبلک خدمات کی انجام دہی میں خاص امتیاز کے حامل رہے اور خادم قوم کہلائے جانے کے مستحق ہوئے۔

حکیم فیروز الدین صاحب نے لکھا ہے کہ :-

آپ بہت سی کتابوں کے مولف اور مصنف ہیں کتابیں ایسی نہیں جیسی آج کل لکھی جارہی ہیں کہ ادھر ادھر سے رکھایا اور جمع کر دیا بلکہ محققانہ ہیں (۱)

آپ کے جملہ تصانیف کی تعداد (۶۵) بتلائی جاتی ہے جس میں طب سے متعلق (۳۵) اور کیمیا[1]۔ طبیعات[2]۔ قیافہ[3]۔ مسئول[4]۔ منطق[5]۔ مناظرہ[6]۔ مرایا[7]۔ ہیئت[8]۔ تاریخ[9]۔ فقہ[10]۔ حدیث[11] سے متعلق (۲۵) ہے کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

تذکرہ طاعون[1]۔ قرابا دین بیری[2]۔ قارورہ[3]۔ الابصار[4]۔ البسائط[5]۔ اصلاح ادویہ چشم[6]۔ اغلاط بصر[7]۔ ضعف بصر[8]۔ کحل البصر[9]۔ آلات غذا[10]۔ قرابادین عثمانی[11]۔ اخلاط[12]۔ جگر[13]۔ ماء الجبن[14]۔ سکنجبین[15]۔ آشوب چشم[16]۔ العجینہ[17]۔ ماء الشعیر[18]۔ معیار الاطبا[19]۔ حکایات الاطباء[20]۔ قرابادین محمودی[21]۔ قلب[22]۔ دماغ[23]۔ براز[24]۔ الحمیات[25]۔ جامع مفردات عثمانیہ[26]۔ تعلیم الاوزان[27]۔ ایجاد طبی[28]۔ نقاد النحیل[29]۔

(۱) رموز الاطبا جلد اول ص ۴۸ مطبوعہ ۱۹۲۸ء

[۳۰] معیار الحدیث - [۳۱] اصول فقہ - [۳۲] معیار الاصول - [۳۳] شرح مسلم - [۳۴] محمود النصائح - [۳۵] الکیمیا - [۳۶] استقصاد - [۳۷] زینت الانسان - [۳۸] شرح علم قیافہ - [۳۹] منطق - [۴۰] ہدایت النظار - [۴۱] احقاق

۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۳۴۸ف رحلت کر گئے اور احاطہ درگاہ حضرت شجاع الدین رح میں آسودہ ہوئے - مرحوم حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح کے چشم و چراغ تھے اس طرح آپ کا سلسلہ نصب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے - آپکے جد اعلی قاضی نظام الدین ملتان سے دہلی اور پھر دولت آباد آئے - آپ کے اجداد بہمنی دولت کے عہد میں ضلع بیڑ میں قضاءت کے عہدے پر مامور رہے اور دولت آصفیہ کے عہد میں بھی یہ خاندان ممتاز اور اعلی خدمات کا حامل رہا -

مرحوم کو چشتی قادری، سہروردی، اور نقشبندی سلسلوں کے صاحب اجازت اور عالم با عمل تھے حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف تھے - نہایت خوش خلق اور منکسر المزاج تھے طلبہ اور حاجتمندوں سے عمدگی سے پیش آتے اور حتی المقدور ان کی مدد کرتے تھے - غرض مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں جن کا نعم البدل ملنا اس وقت ہمارے لیئے نہایت مشکل ہے رحمۃ اللہ تعالی

مولانا حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب | مولانا حکیم حاجی شاہ محمد صاحب صدیقی کے صاحبزادے تھے جو کانپور کے ایک موضع کے رہنے والے تھے سن ولادت ۷ اریا ۱۹ ار ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ ہے - آپ کے والد جوہر شناس تھے اسی کا تقاضا تھا کہ تعلیم و تربیت کسی جوہر شناس کے سپرد ہو چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت جامعہ نظامیہ کے سپرد ہوئی - مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی صحبت میں فیوض و برکات سے مستفید ہوئے -

جامعہ نظامیہ سے ختم تعلیم کے بعد مدرسہ طبیہ سرکار عالی میں طب یونانی کی تعلیم حاصل کی علاج المرضا میں کمال حاصل کیا - چند روز میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جائے مطب پر ہر وقت ہندو مسلمان مردوں اور عورتوں کا کثیر ہجوم رہنے لگا -

مرحوم جامعہ نظامیہ کے بہترین اور قابل فرزندوں سے تھے حضرت بانی علیہ الرحمہ کے عہد میں مدرسہ میں ملازم ہوئے اور مدرسہ کی خدمت کو نہایت مستعدی اور خاص قابلیت سے انجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ مولانا فضیلت جنگ کو آپ سے بیحد محبت ہو گئی اور آپکے

مشوروں اور مفید تحریکات کو وقعت دیگئی۔

آپ اپنے عہد میں جامعہ نظامیہ کی تعلیمات میں انقلاب پیدا کرنے کی سعی کی مولانا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ۱۳۳۹ھ میں جامعہ نظامیہ کی خدمت مہتممی (پرنسپل) پر پہنچ گئے ۱۳۴۳ھ تک اس خدمت کو نہایت عمدگی اور اعلیٰ قابلیت سے انجام دیتے رہے آپ کے مبارک اور مسعود دور میں جامعہ نظامیہ کیلئے ایک دستور مرتب اور منظور ہوا، اور جب آپ کا تعلق جامعۂ نظامیہ سے علیحدہ ہوگیا تو اس تاریخ سے جامعہ کی شہرت تعلیمی و علمی میں فرق نمایاں ہونے لگا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

جامعۂ نظامیہ کی خدمت سے کنارہ کشی کے بعد حکیم صاحب موصوف نے اپنا پورا وقت طب یونانی کی خدمت پر صرف کیا۔ معالجات اور تشخیص میں وہ نمایاں خصوصیت پیدا کرلی کہ حیدرآباد میں اس وقت آپ کا کوئی مثل نہیں تھا۔ آپ انجمن اطبا یونانی اور احیاء المعارف النعمانیہ کے معتمد اور انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے صدر رہتے اور طبی بورڈ کے بھی روح رواں تھے ۱۳۵۳ھ میں حج و زیارت نبوی سے مشرف ہوے شگفتہ مزاج اور تکلف سے بری تھے۔ چھوٹے اور بڑوں سے علی قدر مراتب شفقت اور محبت سے گفتگو فرماتے تھے۔

احباب کا حلقہ وسیع تھا مزاج میں تقدس مابی اور جلوہ نمائی نہ تھی انکسار و تواضع مزاج کا خمیر تھا۔ سیر چشم، فیاض اور خوش اخلاق تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے پانچ چھ ماہ تک ذیابیطس میں مبتلا رہے۔ صحت بھی ہوئی۔ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا فرمائی پھر بیمار ہوے۔ آخر ۹ ر ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۲۸ ر اسفندار ۱۳۴۷ف روز سہ شنبہ بوقت ۴ بج کر ۲ منٹ صبح رحلت فرمائی[1]۔ آپ کے انتقال پر اطبا اور نظامئین کیجانب سے تعزیتی اور ختم قرآن کے جلسے ہوئے جس میں مرحوم کے خدمات تعلیمی اور طبی کا اعتراف کیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ مرحوم ملک کے روشن چراغ تھے جو افسوس ہے کہ ہمیشہ کیلئے بجھ گیا۔ مرحوم کے پسماندگان میں مرحوم کی بیوی اور مرحوم کے بھائی ابو صالح مولوی حکیم ریاض الدین صاحب استاذ ریاضی جامعہ نظامیہ ہیں جن کو مرحوم نے اپنے زمانہ میں طب کی تعلیم دی جو آج خدمت طب کو انجام دیرہے ہیں۔ (۲)

(۱) مسلم جنگ کے قریب قبرستان میں مدفون ہوئے کسی نے مادۂ تاریخ وفات المغفور (۱۳۵۷ھ) کہا ہے جو قبر پر کندہ ہے۔
(۲) از مجلہ نظامیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳ و ۲۸

مولوی محمد مبشر الدین صاحب | یہ جامعہ نظامیہ کے قدیم طالبعلم تھے۔ ۱۳۲۱ھ میں سند حاصل کی فارسی میں کمال حاصل تھا ختم تعلیم کے بعد جامعہ میں استاذ فارسی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ سرکار عالی کے امتحان وکالت میں بھی کامیاب تھے چند عرصہ تک اس خدمت کو بھی عمدگی سے انجام دیا خوش خلق متین اور ہمدرد تھے طلبہ سے وقار اور عظمت سے ملتے اور ان کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۴۷ھ ۲۲ بہمن ۱۳۳۸ف میں وفات پائی۔

مولوی محمد سمعیل صاحب ہزاروی | یہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل تھے ختم تعلیم کے بعد جامعہ میں مدرس فقہ مقرر ہوئے۔ [illegible] پابند اور شب بیدار تھے للہیت کے آثار چہرے پر ظاہر تھے۔ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ م ۱۱ مہر ۱۳۳۰ف میں وفات پائی۔

ان اہل علم بزرگوں کے سوا نظامئین کے بہت سے علماء کے نام اور بھی ہیں مثلاً مولوی ولی الدین صاحب مہتمم اشاعۃ العلوم مولوی محمد فتح الدین صاحب مولوی سید ابراہیم صاحب استاذ حضرت صلابت جاہ مرحوم۔ مولوی سید صبغۃ اللہ صاحب استاذ حدیث جامعہ عثمانیہ ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان کے اسماء اور ان کی زندگی کی تفصیلات سے ہم بالکل ناواقف ہیں۔

بشارت نبوی | بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ جامعہ نظامیہ میں تقسیم اسناد کا جلسہ مقرر کیا گیا تھا جس میں بلدہ حیدرآباد کے مشاہیر مشائخین و علماء اور امراء شریک تھے مولانا عبدالصمد صاحب قندھاری نے اپنے دست مبارک سے سندیں تقسیم فرمائیں اور مولانا رکن الدین صاحب نے فضیلت علم پر تقریر کی اور مولانا عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی نے تعلیم علوم دینیہ کی اہمیت اور ضرورت پر ایک عالمانہ تقریر فرمائی اسی شب میں حضرت مولانا مولوی شرف الدین احمد صاحب رودلوی نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور سندیں جو اس جلسہ میں عطا ہوئیں ان کو دستخط خاص سے مزین فرمانے کے لئے طلب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ منتظم صاحب مدرسہ (۸) سندیں لیکر حاضر خدمت ہوئے یہ بشارت فقط انھیں صاحبوں کیلئے نہیں ہے جن کو سندیں عطا ہوئی ہیں بلکہ تمام معاونین مدرسہ کو بھی بڑی خوشخبری ہے کہ

ان حضرات کی سعی مقبول بارگاہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے (۱)

جامعہ نظامیہ کی تعلیم اور اس کے فوائد کا یہ وہ خاکہ تھا جو ایک اسلامی اور قومی جامعہ کے شایانِ شان تھا۔ جامعہ نظامیہ نے حتی الامکان مسلمانوں کو اسلام پر رکھنے کی کوششیں کیں تاکہ مسلمان قرآن و حدیث کے سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ اس کے فیض یافتہ اصحاب نہ صرف دکن میں پھیلے بلکہ ہندوستان کے علاوہ تمام عالم اسلامی میں علم و مذہب کی خدمتگذاری میں مصروف عمل ہیں۔

جس طرح جامعہ نظامیہ نے مسلمانوں کو دین سے آگاہ کرنے کی سعی کی اسی طرح اس نے دنیوی ضروریات کا بھی اپنے ہاں انتظام رکھا تاکہ یہاں کے تعلیم یافتہ اصحاب صرف مسجد کے ملّا نہ بنے رہیں بلکہ ضرورت پر مساجد کی امامت، قوم کی خطابت، عدالتوں کی قضاءت، غرض دنیا کے ہر شعبہ میں اس کے تلامذہ حصہ لے سکیں اور دین و دنیا کا کوئی دروازہ ان پر بند نہ ہو۔ اس غرض کے تحت دینیات کے نصاب کے ساتھ ادب، تاریخ، فلسفہ، ریاضی، اور علم ہندسہ کے مضامین بھی خاص طور پر شریک ہیں اسلیئے ہمارا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ جامعہ نظامیہ کا نصاب تعلیم اور اس کے طریقے تعلیم و انتظامات کی کوئی نظیر آج ہندوستان کے کسی عربی مدرسہ میں نہیں مل سکتی۔

حضرت بانی علیہ الرحمہ کے مبارک عہد میں یہ نظم بھی رکھا گیا تھا کہ اگر حکومت کے افراد طلبہ جامعہ کے لئے دنیا کے اور راستے بند کر دیں تو ایسی صورت میں طلبہ جامعہ اکل حلال سے مایوس نہ ہونے کیلئے دستکاری کی تعلیم کا انتظام تھا تاکہ باعزت طریقوں سے رزق حاصل کیا جاسکے اور ایسی روزی حاصل کرنے میں بڑے سرمایہ کی حاجت بھی نہ ہو چنانچہ اس عہد میں نجاری اور پارچہ بافی کی تعلیم کا نظم کیا گیا تھا۔ مگر یہ محمود طریقہ حضرت بانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد فوراً ملتوی کر دیا گیا۔ اگر اب بھی جامعہ میں ضروری دستکاری

(۱) اس مبارک جلسہ میں حسب ذیل اصحاب صاحب سند قرار پائے (۱) مولانا حکیم ابوالخیر محمد پیر صاحب طبیب شاہی (۲) مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ استاذ والاشان حضرت ولیعہد بہادر (۳) مولانا غوث الدین صاحبؒ فقیہ جامعہ نظامیہ (۴) مولوی محمد بشیر الدین صاحبؒ (۵) مولانا محمد قاسم صاحب شیخ المنطق والفلسفہ جامعہ نظامیہ

بقیہ ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ (۵۸)

تعلیم کا نظم ہو جائے تو یقین ہے کہ طلبہ خالص دماغی کام کے ذریعہ ہی سے روزی کمانے پر مجبور نہ ہونگے بلکہ جسمانی محنت سے بھی روزی کمانے کے قابل ہو سکیں گے اور ضرورت کے وقت اہل قلم سے اہل سیف کی بھی قابلیت اپنے میں رکھیں گے۔

خلاصہ یہ کہ جامعہ نظامیہ اس وقت اپنے مقاصد میں کامیاب و بامراد رہے گا جبکہ قوم اس کا تعاون کرے اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کا عہد کرے یقین ہے کہ اسی جامعہ کے ذریعہ حیدرآباد کو آزادی اور حریت میں وہ مرتبہ ملے گا جس کا وہ مستحق ہے۔

ایک نظم جامعہ نظامیہ کے خدمات سے متعلق یوم تاسیس کی تقریب کے موقع پر ملک کے قابل شاعر مولانا میر اشرف علی صاحب اشرف کامل (نظامیہ) مفتی محکمہ صدارت العالیہ ثمر کامل نے فی البدیہہ اپنے خیالات کو منظوم فرمایا ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج ذیل کیجاتی ہے۔

عزیزو بھائیو اے مدرسہ کے طالبعلو — کہ تم کیا چیز ہو اس چیز کو سوچو ذرا سمجھو
ترقی دین و دنیا میں خدائے پاک دے تم کو — بزرگوں کی طرح فیضان عرفاں سے پھلو پھولو

سبب ہر چیز کے ہو باعث ہر کامرانی ہو
حقیقت یہ کہ پچھلے حق پرستوں کی نشانی ہو

قدم کی شان خود تصویر امکاں ہو کے رہتی ہے — بہار آتی ہے تو بلبل غزل خواں ہو کے رہتی ہے
کبھی وہ دن بھی آتا ہے نہیں ہاں ہو کے رہتی ہے — خدا کی شان بندوں سے نمایاں ہو کے رہتی ہے

طلب کے راستہ میں جس کو حاصل استقامت ہے
یہ راز کامیابی قرق عادت ہے کرامت ہے

کہاں وہ زہد و تقوی کہاں وہ شان و شوکت — کہاں ہے وہ نوازش وہ کرم وہ جاہ و وجاہت
جہاں پائی کسی انسان کی انسان پر شفقت — نگاہوں میں لگی پھرنے فضیلت جنگ کی صورت

(۶) مولانا غلام محبوب صاحبؒ (۷) مولوی شیخ محمد صاحبؒ
(۸) مولوی محمد ولی الدین صاحبؒ۔ مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم
(۲) از کارروائی مدرسہ نظامیہ بابتہ ۱۳۱۳ھ ف صہ ۵

در و دیوار پر ابتک وہی انوار باقی ہے
اثر والے مقدس شخص کے آثار باقی ہے

ادا اس جا کیا ہے طالبعلمی کا حق ہم نے
یہیں سمجھے زمینوں آسماں کے طبق ہم نے
کئے ہیں حل یہیں سارے مضامین دقیق ہم نے
ابھی تک یاد ہیں حاصل کئے تھے جو سبق ہم نے

نمایاں کامیابی سے جو بندے تن کے نکلے ہیں
حقیقت ان کی اتنی ہے یہیں سے بن کے نکلے ہیں

یہ جادہ ہے جہاں قرآن کی تفسیر ہوتی ہے
رسول پاک ﷺ کے ہر حکم کی توقیر ہوتی ہے
سنن کی پیروی بدعات کی تحقیر ہوتی ہے
یہاں اصلاح کی ہر ممکنہ تدبیر ہوتی ہے

بجا ہے گر کہوں اللہ کی رحمت برستی ہے
نظامیہ میں دینی طالبعلموں کی بستی ہے

بظاہر لاکھ محنت ہے مصیبت ہے مشقت ہے
مگر تصویر کا رخ دوسرا یہ ہے کہ عزت ہے
انہی کمزور بندوں میں خدائی شان و شوکت ہے
یہاں کا بچہ بچہ حامل بار امانت ہے

بحمد اللہ سینوں میں ابھی قرآن باقی ہے
اسی گھر سے دکن کی عالمانہ شان باقی ہے

جو خود کو پیرو سردار دو عالم ﷺ بتاتے ہیں
بگڑ جاتے ہیں تو بگڑی ہوئی قسمت بناتے ہیں
مسلم ہے علوم دین سے جو لو لگاتے ہیں
تو ان کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں

یہاں سب کچھ اسے ملتا ہے جو خود کو بھلاتا ہے
یہیں گم ہونیوالا دولت دارین پاتا ہے

خدائے پاک پھر اشرف وہی شفقت کا دن لائے
عجب کیا ہے پھر وہی پچھلا زمانہ عود کر آئے
ہمارے صدر بن کر آج مرزا یار جنگ آئے
مبارک ہو کہ پہلے کی طرح پھر صدر ہم پائے

صدارت پھر وہی ہے مذہبی صدر المہامی کی
فضیلت ہے فضیلت جنگ ؒ کی قایم مقامی کی

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا تیسرا سالانہ جلاس

جامعہ نظامیہ کی تقریب تاسیس کا تیسرا اجلاس رفعت مآب مولوی سید عبدالعزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی کی صدارت میں بتاریخ ۱۰ ربیع المنور ۱۳۵۹ھ م ۱۵ ر خورداد ۱۳۴۹ف روز جمعہ جامعہ نظامیہ میں منعقد ہوا۔

ملک کے علماء و مشائخین، امراء جاگیر دار، معززین غرض ہر طبقے کے کثیر افراد جمع تھے۔

صدر انجمن کی تعارفی تقریر | مولوی حافظ سید حسن شاہ صاحب کامل (نظامیہ) کی قرأت سے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی اور مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن نے فضیلت مآب مولوی سید عبدالعزیز صاحب کی تشریف فرمائی پر خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ مولوی سید عبدالعزیز صاحب کے قومی اور مذہبی خدمات ہندوستان میں قابل ستائش رہی ہیں اور یقین ہے کہ ہمارے ملک میں اس سے زیادہ رہینگی سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا

طالبان علم کا مقصد کسب دنیا ہوتا ہے یا نفسانی اور روحانی ترقی جامعہ نظامیہ اور اس کے طلبہ کا مقصد صرف روحانی ترقی ہے کیونکہ وہ علم کو علم کیلئے حاصل کرتے ہیں آخر میں نظامئین کی طرف سے بہترین توقعات کی امید کا اظہار کرتے ہوئے صدارت جلسہ کی خواہش فرمائی۔

تقریر آنریبل سید عبدالعزیز صاحب | آنریبل سید عبدالعزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی نے ایک جامع تقریر فرمائی اور اس امر کو ظاہر فرمایا کہ مولانا سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن نے مجھ سے جن توقعات کا اظہار فرمایا فی الحقیقت میرا ارادہ بھی یہی ہے کہ میں اس اسلامی سلطنت میں علم و مذہب کی خدمت انجام دوں میں جامعہ نظامیہ کے حالات سے اچھی واقف ہوا ہوں ایک ایسے ادارے میں جہاں علمائے کرام موجود ہوں اس جلسہ کی صدارت مجھ کو سپرد کیگئی ہے جس کے لئے میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔

عربی زبان کی جامعیت سے متعلق اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک

زندہ اور مکمل اور کئی ممالک میں مسلمانوں کی مادری زبان ہے ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصوں میں یہ زبان بطور روزمرہ کے بولی جاتی ہے اس زبان میں اچھے اچھے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں اور تصانیف و تالیف کا سلسلہ نہایت کثرت سے ابتک برابر جاری ہے۔

عربی زبان دنیا کی کلاسیکل زبانوں میں ایک ممتاز مرتبہ رکھتی ہے مسلمانوں کا اس زبان سے مذہبی قومی اور ادبی تعلق ہے اور مسلمان اس زبان سے تعلق رکھے بغیر کسی ملک میں ایک عرصہ تک باوقار و صحیح اسلامی زندگی بسر نہیں کرسکتے۔ جس آئین و دستور سے ان کا وجود وابستہ ہے اس کے حقیقی سرچشمے اس کے اندر پائے جاتے ہیں جہاں یہ مادری زبان نہیں ہے وہاں اور ہندوستان میں مسلمانوں نے اس زبان کے ساتھ اپنے تعلقات کو درسگاہوں کے ذریعہ قایم اور زندہ رکھا ہے جس کی مایۂ ناز یادگار جامعہ نظامیہ ہے جس کی یوم تاسیس کی تقریب میں آج ہم سب لوگ یہاں شریک ہیں یہ وہ قدیم درسگاہ ہے جو ایک عرصہ سے مذہبی و علمی خدمت انجام دے رہی ہے کس طرح مقدس بانیان کی مساعی جمیلہ کی بدولت یہ درسگاہ مختصر آغاز سے ترقی کرکے رفعت و بلندی پر پہنچی اور پھر اس میں انحطاط کی سی کیفیت پیدا ہوئی لیکن حضرت جلالت الملک سلطان العلوم شمس الملت والدین کی معارف پروری اور ہمہ گیر فیاضانہ سرپرستی جو اس جامعہ پر خصوصیت سے مبذول رہی، توقع ہے کہ اس جامعہ کو علم و مذہب کی خدمتگزاری کا پہلے سے زیادہ موقع ملیگا اور سارے عالم اسلامی کو اس کا فیض جیسا پہلے پہنچا تھا پہنچتا رہے گا۔ (۱)

آخر میں عربی تعلیم کے موجودہ نصاب تعلیم پر تبصرہ فرماتے ہوے فرمایا کہ ابتداً جو نصاب تعلیم مقرر کیا گیا تھا اس کے دو حصے تھے ایک مذہبی تعلیم دوسرا دنیوی علوم کی تعلیم اول الذکر کے متعلق فرمایا کہ اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو مستحکم کردینا چاہیئے لیکن دوسرے جزو کے متعلق کہا کہ اس وقت کی ضروریات کے پیش نظر یہ نصاب مقرر کیا گیا تھا اب حالات بدل گئے ہیں ضروریات حاضرہ کے مدنظر نصاب کے دوسرے جزو میں اصلاح و ترمیم کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اسلام میں دین اور دنیا دو علیحدہ چیز نہیں ہیں اچھے طریقہ سے جو کام کیا جاتا ہے وہ دین ہے اور غلط طریقے سے استعمال کرنے کا نام دنیا ہے۔

(۱) از اخبار رہبر دکن ۱۱ ربیع المنور ۱۳۵۵ھ م ۱۶ خورداد ۱۳۴۶ف

ہر زمانے میں نصاب نظامیہ کے تعلیم یافتہ اصحاب نے دین و دنیا دونوں کی خدمت عمدگی سے انجام دی ہے، قاضی ہوئے۔ مفتی بنے۔ یہاں تک کہ ملک پر حکومت کی اور وقت پر سپاہی کا کام بھی انجام دیا۔ غرض دین کا عالم دنیا سے کسی طرح کورا نہیں رہ سکتا۔ اسی نظریہ کے تحت میرا ارادہ ہے کہ جامعہ نظامیہ کے نصاب کے دوسرے حصہ میں مناسب ترمیم کریں سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حیدرآباد ایک اسلامی سلطنت ہے اس کا فرمانروا نہایت ہی فیاض اور معارف نواز ہے۔ ایسے زریں عہد میں جامعہ نظامیہ کو ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنا چاہیئے تاکہ اس کی شعل ہدایت سے تمام ہند روشن اور منور ہو سکے (۱)

مقاصد یوم تاسیس مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشین معتمد انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کے اغراض و مقاصد کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

جناب صدر علماء کرام اور برادران عزیز!

آج ہم جامعہ نظامیہ کی (۶۷) ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ کسی ادارے کے لئے (۶۶) سال ختم کرکے (۶۷) ویں سال میں قدم رکھنا کسی بھی ملک میں مسرت کا باعث ہوسکتا ہے لیکن دکن کی ہماری اس دینی تعلیم گاہ کے مختصر حالات عرض کرنے پر آج کی تقریب کی اہمیت مزید وضاحت کے ساتھ ذہن میں آسکتی ہے۔

حضرت حافظ مولانا محمد انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے سپرد خانوادہ آصفی کی تین پشتوں کی تعلیم رہی ہے۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ سے جامعہ نظامیہ قایم ہے اور ابتداء سے حضرت استاذ السلاطین اس کی روح رواں رہے ہیں۔ حج کے بعد ۱۳۰۵ھ میں آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ہمشیرہ اور اکلوتے فرزند کی وفات کے باعث دنیا سے کنارا کش ہوکر دیار حبیب میں منتقل توطن کا آپ نے ارادہ فرمالیا تھا لیکن بزرگان دین کے طریقے پر آپ نے استخارہ فرمایا تو آپ کو حیدرآباد واپس ہونے کی ہدایت دیگئی اور ایک چراغ بھی عطا ہوا۔ ایک مزید روایت میں یہ تفصیل ہے کہ ایک بچہ آپ کے سامنے کتاب کھولے بیٹھا ہے اور حضرت فضیلت جنگ کو ان کے والد ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس بچہ کو پڑھاؤ۔ تعمیل حکم میں آپ حیدرآباد تشریف لائے اور پہلے سے زیادہ توجہ جامعہ نظامیہ پر کرنے لگے۔ واپسی وطن کے بعد ہی شہزادہ ولیعہد بہادر یعنی ہمارے موجودہ حکمران جلالت مآب آصف سابع

(۱) اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۲ ارخورداد ۱۳۴۹ف

کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی جو اگرچہ بذات خود جامعہ نظامیہ میں نہیں آتے تھے لیکن نظامیہ کو فخر ہے کہ ان کے ملک کا بادشاہ بھی انہیں کا استاد بھائی ہے متعنا اللہ بطول حیاتہ وعفا مقدار جمیلہ وحسناتہ۔

ایک اور واقعہ جامعہ نظامیہ کی روداد بابت ۱۳۱۲ھ میں درج ہے کہ جامعہ ہذا کے استاذ حضرت مولانا شرف الدین رودولوی نے خواب میں دیکھا کہ جامعہ نظامیہ کا جلسہ تقسیم اسناد ہونے والا ہے اور حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فارغین نظامیہ کی سندوں کو طلب فرمارہے ہیں تاکہ اپنی دستخط سے انھیں مزین فرمائیں۔ کیوں نہ ہو جو جامعہ اہل السنت والجماعت کے طریقہ پر علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرتی ہو اور علوم قرآن وفنون حدیث کی خدمت اس کا منشاء ہو، اس جامعہ کے امیر اور چانسلر کے عہدے کو سرورکائنات کی ذات مبارکہ سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی نعمائہٗ۔

گذشتہ ساٹھ ستر سال میں ہماری اس دینی جامعہ سے ہزارہا فضلاء اقطاع عالم میں پھیل چکے ہیں۔ ہندوستان ہی نہیں عرب وترکستان کے تک بیسیوں طلبہ یہاں آتے رہے ہیں اور حضرت انوار اللہ خاں کی شمع عرفان سے کسب نور کرکے اپنے ملکوں میں روشن کرتے رہے ہیں۔

درس نظامیہ کی مقبولیت کے باعث ہندوستان کے دینی مدارس میں عموماً اس کے مطابق تعلیم ہوتی ہے ہماری درس گاہ میں بھی کافی حد تک اس کا لحاظ ہے لیکن ایک تو تعلیمی باقاعدگی کے لئے یہاں درجہ بندی مکمل کیگئی ہے اور جماعتہائے مولوی وعالم وفاضل وکامل کسی نئی وضع کی مغربی جامعہ سے اس کو کسی بات میں کم نہیں رکھتیں تو دوسری طرف بعض علوم جدیدہ مثلاً جغرافیہ، تاریخ، ریاضی وغیرہ بھی شامل نصاب ہیں اور تاریخ اسلام کا تو کامل تک ایک شعبہ قایم ہے اس سے انکار نہیں کہ ابھی اس میں ترقی کی گنجائش ہے اور فن تالیف کی مشق جس طرح تحقیقات علمیہ کی جماعتوں میں کرائی جاتی اور ڈاکٹر کی ڈگری دیجاتی ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی اعلیٰ اساتذہ کی نگرانی میں حکیم التفسیر، حکیم الحدیث۔ حکیم الفقہ وغیرہ کے سند میں کسی اچھے مقالے کے پیش کرنے پر دیجاسکتی ہیں۔ یوں بھی ضروریات زمانہ کا ساتھ

دینے اور تبلیغ دین کے لئے ہماری جامعہ میں السنہ ملکی، تلنگی، مرہٹی وغیرہ کی تعلیم کا تصفیہ ہوا تھا جس کی عمل کی ضرورت ہے لیکن اس قدر یاد دلانا بہر حال ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آج چوطرف تخصص پر زور دیا جارہا ہے تو خالص علوم دینیہ میں تخصص کی بھی ملک میں سہولت رہنی چاہیئے۔ ہمارے ملک میں خالص انگریزی تعلیم کے لئے سینیر کیمبرج کے مدارس ہیں۔ مدراس یونیورسٹی کی شاخ نظام کالج بھی ہے جو برطانوی ہند کے مروجہ نصاب کی تعلیم کے لئے قایم ہے۔ جامعہ عثمانیہ بھی ہے جہاں شعبہ جات فنون وسائنس میں اردو نصاب کے ساتھ دینیات لازم کی تعلیم کا بندوبست ہے اور شعبہ دینیات میں پی ایچ۔ ڈی۔ تک تفسیر حدیث، فقہ اور کلام کی تعلیم کا انتظام ہے لیکن ان طلباء دینیات کا خاصا وقت انگریزی ادب اور عربی نثر و نظم کے پڑھنے میں بھی صرف ہوتا ہے۔ جب ملک میں اتنی قسم کی تعلیم کا انتظام ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک خالص دینی تعلیم کا ادارہ نہ ہو۔ ایک ادارہ دوسرے کے کام میں حارج نہیں اور نہ رقیب۔ مدارس فوقانیہ عثمانیہ کی موجودگی میں سینٹ جارج گرمر اسکول جب خالی نہیں ہوگیا بلکہ دونوں جگہ طلباء روز افزوں ہی ہیں تو پھر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ اور ہماری درس گاہ جامعہ نظامیہ کے ساتھ ساتھ ملک میں رہنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ضرورت ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رکھے جائیں اور ہر قسم کے مذاق کی تکمیل کا سامان ہو، اور ہمارے طلباء کو باہر جانے کی ضرورت نہ رہے۔

بے شبہ وقتاً فوقتاً نصاب میں نظر ثانی ہوسکتی ہے کتب نصاب بدلے جاسکتے ہیں ترجمہ و تقریر کے لئے اوقات نکالے جاسکتے ہیں۔ فنون مدافعت کی مکمل تعلیم جملہ طلباء کیلئے لازمی قرار دیجا سکتی ہے شوق دلانے کے لیئے دیگر اداروں کے طلبہ سے مسابقتی مواقع فراہم کئے جاسکتے ہیں لیکن بہر حال جامعہ نظامیہ کو خالص دینی تعلیم کا انتظام کرکے باقی ہر چیز سے آئندہ بھی بے تعلق رہنا چاہیئے اس کے نتائج کچھ برے نہیں رہے۔ آج ہمارے ایک قدیم تعلیمیافتہ عدالت العالیہ کے ممتاز جج ہیں۔ آج ہمارے ایک قدیم تعلیم یافتہ کو توالی بلدہ کی ذمہ دار اور نازک خدمت کو عمدگی سے بجالارہے ہیں۔ آج ہمارے ایک قدیم طالبعلم جامعہ عثمانیہ میں شعبہ عربی کے صدر اور ایک اسی شعبے کے ریڈر ہیں۔ اور آج ہمارے ایک قدیم طالبعلم قانون بین الممالک

(انٹرنیشنل لا) کے جامعہ عثمانیہ میں استاذ ہیں۔غیر سرکاری زندگی میں ملک کے سب سے بڑے واعظ اور واقف زمانہ مشائخ بھی ہمارے ہی تعلیم یافتہ ہیں۔ ملک کے بیسیوں مشہور وکلاء بھی اسی چار دیواری کے فیض یافتہ ہیں اور ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق کسب فیض کرتا ہے۔

غرض یہ وہ مختصر حالات ہیں جو ہماری مادر علمی کے سلسلہ میں بیان کرنے تھے۔ اس کا یوم تاسیس ابھی صرف چار سال سے منایا جانے لگا ہے پیوستہ سال صدر المہام امور مذہبی نواب مرزا یار جنگ نے اس اجتماع کی صدارت فرمائی تو گزشتہ سال صدر المہام تعلیمات نواب مہدی یار جنگ یہاں رونق افروز تھے آج ہم خوش قسمت ہیں کہ حضرت بانی نظامیہ نواب فضیلت جنگ صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی کے جانشیں یہاں تشریف فرما ہیں اور بانی جامعہ اپنی مرقد مبارک سے دعاؤں کے ساتھ ان کا استقبال کر رہے ہیں۔

اس یوم تاسیس کا آغاز ہماری انجمن طلبہ قدیم نظامیہ کی تحریک پر ہوا، اور اس کے پہلے اجلاس میں صدر المہام ہز ہائینس نواب فخر یار جنگ بہادر نے ہماری انجمن کے متعلق ارشاد فرمایا تھا :-

"جامعہ نظامیہ کی قدیم طلبہ کی انجمن نے جس کام کو سنبھالنے کا بیڑا اُٹھایا ہے وہ مبارک ہے، وہ نہ صرف حضرت فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین آرزوؤں کو پورا کرنا چاہتی ہے بلکہ امت مرحومہ کی اصلاح بھی اس کے پیش نظر ہے۔ میں مجلس انتظامی مدرسہ کی جانب سے انجمن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انجمن نے ہر وقت مادر علمی کی اصلاحی امور میں اپنے مفید مشوروں سے ہمیشہ فائدہ پہنچاتی رہی"

یہ بہت حوصلہ افزا رائے ہے جو ہماری کوششیں جامعہ نظامیہ کی ترقی و فلاح سے متعلق رہی ہیں۔

حضرات! ہم فرزندان جامعہ کا یہ کہنا اور یقین دلانا شاید ہی ضروری ہو کہ ہم پورے خلوص کے ساتھ ہماری مادر جامعہ کے ارباب انتظام کے ساتھ تعاون کرتے رہیں گے اور ہم دونوں کا اشتراک عمل [illegible] جامعہ نظامیہ کے لئے چشم بددور دیرگاہ جاری اور نتائج [illegible] اظہار باعث مسرت ہوگا کہ

ہماری انجمن کی اب تک ۱۷۱ مقامات پر شاخیں قایم ہو چکی ہیں اور کثیر نظامیہ برادری اپنی انجمن کے ذریعے آج جناب والا کو خوش آمدید کہتی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ خدا اعلیحضرت سلطان العلوم جلالت مآب شمس الملت والدین آصف سابع کو دیر گاہ خدمت دین و ملت کے لئے سلامت باکرامت رکھے اور آپ کے اقبال میں ترقی اور آپ کی عمر میں اضافہ ہو، اور ملک میں سنت نبوی کا بول بالا ہو۔ آمین یارب العالمین۔

نصاب نظامیہ کی اہمیت اور اس کی مقبولیت پر علامہ مفتی سید محمود صاحب کی تقریر

علامہ مفتی سید محمود صاحب سابق ناظم کلیہ جامعہ نظامیہ نے مذہبی تعلیم اور اس کی اصلی غرض و غایت پر ایک تفصیلی تقریر فرمائی دوران تقریر میں اس امر کو واضح فرمایا کہ اب بھی بعض مسلمان ایسے موجود ہیں جن کو علوم اسلامیہ کی تعلیم اور علماء سے کمال درجہ کی نفرت ہے ان کا خیال ہے کہ دین کی ترقی میں دنیا کا تنزل اور دنیوی انحطاط اور دنیا کی ترقی میں دین کا تنزل ہے حالانکہ یہ نظریہ کسی طرح صحیح نہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو دینی و دنیوی ترقیاں اسی وقت تک حاصل ہوتی رہیں جب تک اون کے دینی عقائد میں پختگی رہی اور جب مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں ضعف آتا گیا ان میں تنزل اور انحطاط کا دور شروع ہو گیا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر دین کا مدار اس کے علوم مختصہ پر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر وہ علوم مفقود ہو جائیں تو دین کا باقی رہنا دشوار ہے کیونکہ دین جسد ہے تو اس کی روح علم ہے فی زمانہ اسلامی تعلیم و تربیت کے صحیح اداروں کا فقدان ہے جہاں ان کے دینی علوم اور مذہبی ثقافت کی حفاظت کا سامان ہو۔

تحصیل و اشاعت علوم دینیہ کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں جن سے ثابت ہے کہ بعد فرائض کوئی عبادت علم سے زیادہ مقبول اور باوقعت نہیں حضرت فضیلت جنگ نور اللہ مرقدہ نے آج سے (۶۵) سال قبل جامعہ نظامیہ کو اس غرض کے لئے قایم فرمایا تھا کہ اس جامعہ کے ذریعہ علوم عربیہ دینیہ کا فیضان عام ہو۔ آج دنیا میں تحصیل علوم دینیہ کے دو طریقے رائج ہیں ایک ولایت کا اور دوسرا ہند کا ولایت (افغانستان، عرب۔

مصر، وغیرہ) کی تعلیم میں تحصیل علم مقصود ہے اور ہند میں تحصیل استعداد اسلئے یہاں کے طلبہ بجائے حفظ مسائل کے نفس کتاب کے سمجھنے اور قوت مطالعہ کے بڑھانے پر مجبور کیئے جاتے ہیں اور اس قسم کی تمام سہولیتیں نصاب نظامیہ میں شریک ہیں جس کی وجہ سے اس نصاب کو ملک میں غیر معمولی مقبولیت نصیب ہوئی افسوس ہے کہ آج ملک میں ایسے اصحاب بھی موجود ہیں جو اس نصاب کو ناقص تبلانے کے دعویدار ہیں حالانکہ ان کا یہ نظریہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا یہ نصاب ہزارہا علماء کے تجربہ سے تحصیل علوم دینیہ کے لئے مفید ثابت ہوچکا ہے اس وجہ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے اس جامعہ کا نصاب درس نظامیہ مقرر فرمایا۔ بانی جامعہ نظامیہ کے اس مبارک ارادے کے تحت حضرت اقدس واعلیٰ کی پیشگاہ سے یہ فرمان تقرر صادر لایا کہ اس جامعہ کے نصاب نظامیہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا یہ تصورات جو آپ کے سامنے پیش کیئے گئے وہ حضرت بانی جامعہ علیہ الرحمہ کے ارشادات سے تھے جو آپ کے مصنفات اور کارروائی سہ سالہ ۱۳۱۲ تا ۱۳۱۵ھ سے اخذ کیا ہے۔

فن قراءت کا عملی مظاہرہ مولوی حافظ قاری محمد عبد الرحمن صاحب شیخ التجوید والقراءت جامعہ نظامیہ نے فن قراءت اور اس کی اہمیت پر ایک مختصر تقریر فرمائی۔ اور حاضرین اجلاس کو فن قراءت سے دلچسپی پیدا ہونے اور اس سے شغف پیدا کرنے کی غرض سے عاصم، سبعہ اور عشرہ کے قراءت کے چند نمونے پیش فرمائے آخر میں حاضرین سے استدعاء کی کہ بغیر تجوید کے قرآن کے حسن و خوبی سے واقفیت نہیں ہوسکتی تعلیم قراءت کے نمونوں کو جو خاص اہتمام اور نظم سے پیش ہوئے تھے جناب صدر نے بہت پسند فرمایا اور حاضرین کو توجہ دلائی کہ وہ قرآن کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

مولوی مامون صاحب کی تقریر مولوی عبد الوہاب مامون صاحب دمشقی رکن انتظامی جامعہ نے بھی عربی تعلیم اور عربی ادب پر عربی میں مختصر سی تقریر فرمائی اور عربی زبان کے سہل الاصول ہونے کو مدلل طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی آخر میں مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ علوم عربیہ کو حاصل کرنے میں سب سے زیادہ عجلت کریں کیونکہ اس زبان کی تحصیل مسلمانوں کیلئے دنیا اور دین دونوں جگہ کارآمد ہے۔

علمائے واقف زمانہ | شیخ الاسلام مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب دنظامیہ معتمد مجلس علماء دکن نے علمائے واقف زمانہ کے عنوان پر ایک جامع اور عالمانہ تقریر فرمائی

دوران تقریر میں فرمایا:۔ واقف زمانہ علماء سے مراد وہ زمانہ کے رنگ میں رنگ ملانے والے علمائے سوء مراد ہیں جنھوں نے زمانہ ماموں میں بادشاہ کا رنگ دیکھکر خلق قرآن کا فتویٰ دیدیا اور علمائے ربانیین کو کوڑوں سے پٹوادیا جیل میں ڈلوادیا۔ دربار اکبر میں سجدہ کا فتویٰ دیکر ہزاروں سے اکبر کو سجدہ کرایا۔ تعداد ازدواج بادشاہ کے لئے چار تک محدود نہ رکھا حرام کو حلال کیا۔ فرائض کی فرضیت کو باطل۔ اس طرح چند درہم و دینار کیخاطر ایمان فروشی کی، اپنی دنیا آباد کی۔ اپنی آخرت خراب۔ علمائے سُو کا فتنہ اشد فتنہ ہے ان لوگوں نے خود کا نام "واقف زمانہ علما" رکھا۔ اور بزعم خود مصلح قوم ہے۔ الا انهم هم المفسدون۔

دوستو! واقف زمانہ علماء سے مراد یہ دین فروش علما نہیں بلکہ وہ علماء مراد ہیں جنھوں نے زمانہ اور اہل زمانہ کو اپنے رنگ میں رنگا صبغۃ اللہ کا رنگ بھی اہل دنیا پر چڑھادیا۔ انہیں اہل دین کی صف میں لا کھڑا کیا حق و صداقت کیلئے قربانیاں پیش کیں اور امت محمدیہ کو حیات جاوید بخشی۔ دنیا کی سیاسیات اور دنیا کے سارے جھمیلوں کو انھوں نے ایمان کی کسوٹی پر پرکھا۔ کھوٹے کھرے کو الگ الگ کر دکھایا اور اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہی وارث انبیاء مرسلین ہیں دنیا کی سطوت نہ انھیں مرعوب کرسکی نہ اس کی جاذبیت ان کے پائے ثبات میں کبھی جنبش آئی ان کی موت وحیات دونوں اللہ سبحانہ کیلئے تھی۔ راہ حق میں فدا ہوجانا ان کا مقصد حیات تھا۔

آخر پر بانی جامعہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی قبر کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے بانی مدرسہ خدائے رحمن ورحیم کی ہزاروں رحمتیں تم پر نازل ہوں کہ ہم نے تمہاری زندگی میں بھی اور اب بھی ہمیشہ تم کو ایک سچا مرد مومن اور سچا عاشق رسول جانکر عظمت کی اور ابتک تمہاری یاد دل میں چٹکیاں لے رہی ہے اسلئے نہیں کہ تم صدر الصدور تھے یا معین المہام امور مذہبی بلکہ اسلئے کہ تم ایک مرد مومن کی طرح جیئے۔ اور جب اجل آئی تو ایک مرد مجاہد کی طرح اپنی جان، جان جاناں کے سپرد کردی اور اپنی بہترین یادگار جامعہ نظامیہ کو چھوڑا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔"

آخر میں مولانا ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے حاضرین اور جناب صدر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے افتتاح نمائش کی خواہش فرمائی۔ جناب صدر نے افتتاح نمائش کے وقت فرمایا کہ انجمن طلبہ قدیم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے یوم تاسیس کے جلسہ کو کامیاب طور پر منعقد کیا۔ ہمارا کام ہے کہ آپ کی ہمت بڑھائیں اور اس کو ترقی دیں۔۔۔